بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد (AIOU)

کورس کوڈ 416 • Associate Degree in Arts (ADA – General)

Islamiat (Compulsory)

مکمل نصابی و امتحانی ہیلپنگ کی بک و سالوڈ گائیڈ (250+ صفحات)

- ✓ **مکمل 9 یونٹس کا احاطہ:** تمام نصابی مباحث کی عمیق و مدلل تفصیلی تشریح۔
- ✓ **مستند قرآنی و نبوی دلائل:** آیاتِ قرآنیہ مع اعراب و ترجمہ اور احادیثِ صحیحہ کے براہِ راست حوالہ جات۔
- ✓ **خود آزمائی مشقوں کا حل:** درسی کتاب کے تمام مشقی و تفہیمی سوالات کے مکمل جوابات۔
- ✓ **20 نمبری امتحانی لانگ سوالات:** AIOU پیپر پیٹرن کے مطابق 10 تا 15 ذیلی سرخیوں پر مشتمل شاندار نوٹس۔
- ✓ **معروضی سوالات و ایم سی کیوز:** ہر یونٹ کے اہم ترین کثیر الانتخابی سوالات مع درست جواب و توجیہ۔
- ✓ **طبع و خطاطی:** باوقار، سلیس اور مستند جمیل نوری نستعلیق خطاطی میں مزین۔

اے آئی او یو لائبریری اکیڈمک ریسرچ بورڈ (AIOU Library)

aioulibrary.com

WhatsApp: +92 324 5836626

اشاعت: تعلیمی سال 2026-2027 • جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

فہرستِ مضامین و ابواب (Table of Contents)

کورس 416: Islamiat (Compulsory) — کل الفاظ: 91,624 | تخمینہ صفحات: ~327.2 صفحات

یونٹ 1: بنیادی اسلامی عقائد (توحید، رسالت، ملائکہ، آخرت، اور الہامی کتب)	11,477 Words
یونٹ 2: ارکانِ اسلام اور ان کی حکمت و فلسفہ (نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد)	9,752 Words
یونٹ 3: سیرت النبی ﷺ – مکی دور (ولادت سے ہجرتِ مدینہ تک)	9,910 Words
یونٹ 4: سیرت النبی ﷺ – مدنی دور (ریاستِ مدینہ کا قیام، غزوات اور فتح مکہ)	10,994 Words
یونٹ 5: اسلامی تہذیب و تمدن کے بنیادی عناصر اور خصائص	8,355 Words
یونٹ 6: حقوق العباد اور معاشرتی ذمہ داریاں	9,319 Words
یونٹ 7: اسلام کا معاشی نظام اور تجارتی اخلاقیات	11,716 Words
یونٹ 8: عصرِ حاضر میں مسلم امہ کے مسائل، فکری چیلنجز اور ان کا حل	10,141 Words
یونٹ 9: مطالعہ قرآن و حدیث – منتخب آیات و احادیث کا فہم	9,960 Words

یونٹ نمبر 1 (کل 9 میں سے)

یونٹ 1: بنیادی اسلامی عقائد (توحید، رسالت، ملائکہ، آخرت، اور الہامی کتب)

ضخامت: 11,477 الفاظ • مستند تصنیف برائے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی طلبہ

حصہ اول: باب کا مفصل خلاصہ، درسی مباحث اور اہم نظریات

باب کا مفصل تعارف اور مقاصدِ تدریس (Chapter Introduction & Pedagogical Objectives)

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانیت کو دنیا و آخرت کی فلاح کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس ضابطۂ حیات کی بنیاد چند بنیادی عقائد پر قائم ہے، جنہیں "ایمانِ مفصل" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ عقائد محض نظری تصورات نہیں بلکہ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر گہرے اور ہمہ گیر اثرات مرتب کرتے ہیں۔ زیرِ نظر یونٹ، "بنیادی اسلامی عقائد"، ان پانچ اہم ستونوں کا تفصیلی مطالعہ پیش کرتا ہے جن پر ایک مسلمان کے ایمان کی عمارت کھڑی ہے۔ یہ عقائد توحید (اللہ کی وحدانیت)، رسالت (انبیاء کرام پر ایمان)، ملائکہ (فرشتوں پر ایمان)، الہامی کتب (آسمانی کتابوں پر ایمان)، اور آخرت (یومِ حساب پر ایمان) ہیں۔ ان عقائد کا گہرا فہم نہ صرف ایک فرد کو اپنے خالق سے جوڑتا ہے بلکہ اسے ایک بامقصد، ذمہ دار اور بااخلاق زندگی گزارنے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔

یہ یونٹ طلباء کو اسلامی عقائد کی گہرائیوں سے روشناس کرائے گا، انہیں ان عقائد کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم، قرآنی و حدیثی دلائل، اور عقلی و فکری بنیادوں کو سمجھنے میں مدد دے گا۔ اس کے علاوہ، یہ یونٹ ان عقائد کے انفرادی و اجتماعی زندگی پر مرتب ہونے والے اثرات کا بھی جائزہ لے گا اور عصرِ حاضر کے فکری شبہات کا مدلل جواب فراہم کرے گا۔

مقاصدِ تدریس (Pedagogical Objectives)

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- بنیادی اسلامی عقائد (توحید، رسالت، ملائکہ، الہامی کتب، آخرت) کے لغوی اور اصطلاحی معانی کی وضاحت کر سکیں۔

- توحید کی اقسام (توحید فی الذات، توحید فی الصفات، توحید فی الافعال) کو قرآنی و عقلی دلائل سے بیان کر سکیں۔
- شرک کی مذمت اور اس کی مختلف اقسام کی نشاندہی کر سکیں۔
- عقیدہ رسالت کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کر سکیں اور ختم نبوت کے قرآنی و حدیثی دلائل پیش کر سکیں۔
- ملائکہ کی حقیقت، تخلیق اور ان کے فرائض کو سمجھ سکیں۔
- الہامی کتب کی حقانیت اور قرآن مجید کی امتیازی خصوصیات کو بیان کر سکیں۔
- عقیدہ آخرت، جزا و سزا کے تصور، اور اس کے مختلف مراحل (قیامت، حشر، حساب، جنت، دوزخ) کی تشریح کر سکیں۔
- ان بنیادی عقائد کے انسانی زندگی، کردار اور معاشرتی رویوں پر مرتب ہونے والے ہمہ گیر اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔
- عصرِ حاضر میں ان عقائد سے متعلق پیدا ہونے والے فکری شبہات اور اعتراضات کا مدلل اور علمی جواب دے سکیں۔

اہم درسی عنوانات کی تفصیلی و تحقیقی تشریح (Comprehensive In-Depth Sub-Topics)

1. عقیدہ توحید (Belief in Tawhid)

توحید اسلام کا بنیادی اور سب سے اہم عقیدہ ہے، جو دین کی روح اور اس کی بنیاد ہے۔ یہ عقیدہ کائنات کے خالق و مالک کی یکتائی اور وحدانیت کا اقرار ہے۔

لغوی و اصطلاحی معنی

- **لغوی معنی:** لفظ "توحید" عربی زبان کے مادے "وحد" سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے "ایک کرنا"، "یکتا ماننا" یا "اکیلے کو خاص کرنا"۔
- **اصطلاحی معنی:** اسلامی اصطلاح میں توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا ہے، اس کا کوئی شریک، ساجھی یا ہمسر نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہی عبادت کے لائق ہے اور کائنات کے تمام امور کا تنہا مالک و مختار ہے۔

اقسامِ توحید

علمائے اسلام نے توحید کو تین بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے تاکہ اس کے مختلف پہلوؤں کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

الف. توحید فی الذات (Unity in Essence)

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ہے، وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا، اور نہ ہی اس کی کوئی بیوی ہے۔ اس کی ذات میں کوئی تقسیم یا تعدّد نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات میں یکتا اور بے مثال ہے۔

قرآنی دلائل:

- **سورۃ الاخلاص (112:1-4):**

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

ترجمہ: "کہہ دیجیے! وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنم دیا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیات توحیدِ ذات کا جامع ترین بیان ہیں۔ "احد" کا مطلب ہے وہ ذات جو اپنی یکتائی میں بے مثال ہو۔ "صمد" کا مطلب ہے وہ ذات جو بے نیاز ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔ "لم یلد ولم یولد" اس کی ازلیت اور ابدیت کو ظاہر کرتا ہے اور ہر قسم کی خاندانی نسبت سے پاکی بیان کرتا ہے۔ "لم یکن لہ کفواً احد" اس کی ذات میں ہر قسم کے شریک یا ہمسر کی نفی کرتا ہے۔

- **سورۃ الشوریٰ (42:11):**

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

ترجمہ: "اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت اللہ تعالیٰ کی ذات کی بے مثالی کو واضح کرتی ہے کہ کائنات میں کوئی بھی چیز اس کی ذات کے مشابہ نہیں ہو سکتی۔ یہ اس کی عظمت اور انفرادیت کا بیان ہے۔

ب. توحید فی الصفات (Unity in Attributes)

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات (علم، قدرت، حیات، ارادہ، سماعت، بصارت وغیرہ) میں یکتا ہے، کوئی مخلوق اس کی صفات میں اس کی شریک نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ مخلوقات میں بھی بعض صفات (جیسے سننا، دیکھنا) پائی جاتی ہیں، لیکن وہ اللہ کی صفات جیسی کامل، ازلی، ابدی اور مطلق نہیں ہو سکتیں۔ اللہ کی صفات بے عیب، بے

مثال اور لامحدود ہیں۔

قرآنی دلائل:

- **سورۃ البقرہ (2:255) - آیۃ الکرسی کا حصہ:**

اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۚ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوۡمٌ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ؕ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مَا خَلۡفَہُمۡ ۚ وَ لَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ ۚ وَ لَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُہُمَا ۚ وَ ھُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ﴿۲۵۵﴾

ترجمہ: "اللہ! اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے، سب کا سنبھالنے والا ہے۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور اسے ان دونوں کی حفاظت تھکاتی نہیں۔ اور وہ بلند عظمت والا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حیات، قیومیت، علم، قدرت اور عظمت کا بھرپور اظہار ہے۔ اس کی صفات میں کوئی ساجھی نہیں، اس کا علم لامحدود ہے، اس کی قدرت کامل ہے، اور وہ ہر چیز پر محیط ہے۔

- **سورۃ الحشر (59:23-24):**

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّہَادَۃِ ۚ ھُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ ﴿۲۲﴾ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡمَلِکُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُہَیۡمِنُ الۡعَزِیۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَکَبِّرُ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۲۳﴾ ھُوَ اللّٰہُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ ۚ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَ ھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: "وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غیب اور حاضر کا جاننے والا، وہی نہایت مہربان، رحم والا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زبردست، بڑائی والا ہے۔ اللہ پاک ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا، وجود بخشنے والا، صورت بنانے والا۔ اسی کے لیے بہترین نام ہیں۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اس کی تسبیح کرتا ہے اور وہی غالب، حکمت والا ہے۔"

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

تفسیری نکات: یہ آیات اللہ تعالیٰ کے متعدد صفاتی ناموں کا ذکر کرتی ہیں، جو اس کی بے مثال اور کامل صفات کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ تمام صفات صرف اسی کے لیے مخصوص ہیں اور کوئی مخلوق ان میں اس کی شریک نہیں۔

ج. توحید فی الافعال (Unity in Actions)

اس سے مراد یہ ہے کہ کائنات میں تمام افعال (پیدا کرنا، رزق دینا، زندگی دینا، موت دینا، نفع و نقصان پہنچانا، بارش برسانا، بیمار کو شفا دینا وغیرہ) صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ کوئی دوسرا اس کے افعال میں شریک نہیں ہو سکتا۔ تمام مخلوقات اس کے حکم کے تابع ہیں اور اس کی مشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔

قرآنی دلائل:

- **سورۃ الفاتحہ (1:2):**

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ: "تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

تفسیری نکات: "رب العالمین" کا مطلب ہے تمام جہانوں کا پالنے والا، پرورش کرنے والا، مالک اور نظام چلانے والا۔ یہ صفت اللہ کے افعالِ ربوبیت کو واضح کرتی ہے کہ وہی اکیلا تمام کائنات کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے۔

- **سورۃ یونس (10:31):**

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ: "پوچھو! تمہیں آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو سماعتوں اور بصارتوں کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو تمام امور کی تدبیر کرتا ہے؟ وہ فوراً کہیں گے: اللہ! تو کہو: پھر تم پرہیزگاری کیوں نہیں اختیار کرتے؟"

تفسیری نکات: یہ آیت اللہ تعالیٰ کے افعالِ رزق رسانی، حیات و موت، اور تدبیرِ کائنات کو واضح کرتی ہے اور مشرکین کے اپنے ہی اقرار سے ان پر حجت قائم کرتی ہے۔

- **سورۃ الملک (67:1):**

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

ترجمہ: "بڑی برکت والا ہے وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مطلق بادشاہت اور ہر چیز پر کامل قدرت کو بیان کرتی ہے، جو اس کے افعال کی یکتائی کا ثبوت ہے۔

شرک کی مذمت اور اقسام

شرک توحید کی ضد ہے اور اسلام میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا افعال میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا ہے۔

شرک کی مذمت

قرآن مجید میں شرک کو ظلمِ عظیم قرار دیا گیا ہے اور اس کی سخت مذمت کی گئی ہے۔

- **سورۃ لقمان (31:13):**

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝

ترجمہ: "اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

تفسیری نکات: شرک کو ظلمِ عظیم اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حقِ بندگی کو کسی اور کے سپرد کرنا ہے، جو سب سے بڑی ناانصافی اور حق تلفی ہے۔

- **سورۃ النساء (4:48):**

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ: "بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے سوا جو گناہ چاہے معاف کر دیتا ہے جسے چاہے، اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔"

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

تفسیری نکات: یہ آیت شرک کی سنگینی کو واضح کرتی ہے کہ یہ وہ واحد گناہ ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا، اگر شرک کرنے والا توبہ کیے بغیر مر جائے۔

اقسامِ شرک

شرک کو بنیادی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

- **شرکِ اکبر (بڑا شرک):** یہ وہ شرک ہے جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور اگر توبہ کے بغیر موت آ جائے تو ناقابلِ معافی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا افعال میں کسی کو صریحاً شریک ٹھہرایا جاتا ہے۔
  - **مثالیں:** بتوں، قبروں، ستاروں یا کسی اور مخلوق کو اللہ کے برابر سمجھ کر پوجنا، ان سے مدد مانگنا جو صرف اللہ کے اختیار میں ہو، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی اور بھی کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔
- **شرکِ اصغر (چھوٹا شرک):** یہ وہ شرک ہے جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں کرتا لیکن یہ ایک بڑا گناہ ہے اور توحید کی روح کے منافی ہے۔ یہ ریاکاری، نمود و نمائش، یا غیر اللہ کی قسم کھانے جیسے اعمال میں پایا جاتا ہے۔
  - **مثالیں:** نماز یا کوئی نیک عمل لوگوں کو دکھانے کے لیے کرنا (ریاکاری)، اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا، کسی چیز کو منحوس یا مبارک سمجھنا (جبکہ اس کا کوئی شرعی ثبوت نہ ہو)، یا یہ کہنا کہ "اگر اللہ اور تم نہ ہوتے تو یہ کام نہ ہوتا"۔

حدیثِ مبارکہ:

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ؟ قَالَ: الرِّيَاءُ."

ترجمہ: "بے شک مجھے تم پر سب سے زیادہ جس چیز کا خوف ہے وہ شرکِ اصغر ہے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ریاکاری (دکھاوا) ہے۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الریاء والسمعۃ، حدیث نمبر: 4204)

عقلی اور فکری دلائل برائے توحید

توحید کا عقیدہ صرف نقلی (قرآنی و حدیثی) دلائل پر مبنی نہیں بلکہ عقلی اور فکری طور پر بھی یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔

- **نظامِ کائنات کا حسن و انتظام:** کائنات کا ہر ذرہ ایک منظم اور مربوط نظام کے تحت چل رہا ہے۔ سورج، چاند، ستارے، زمین، موسموں کی تبدیلی، زندگی کا ارتقاء، یہ سب ایک عظیم حکمت اور نظم کا مظہر ہیں۔ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ان میں اختلاف اور تصادم ہوتا، جس کے نتیجے میں یہ نظام درہم برہم ہو جاتا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء:22)

ترجمہ: "اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو دونوں میں فساد برپا ہو جاتا۔"

- **فطرتِ انسانی کا تقاضا:** ہر انسان کی فطرت میں ایک خالق کی تلاش اور اس کے سامنے سر جھکانے کا رجحان موجود ہے۔ جب انسان کسی مصیبت میں گھر جاتا ہے تو بے اختیار ایک مافوق الفطرت ہستی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ فطری رجحان توحید کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

- **عقل کا تقاضا:** عقل یہ تسلیم کرتی ہے کہ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی بنانے والا ہوتا ہے۔ جب ایک چھوٹی سی چیز بغیر بنانے والے کے وجود میں نہیں آسکتی تو یہ عظیم کائنات، جس میں بے شمار پیچیدہ نظام کارفرما ہیں، کیسے بغیر کسی خالق کے وجود میں آسکتی ہے؟ اور اگر ایک خالق ہے تو اس کی ذات، صفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا، ورنہ وہ خالقِ مطلق نہیں کہلائے گا۔

2. عقیدہ رسالت (Belief in Prophethood)

عقیدہ رسالت توحید کے بعد اسلام کا دوسرا بنیادی ستون ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسولوں کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچایا۔

لغوی و اصطلاحی معنی

- **لغوی معنی:** لفظ "رسالت" عربی زبان کے مادے "رسل" سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے "پیغام بھیجنا"، "سفیر بنانا" یا "پیغام پہنچانا"۔ رسول اس شخص کو کہتے ہیں جو پیغام لے کر جائے۔

- **اصطلاحی معنی:** اسلامی اصطلاح میں رسالت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے اپنے منتخب بندوں (انبیاء و رسولوں) کو وحی کے ذریعے اپنا پیغام دے کر بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو راہِ راست دکھائیں، انہیں توحید کی دعوت دیں، اور انہیں دنیا و آخرت کی کامیابی کے اصول سکھائیں۔

ضرورت و اہمیتِ رسالت

عقلی طور پر بھی رسالت کی ضرورت و اہمیت واضح ہے۔

- **ہدایتِ الٰہی کی فراہمی:** انسان اپنی محدود عقل سے کائنات کے خالق، اس کے حقوق، اور اپنی تخلیق کے مقصد کو مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعے انسان کو وہ علم اور ہدایت فراہم کی جو اس کی عقل کی رسائی سے باہر تھی۔
- **عملی نمونہ:** انبیاء کرام نے اللہ کے احکامات کو عملی طور پر اپنی زندگیوں میں نافذ کر کے دکھایا۔ وہ انسانوں کے لیے بہترین عملی نمونہ (اسوہ حسنہ) تھے تاکہ لوگ ان کی پیروی کر کے صحیح راستے پر چل سکیں۔
- **احکاماتِ الٰہی کی تشریح:** آسمانی کتب میں بیان کردہ احکامات کی تشریح و توضیح اور ان کے عملی اطلاق کا طریقہ انبیاء نے ہی سکھایا۔
- **جزا و سزا کا تصور:** انبیاء نے ہی انسانوں کو آخرت، جزا و سزا، جنت و دوزخ کے بارے میں خبر دی تاکہ وہ اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھال سکیں۔

قرآنی دلیل:

- **سورۃ النساء (4:165):**

رُّسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

ترجمہ: "رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت (اعتراض) باقی نہ رہے، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت رسالت کی بنیادی غرض کو واضح کرتی ہے کہ انبیاء کو بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ انسانوں پر اللہ کی حجت تمام ہو جائے اور وہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں کوئی ہدایت دینے والا نہیں آیا تھا۔

ختم نبوت کے دلائل

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے بنیادی اور متفقہ عقائد میں سے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، اور آپ ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہے۔ اب قیامت تک کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔

قرآنی دلائل

- **سورۃ الاحزاب (33:40):**

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝

ترجمہ: "محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین (تمام نبیوں کے آخر میں آنے والے) ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت ختم نبوت کی سب سے واضح اور صریح دلیل ہے۔ لفظ "خاتم النبیین" کا مطلب ہے "نبیوں کو ختم کرنے والا" یا "آخری نبی"۔ اس کے بعد کسی بھی قسم کی نبوت کا دعویٰ کفر کے زمرے میں آتا ہے۔

- **سورۃ المائدہ (5:3):**

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ

ترجمہ: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

حصہ دوم: درسی کتاب کی حل شدہ خود آزمائی مشق اور اہم امتحانی مختصر سوالات

درسی کتاب کی خود آزمائی مشق کے حل شدہ سوالات (Solved Textbook Exercises)

سوال نمبر 1: توحید کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں اور اس کی اقسام کو قرآنی دلائل کی روشنی میں واضح کریں۔

مقدمہ:

توحید اسلام کا سب سے بنیادی اور مرکزی عقیدہ ہے۔ یہ وہ اساس ہے جس پر دین اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ توحید کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، اس کی ذات، صفات اور افعال میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ یہ عقیدہ انسان کو دنیا و آخرت کی کامیابی کی راہ دکھاتا ہے۔

توحید کے لغوی معنی:

لغت میں 'توحید' کا معنی ہے کسی چیز کو ایک جاننا، تنہا سمجھنا، یا کسی چیز کو واحد قرار دینا۔ یہ لفظ 'واحد' سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے ایک۔ عربی زبان میں جب کوئی شخص کسی چیز کو 'واحد' کہتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ چیز تعداد میں ایک ہے اور اس کا کوئی ثانی یا مثل نہیں۔ دین اسلام کی اصطلاح میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

توحید کے اصطلاحی معنی:

اسلامی اصطلاح میں توحید کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات اور افعال میں یکتا و بے مثال ماننا۔ اس کے لیے کسی شریک، مماثل، یا مددگار کا تصور نہ کرنا۔ یہ عقیدہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔ اسی طرح، اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بھی منفرد ہے؛ مثلاً وہ سمیع (سننے والا)، بصیر (دیکھنے والا)، علیم (جاننے والا)، قادر (طاقت والا) ہے اور ان صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ افعال کے اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ واحد ہے؛ وہی خالق، رازق، مالک اور مدبر ہے۔ کائنات کا نظام اسی کے حکم سے چلتا ہے۔

توحید کی اقسام:

توحید کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے علماء نے اسے تین بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے:

1. توحید فی الذات (وحدانیتِ ذات):

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا اور بے مثال ہے۔ اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ وہ نہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ اس نے کسی کو جنا ہے، اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ اللَّهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ﴿٣﴾ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴿٤﴾" (سورۃ الاخلاص: 1-4)

یعنی: "کہہ دو کہ وہ اللہ ہے ایک۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔" یہ آیت اللہ تعالیٰ کی ذات کی وحدانیت کو واضح کرتی ہے۔

2. توحید فی الصفات (وحدانیتِ صفات):

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بھی منفرد ہے۔ اس کی صفات کامل اور بے مثال ہیں۔ مثلاً، علم، قدرت، سماعت، بصارت، ارادہ، کلام وغیرہ۔ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے لیے تو کامل ہیں لیکن مخلوق کے لیے ان صفات کا تصور اس طرح نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ سمیع ہے، یعنی ہر چیز کو سنتا ہے، جبکہ انسان کی سماعت محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم ہے، یعنی ہر چیز کا علم رکھتا ہے، جبکہ انسان کا علم محدود ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ" (سورۃ الشوریٰ: 11)

یعنی: "اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی بے مثال ہونے کا بیان ہے۔ اس کی صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

3. توحید فی الافعال (وحدانیتِ افعال):

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں بھی یکتا ہے۔ کائنات کو پیدا کرنے والا، اسے چلانے والا، رزق دینے والا، مارنے والا، جلانے والا، بارش برسانے والا، اور ہر قسم کے تصرف کا مالک وہی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور ہستی ان کاموں میں براہ راست مؤثر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ" (سورۃ الزمر: 62)

یعنی: "اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔" اسی طرح، ارشاد ہے:

"وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا" (سورۃ ہود: 6)

یعنی: "اور زمین پر کوئی چلنے والا (جاندار) ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔" یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ تخلیق، تدبیر، رزق اور تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

نتیجہ:

توحید کی یہ تینوں اقسام ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار یا اس میں شرک کا شائبہ بھی اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ توحید ہی وہ بنیادی عقیدہ ہے جو انسان کو اللہ کے سوا ہر چیز سے بے نیاز کر دیتا ہے اور اسے صرف اللہ ہی سے امیدیں وابستہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ عقیدہ انسان کی زندگی کو صحیح سمت اور مقصد عطا کرتا ہے۔

سوال نمبر 2: شرک کی تعریف، اقسام اور اس کے نقصانات بیان کریں۔

مقدمہ:

شرک، توحید کی ضد ہے۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناقابل معافی جرم ہے۔ شرک کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، خواہ وہ ذات میں ہو، صفات میں ہو، یا افعال میں۔ اسلام میں شرک کی شدید مذمت کی گئی ہے اور اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

شرک کی تعریف:

شرک لغوی معنی میں 'شِرک' (شریک ہونا) سے ہے۔ اصطلاح میں، اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی الوہیت (عبادت کا حق) یا ربوبیت (تخلیق و تدبیر) میں کسی اور کو شریک ماننا۔ یعنی اللہ کے سوا کسی اور کو اللہ کی صفات یا اختیارات میں برابر سمجھنا یا اس کی عبادت کرنا۔ شرک کی سب سے بڑی مثال اللہ کے لیے بتوں، قبروں، یا کسی اور مخلوق کی پوجا کرنا ہے۔

شرک کی اقسام:

شرک کو سمجھنے کے لیے اسے عموماً دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے، جن میں مزید ذیلی اقسام بھی شامل ہیں:

1. شرکِ اکبر (بڑا شرک):

یہ وہ شرک ہے جو انسان کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ اس کی چند اہم صورتیں یہ ہیں:

- **شرک فی الدعاء:** اللہ کے سوا کسی اور سے دعا مانگنا، جیسے قبروں، ولیوں، یا فرشتوں سے حاجت روائی کی امید رکھنا۔ قرآن مجید میں ہے: **"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ"** (البقرہ:186)۔ "اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (کہہ دو) میں نزدیک ہوں۔ میں پکارنے والے کی پکار قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ راہِ راست پائیں۔" اس آیت میں صرف اللہ سے دعا مانگنے کا حکم ہے۔
- **شرک فی النیات والقصد:** نیک اعمال صرف اللہ کی رضا کے لیے نہ کرنا بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لیے کرنا (ریاکاری)۔ یہ شرک خفی (چھپا ہوا شرک) کہلاتا ہے اور اس کی مذمت حدیث میں آئی ہے۔
- **شرک فی الطاعۃ:** اللہ کے hukum کے خلاف کسی اور کی اطاعت کو لازم سمجھنا، جیسے علماء یا اولیاء کی اندھی تقلید کرنا۔ قرآن میں ہے: **"اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ"** (التوبہ:31)۔ "انہوں نے اللہ کے

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوا اپنے علماء اور درویشوں کو اور مسیح ابن مریم کو رب بنالیا، حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان کے شریکوں سے پاک ہے۔"

- **شرک فی المحبۃ:** اللہ سے زیادہ یا اللہ کے برابر کسی سے محبت کرنا۔
- **شرک فی التوکل:** اللہ کے سوا کسی اور پر مکمل بھروسہ کرنا۔
- **شرک فی الرضوان:** اللہ کی رضا کے بجائے مخلوق کی رضا کو مقدم سمجھنا۔

اس کے علاوہ، اللہ کی ذات، صفات یا افعال میں کسی کو شریک ماننا بھی شرک اکبر ہے۔ مثلاً، یہ عقیدہ رکھنا کہ فلاں ولی یا نبی بھی اللہ کی طرح رزق دے سکتا ہے یا کسی کی دعائیں سن سکتا ہے۔

2. شرکِ اصغر (چھوٹا شرک):

یہ وہ شرک ہے جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں کرتا لیکن یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال ریاکاری ہے، یعنی اعمال کو صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے کرنا۔ حدیث میں ہے: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں سب شریکوں سے زیادہ بے نیاز ہوں، جو کوئی کوئی عمل کرے اور اس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک بنائے تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دوں گا۔" (صحیح مسلم)۔ اس کے علاوہ، بدشگونی لینا، تعویذ گنڈے کو مؤثر سمجھنا (اگرچہ وہ اللہ پر توکل کے ساتھ ہو) بھی شرک اصغر کی مثالیں ہیں۔

شرک کے نقصانات:

شرک کے نقصانات دنیا اور آخرت دونوں میں ظاہر ہوتے ہیں:

- **اللہ کی ناراضی اور عذاب:** شرک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا جہنم ہے۔ قرآن میں ہے: **"إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا"** (النساء: 48)۔ "یقیناً اللہ اسے معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شریک بنایا جائے اور وہ شرک کے سوا جسے چاہے معاف کر دیتا ہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا اس نے بڑا گناہ کیا۔"
- **اعمال کا ضائع ہونا:** شرک کی وجہ سے انسان کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے: **"وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ"** (الزمر: 65)۔ "اور تجھے اور تجھ سے پہلے کے لوگوں کو وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو ضرور تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔"

- **دنیوی ذلت و رسوائی:** شرک کرنے والا اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا شکار ہو سکتا ہے۔
- **آخرت میں دائمی جہنم:** شرک کی حالت میں مرنے والے کے لیے جنت حرام اور جہنم واجب ہو جاتی ہے۔
- **روحانی سکون کا فقدان:** شرک انسان کو اللہ سے دور کر دیتا ہے، جس سے اس کے دل میں اضطراب اور بے چینی رہتی ہے۔

نتیجہ:

شرک ایک ایسا گناہ ہے جو انسان کو اللہ کی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔ اس سے بچنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ توحید پر قائم رہنا اور تمام قسم کے شرک سے اجتناب کرنا ہی دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے۔

سوال نمبر 3: عقیدہ رسالت کی اہمیت اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟

مقدمہ:

عقیدہ رسالت، اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے۔ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔ رسالت کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کی طرف پیغمبروں کا بھیجنا تاکہ وہ انہیں اللہ کا پیغام پہنچائیں اور زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ سکھائیں۔ یہ عقیدہ توحید کے بعد دوسرا اہم ترین رکن ہے۔

عقیدہ رسالت کی اہمیت:

عقیدہ رسالت کی اہمیت درج ذیل نکات سے واضح ہوتی ہے:

- **اللہ کی معرفت کا ذریعہ:** انسان خود سے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور احکام کو مکمل طور پر نہیں جان سکتا۔ پیغمبر اللہ کی طرف سے آکر اللہ کی معرفت کرواتے ہیں۔ وہ اللہ کی وحدانیت، اس کی صفات اور اس کی عبادات کا صحیح طریقہ سکھاتے ہیں۔
- **ہدایت کا سرچشمہ:** اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پیغمبر اللہ کی طرف سے وہ رہنمائی لے کر آتے ہیں جو انسان کو صراط مستقیم پر گامزن کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: **"وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ"** (یونس:47)- "اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے۔ پس جب ان کا رسول آجاتا ہے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔"
- **اللہ اور بندے کے درمیان واسطہ:** پیغمبر اللہ اور بندوں کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہیں۔ وہ اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچاتے ہیں اور بندوں کی دعائیں اور عبادات اللہ تک پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔
- **انسانیت کی فلاح و بہبود:** پیغمبر صرف دینی معاملات میں ہی نہیں بلکہ دنیاوی زندگی کے معاملات میں بھی رہنمائی کرتے ہیں۔ وہ اخلاقیات، معاشرت، معیشت اور سیاست کے اصول سکھاتے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسانیت کی فلاح ممکن ہے۔
- **آخرت کی کامیابی:** پیغمبروں کی تعلیمات پر عمل کرنے سے انسان دنیا میں بھی کامیاب ہوتا ہے اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچ کر جنت کا مستحق بنتا ہے۔

عقیدہ رسالت کے تقاضے:

عقیدہ رسالت کا مطلب صرف یہ نہیں کہ ہم پیغمبروں کے وجود کو تسلیم کر لیں، بلکہ اس کے کچھ اہم تقاضے ہیں جنہیں پورا کرنا ضروری ہے:

- **تصدیق قلبی:** دل سے یہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں پیغمبر کو سچ مچ بھیجا ہے۔
- **ایمان باللہ کے بعد دوسرا رکن:** رسالت پر ایمان لانا، اللہ پر ایمان لانے کے بعد دوسرا سب سے اہم رکن ہے۔ قرآن میں بارہا اللہ پر ایمان کے ساتھ رسولوں پر ایمان کا ذکر آیا ہے۔
- **پیغمبروں کی نبوت و رسالت پر ایمان:** تمام پیغمبروں پر ایمان لانا، خواہ ان کا نام قرآن میں آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ سب اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور سب نے ایک ہی دین (اسلام) کی دعوت دی ہے۔
- **آخر الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر ایمان:** حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا آخری پیغمبر ماننا اور ان کی نبوت پر ایمان لانا۔ ان کے بعد کسی بھی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو جھوٹا سمجھنا۔
- **پیغمبروں کی تعلیمات پر عمل:** پیغمبروں کی لائی ہوئی تعلیمات، احکامات اور ہدایات پر عمل کرنا۔ صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں۔
- **ان کی سنت و سیرت کی پیروی:** پیغمبروں کی زندگی، ان کے اقوال و افعال (سنت) کی پیروی کرنا۔ بالخصوص نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرنا۔
- **ان کی عزت و تکریم:** پیغمبروں کی عزت و توقیر کرنا اور ان کی شان میں گستاخی سے بچنا۔
- **اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانے کا یقین:** یہ یقین رکھنا کہ پیغمبر اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانے کے لیے مامور ہوئے تھے اور انہوں نے اللہ کا پیغام مکمل طور پر پہنچا دیا۔

نتیجہ:

عقیدہ رسالت اسلام کا ایک لازمی حصہ ہے۔ یہ عقیدہ انسان کو اللہ کی معرفت، صحیح زندگی گزارنے کا طریقہ، اور آخرت کی کامیابی کی راہ دکھاتا ہے۔ اس عقیدے کے تقاضوں کو پورا کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکے۔

سوال نمبر 4: ختم نبوت کے تصور کو واضح کریں اور اس کے اسلامی عقیدہ میں مقام پر روشنی ڈالیں۔

مقدمہ:

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے بنیادی اور مسلمہ عقائد میں سے ایک ہے۔ یہ عقیدہ اس بات کا حامل ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ ان کے بعد کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ یہ عقیدہ امت مسلمہ کے اتحاد اور دین اسلام کی حفاظت کے لیے نہایت اہم ہے۔

ختم نبوت کا تصور:

ختم نبوت کا مطلب ہے نبوت کا سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر مکمل ہو جانا۔ 'ختم' کے معنی ہیں 'آخری' یا 'مکمل ہونا'۔ 'نبوت' کا مطلب ہے اللہ کی طرف سے پیغام رسانی کے لیے منتخب کیا جانا۔ اس طرح، ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے، تمام زمانوں کے لیے، آخری نبی بنا کر بھیجا ہے۔ ان کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

ختم نبوت کے اسلامی عقیدہ میں مقام:

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے پانچویں رکن (عقیدے) کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے (توحید، رسالت، آخرت، ملائکہ، الہامی کتب کے ساتھ ساتھ)۔ یہ عقیدہ درج ذیل وجوہات کی بنا پر انتہائی اہمیت کا حامل ہے:

- **قرآنی دلائل:** قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے: **"مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا"** (الاحزاب:40)- "محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر (یعنی مہر) ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔" 'خاتم' کا لفظ یہاں نبوت کے اختتام کو ظاہر کرتا ہے۔
- **احادیث نبویہ ﷺ:** حضور اکرم ﷺ نے اپنی متعدد احادیث میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: "میری اور مجھ سے پہلے کے پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک خوبصورت عمارت بنائی، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ لوگ اس عمارت کو دیکھ کر تعجب کرتے اور کہتے کہ کاش یہ اینٹ بھی لگا دی جاتی۔ پس وہ اینٹ میں ہوں۔" (صحیح بخاری و مسلم)۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے خود کو نبوت کی عمارت کی آخری اینٹ قرار دیا ہے۔
- **اجماع امت:** تمام مسلمان، صحابہ کرام سے لے کر آج تک، اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ اس عقیدے پر اجماع امت کا درجہ حاصل ہے۔ جو شخص اس عقیدے کا انکار کرے، وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔

- **دین اسلام کی حفاظت:** ختم نبوت کا عقیدہ دین اسلام کی حفاظت کا ضامن ہے۔ اگر نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو ہر دور میں نئے مدعی نبوت پیدا ہوتے اور دین میں تحریف کا خدشہ رہتا۔ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر کے اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل اور محفوظ کر دیا ہے۔
- **عالمگیر اور ابدی پیغام:** حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کے لیے، تمام زمانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کا پیغام ابدی اور عالمگیر ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ آپ ﷺ کا لایا ہوا دین آخری اور مکمل دین ہے۔

ختم نبوت کے انکار کے نتائج:

ختم نبوت کا انکار کرنے والے کو 'منکر ختم نبوت' کہا جاتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں اسلامی تعلیمات کے مطابق:

- اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔
- وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔
- اس کے تمام اعمال، خواہ وہ کتنے ہی نیک ہوں، بے کار ہو جاتے ہیں۔
- اس کے لیے جنت حرام اور جہنم واجب ہو جاتی ہے۔

نتیجہ:

ختم نبوت کا عقیدہ دین اسلام کی اساس ہے۔ یہ عقیدہ مسلمانوں کو ایک لڑی میں پروتا ہے اور دین کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو آخری نبی مان کر آپ کی سنت و سیرت پر عمل کیا جائے۔

سوال نمبر 5: ملائکہ پر ایمان کی اہمیت اور ان کے فرائض بیان کریں۔

مقدمہ:

ملائکہ (فرشتے) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ہیں۔ وہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور اللہ کے احکام کے تابع ہیں۔ ان پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے۔ فرشتے اللہ کے نیک اور فرمانبردار بندے ہیں جو ہر وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں۔

ملائکہ پر ایمان کی اہمیت:

ملائکہ پر ایمان لانا درج ذیل وجوہات کی بنا پر اہم ہے:

- **عقیدہ کا حصہ:** یہ اسلام کے چھ ارکانِ ایمان میں سے ایک ہے۔ اس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بارہا اپنے ایمان کے ساتھ فرشتوں پر ایمان کا ذکر کیا ہے۔
- **اللہ کی عظمت کا ادراک:** فرشتوں کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کی دلیل ہے۔ وہ اللہ کی مخلوق ہیں اور اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کا وجود اللہ کی لامحدود تخلیق اور اس کی حکمت کا مظہر ہے۔
- **اللہ کی حکمت اور نظام:** اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام چلانے کے لیے فرشتوں کو مختلف ذمہ داریاں سونپی ہیں۔ ان کے وجود سے اللہ کی حکمت اور تدبیر کا پتا چلتا ہے۔
- **انبیاء کی مدد:** اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی مدد کے لیے فرشتوں کو بھیجا۔ مثلاً، حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تھے، اور دیگر فرشتے جنگوں میں مسلمانوں کی مدد کے لیے آتے تھے۔
- **انسان کی حفاظت:** اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی حفاظت کے لیے بھی فرشتے مقرر کیے ہیں، جو انسانوں کی نگرانی کرتے ہیں۔

ملائکہ کی خصوصیات:

فرشتوں کی کچھ نمایاں خصوصیات یہ ہیں:

- **نور سے تخلیق:** وہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔
- **بے مثل و بے مثال:** ان کی کوئی جنس (مرد یا عورت) نہیں ہوتی۔

- **اللہ کے فرمانبردار:** وہ اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے۔
- **طاقتور:** وہ اللہ کی طرف سے دی گئی طاقت کے حامل ہوتے ہیں۔
- **مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں:** اللہ کی اجازت سے وہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔
- **اللہ کی تسبیح و تقدیس:** وہ ہر وقت اللہ کی حمد و ثنا میں مشغول رہتے ہیں۔

ملائکہ کے اہم فرائض:

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مختلف اہم فرائض سونپے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

- **حضرت جبرائیل علیہ السلام:** یہ اللہ کے پیغامبر ہیں جو اللہ کا پیغام پیغمبروں تک پہنچاتے ہیں۔ وحی لانا ان کا سب سے اہم فریضہ ہے۔
- **حضرت میکائیل علیہ السلام:** یہ بارش، رزق، اور نباتات کے نگران ہیں۔
- **حضرت اسرافیل علیہ السلام:** یہ قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔
- **حضرت عزرائیل علیہ السلام:** یہ ملک الموت ہیں، جو اللہ کے حکم سے روح قبض کرتے ہیں۔
- **کراماً کاتبین:** یہ وہ فرشتے ہیں جو انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ ایک فرشتہ دائیں کندھے پر نیکیوں کے لیے اور دوسرا بائیں کندھے پر برائیوں کے لیے مقرر ہے۔
- **منکر نکیر:** یہ وہ فرشتے ہیں جو قبر میں میت سے سوالات کریں گے۔
- **حملہ کرنے والے فرشتے:** یہ اللہ کے حکم سے دشمنوں پر حملہ آور ہوتے ہیں یا عذاب نازل کرتے ہیں۔
- **جنت اور جہنم کے نگران:** جنت کے نگران فرشتے 'رضوان' اور جہنم کے نگران فرشتے 'مالک' ہیں۔
- **عرش کے حاملین:** کچھ فرشتے اللہ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

نتیجہ:

ملائکہ پر ایمان لانا دین کا ایک لازمی حصہ ہے۔ ان کا وجود اللہ کی عظمت، حکمت اور نظام کی دلیل ہے۔ ان کے فرائض کو جاننا ہمیں اللہ کی قدرت اور اس کے نظام کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

سوال نمبر 6: عقیدہ آخرت کی اہمیت اور اس کے انسانی زندگی پر اثرات بیان کریں۔

مقدمہ:

عقیدہ آخرت اسلام کے بنیادی ارکانِ ایمان میں سے چوتھا اہم ترین عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے اور ایک دن ختم ہو جائے گی، اور اس کے بعد ایک دائمی زندگی شروع ہو گی جسے آخرت کہتے ہیں۔ آخرت میں انسان کو اس کی دنیاوی زندگی کے اعمال کا مکمل بدلہ ملے گا۔ یہ عقیدہ انسان کو صحیح راہ پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے۔

عقیدہ آخرت کی اہمیت:

عقیدہ آخرت کی اہمیت درج ذیل نکات سے واضح ہوتی ہے:

- **اللہ کی وحدانیت و حکمت کا ثبوت:** اگر دنیا میں نیکوکار کو جزا اور بدکار کو سزا نہ ملے تو اللہ کی عدل و حکمت پر سوال اٹھ سکتا ہے۔ آخرت کا عقیدہ اس دنیاوی نامکمل عدل کو مکمل کرتا ہے۔
- **انبیاء کی صداقت کا ثبوت:** تمام انبیاء نے آخرت، جنت اور جہنم کا پیغام دیا۔ اگر آخرت نہ ہوتی تو ان کی صداقت پر شک کیا جا سکتا تھا۔
- **زندگی کا مقصد:** آخرت کا عقیدہ انسان کو زندگی کا اصل مقصد سمجھاتا ہے۔ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے، اور اصل زندگی آخرت کی ہے۔
- **نیکی کی ترغیب اور بدی سے روک:** آخرت میں جزا و سزا کا تصور انسان کو نیک کام کرنے پر ابھارتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے۔ یہ عقیدہ انسان کے اخلاق و کردار کو بہتر بناتا ہے۔
- **صبر و استقامت:** دنیا میں مصائب و مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے آخرت میں ملنے والے اجر کا یقین انسان کو صبر و استقامت عطا کرتا ہے۔
- **اللہ کی رحمت و عدل کا ادراک:** آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ مکمل عدل و انصاف فرمائے گا اور اپنی رحمت سے انہیں نوازے گا۔

عقیدہ آخرت کے مراحل:

آخرت کا سفر کئی مراحل پر مشتمل ہے:

- **موت:** دنیاوی زندگی کا خاتمہ۔
- **برزخ:** موت اور قیامت کے درمیان کا دور، جو قبر کی زندگی ہے۔

- **قیامت:** تمام انسانوں کا دوبارہ زندہ ہونا اور اللہ کے سامنے پیش ہونا۔
- **حساب و کتاب:** دنیا میں کیے گئے اعمال کا مکمل حساب لیا جانا۔
- **میزان:** اعمال کے وزن کا قائم کیا جانا۔
- **پل صراط:** جہنم کے اوپر سے گزرنے والا ایک راستہ۔
- **جنت و جہنم:** اعمال کی جزا و سزا کے طور پر دائمی ٹھکانے۔

عقیدہ آخرت کے انسانی زندگی و کردار پر اثرات:

آخرت پر ایمان لانے کے انسانی زندگی اور کردار پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں:

- **ذمہ داری کا احساس:** انسان کو احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کے لیے اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔ اس سے وہ غلط کاموں سے بچتا ہے۔
- **اخلاقی بلندی:** آخرت میں جزا و سزا کا یقین انسان کو سچائی، دیانتداری، رحم دلی، اور دیگر اعلیٰ اخلاقی اقدار اپنانے پر آمادہ کرتا ہے۔
- **دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے محبت:** انسان دنیا کی عارضی زندگی کو سمجھتا ہے اور آخرت کی دائمی زندگی کو ترجیح دیتا ہے۔
- **مصائب پر صبر:** دنیاوی مشکلات اور تکالیف کے وقت، آخرت میں ملنے والے اجر کے یقین سے انسان صبر کرتا ہے۔
- **اللہ سے تعلق:** آخرت کا عقیدہ انسان کو اللہ سے مضبوط تعلق قائم کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ اسی سے اسے جزا ملے گی۔
- **اجتماعی اصلاح:** جب معاشرے کے افراد آخرت پر یقین رکھتے ہیں، تو وہ اجتماعی طور پر بھی نیکی اور انصاف پر قائم رہتے ہیں، جس سے معاشرے میں امن و سکون آتا ہے۔

نتیجہ:

عقیدہ آخرت انسان کو دنیاوی زندگی میں ایک مقصد اور سمت عطا کرتا ہے۔ یہ عقیدہ انسان کو ایک ذمہ دار، اخلاق والا، اور اللہ سے جڑا ہوا فرد بناتا ہے۔ آخرت پر یقین ہی وہ محرک ہے جو انسان کو دنیا میں نیکی کرنے اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

امتحانی اہم مختصر سوالات و جوابات (High-Yield Short Questions)

مختصر سوال 1: توحید کی تعریف اور اس کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: توحید کے لغوی معنی ہیں 'ایک جاننا' اور اصطلاحی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات اور افعال میں یکتا و بے مثال ماننا۔ یہ اسلام کا سب سے بنیادی عقیدہ ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ یہ اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے، انسان کو دنیا و آخرت کی کامیابی کی راہ دکھاتا ہے، اور تمام عبادات کی قبولیت کی شرط ہے۔ توحید ہی انسان کو اللہ کے سوا ہر چیز سے بے نیاز کرتی ہے۔

مختصر سوال 2: شرک کی تعریف اور اس کی سب سے بڑی قسم کون سی ہے؟

جواب: شرک کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ اصطلاح میں، اللہ کے لیے اس کی الوہیت یا ربوبیت میں کسی اور کو شریک ماننا۔ شرک کی دو بڑی قسمیں ہیں: شرک اکبر (جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے) اور شرک اصغر (جو گناہ کبیرہ ہے مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا، جیسے ریاکاری)۔ شرک اکبر سب سے بڑا شرک ہے۔

مختصر سوال 3: عقیدہ رسالت کا بنیادی مفہوم کیا ہے؟

جواب: عقیدہ رسالت کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے منتخب بندوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ یہ پیغمبر اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور انہیں زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ سکھاتے ہیں۔ رسالت

حصہ سوم: امتحانی 20 نمبر والے تفصیلی سوالات و جوابات (Mark Exam Standard-20)

سوال نمبر 1: عقیدہ توحید کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے اس کی اقسام پر تفصیلی روشنی ڈالیں اور انسانی زندگی پر اس کے ہمہ گیر اثرات کا جائزہ لیں۔

تمہید: اسلامی عقائد کی بنیاد اور روح توحید ہے۔ توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہی تنہا عبادت کے لائق ہے۔ یہ عقیدہ نہ صرف اسلامی ایمان کا مرکزی نقطہ ہے بلکہ یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر گہرے اور مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ توحید ہی وہ بنیادی تصور ہے جو انسان کو کائنات میں اس کے مقام، خالق سے اس کے تعلق اور زندگی کے مقصد سے روشناس کراتا ہے۔ اس سوال میں ہم توحید کے لغوی و اصطلاحی معنی، اس کی اقسام اور انسانی زندگی پر اس کے ہمہ گیر اثرات کا تفصیل سے جائزہ لیں گے۔

1. توحید کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لغوی معنی: توحید عربی زبان کے لفظ "وَحَدَ" سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے "ایک کرنا" یا "ایک جاننا"۔ اصطلاح میں اس کا مطلب ہے کسی چیز کو واحد ماننا، اس کی یکتائی کا اقرار کرنا۔

اصطلاحی معنی: اسلامی اصطلاح میں توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا و بے مثال ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ کوئی اس کا ہمسر ہے اور نہ کوئی اس کا ثانی۔ وہی کائنات کا خالق، مالک، رازق اور مدبر ہے اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔

2. توحید کی اقسام

علمائے اسلام نے توحید کو تین بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے تاکہ اس کے تمام پہلوؤں کو واضح کیا جا سکے:

2.1. توحید فی الذات (اللہ کی ذات میں یکتائی)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ اس کا کوئی باپ ہے، نہ بیٹا، نہ بیوی اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ اس کی ذات میں کوئی تقسیم نہیں، نہ کوئی اس کا جزو ہے اور نہ وہ کسی کا جزو ہے۔

قرآنی دلیل:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ اللَّهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ﴿٣﴾ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴿٤﴾

ترجمہ: "کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے (1) اللہ بے نیاز ہے (2) نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا (3) اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے (4)۔" (سورۃ الاخلاص: 1-4)

2.2. توحید فی الصفات (اللہ کی صفات میں یکتائی)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات (جیسے علم، قدرت، سماعت، بصارت، حیات، ارادہ وغیرہ) بے مثال اور کامل ہیں۔ کوئی مخلوق ان صفات میں اللہ تعالیٰ کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ اللہ کی صفات نہ تو مخلوق کی صفات جیسی ہیں اور نہ ہی کوئی مخلوق اللہ کی صفات کا مکمل طور پر حامل ہو سکتی ہے۔ مثلاً اللہ سمیع (سننے والا) ہے، بصیر (دیکھنے والا) ہے، علیم (جاننے والا) ہے، قدیر (قدرت والا) ہے۔ یہ صفات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کامل اور مطلق ہیں۔

قرآنی دلیل:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

ترجمہ: "اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔" (سورۃ الشوریٰ: 11)

2.3. توحید فی الافعال (اللہ کے افعال میں یکتائی)

اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں تمام افعال (جیسے پیدا کرنا، رزق دینا، زندگی دینا، موت دینا، بارش برسانا، بیماری دینا، شفا دینا، تدبیر کرنا) صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ کوئی اور ہستی ان افعال میں اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق، مالک، رازق اور مدبر ہے۔

قرآنی دلیل:

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ

ترجمہ: "اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔" (سورۃ الزمر: 62)

3. شرک کی مذمت اور اقسام

توحید کی ضد شرک ہے، جو کہ اسلام میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ شرک کا مطلب ہے اللہ کی ذات، صفات یا افعال میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا۔

قرآنی دلیل:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا

ترجمہ: "بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے سوا جو گناہ چاہے معاف کر دیتا ہے، اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس نے بڑا بہتان باندھا۔" (سورۃ النساء: 48)

شرک کی بھی مختلف اقسام ہیں، جیسے شرک اکبر (بڑا شرک جو ایمان سے خارج کر دیتا ہے) اور شرک اصغر (چھوٹا شرک جو گناہ کبیرہ ہے مگر ایمان سے خارج نہیں کرتا، جیسے ریاکاری)۔

4. توحید کے انسانی زندگی پر ہمہ گیر اثرات

عقیدہ توحید محض ایک نظریاتی تصور نہیں بلکہ یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر گہرے اور مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔

4.1. خودداری اور عزت نفس

توحید انسان کو صرف ایک اللہ کے سامنے جھکنے کا درس دیتی ہے۔ اس سے انسان میں خودداری اور عزت نفس پیدا ہوتی ہے۔ وہ کسی اور مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے یا اس سے ڈرنے کی بجائے صرف اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ یہ اسے دنیاوی طاقتوں اور مال و دولت کے سامنے جھکنے سے بچاتا ہے۔

4.2. اطمینان قلب اور سکون

موحد شخص کا دل اللہ کی یاد اور اس پر توکل سے پر سکون رہتا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں، اس لیے وہ غم، خوف اور پریشانیوں میں بھی اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور مطمئن رہتا ہے۔

قرآنی دلیل:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور جن کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ خبر دار! اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔" (سورۃ الرعد:28)

4.3. صبر و شکر کی عادت

توحید کا عقیدہ انسان کو ہر حال میں صبر اور شکر کا درس دیتا ہے۔ خوشحالی میں وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور تنگی میں صبر کرتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور اس میں کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔

4.4. عدل و مساوات کا فروغ

جب تمام انسان ایک ہی خالق کے بندے ہوں تو ان میں ذات پات، رنگ و نسل اور قومیت کی بنیاد پر کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ توحید عدل اور مساوات کو فروغ دیتی ہے اور معاشرے سے ظلم و جبر کا خاتمہ کرتی ہے۔

4.5. ذمہ داری کا احساس

موحد شخص یہ جانتا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے اپنے ہر عمل کا جواب دہ ہے۔ یہ احساس اسے نیک اعمال کرنے اور برائیوں سے بچنے پر مجبور کرتا ہے، جس سے اس کی شخصیت میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

4.6. مقصدیت اور سمت

توحید انسان کو زندگی کا مقصد عطا کرتی ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت اور اس کے احکامات کی پیروی ہے۔ یہ اسے ایک بے مقصد زندگی گزارنے کی بجائے ایک بامقصد اور بااصول زندگی گزارنے کی ترغیب دیتی ہے۔

4.7. وحدت امت

توحید کا عقیدہ تمام مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے۔ ایک اللہ، ایک رسول اور ایک کتاب پر ایمان تمام جغرافیائی، لسانی اور نسلی اختلافات کو ختم کر کے امت مسلمہ کو ایک وحدت عطا کرتا ہے۔

4.8. اخلاقی بلندی

توحید انسان کو اعلیٰ اخلاقی اقدار جیسے سچائی، امانت، دیانت، عفو و درگزر، ایثار اور ہمدردی اپنانے کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

حدیث نبوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے کم تر راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے، اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔" (صحیح مسلم)

5. عملی زندگی میں توحید کا نفاذ

توحید کا عملی نفاذ یہ ہے کہ انسان اپنی ہر حاجت، ہر خوف اور ہر امید میں صرف اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ وہ صرف اللہ ہی سے مدد مانگے، اسی پر توکل کرے اور اسی کے احکامات کے مطابق زندگی گزارے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) صرف اللہ کے لیے خالص کرے اور کسی اور کو ان میں شریک نہ ٹھہرائے۔

6. نتیجہ بحث

عقیدہ توحید اسلام کا بنیادی ستون اور انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا تحفہ ہے۔ یہ انسان کو شرک کی تاریکیوں سے نکال کر نورِ ایمان کی طرف لاتا ہے اور اسے ایک پرسکون، باوقار اور بامقصد زندگی گزارنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ توحید ہی وہ واحد عقیدہ ہے جو انسان کو حقیقی آزادی، خودداری اور اطمینان قلب عطا کرتا ہے اور اسے دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن بناتا ہے۔ اس کے بغیر نہ تو ایمان مکمل ہو سکتا ہے اور نہ ہی انسانی معاشرہ فلاح و بہبود حاصل کر سکتا ہے۔

سوال نمبر 2: عقیدہ رسالت کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے ختم نبوت کے قرآنی، حدیثی اور عقلی دلائل تفصیل سے بیان

کریں اور اس کے انسانی زندگی پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لیں۔

تمہید: اسلامی عقائد میں توحید کے بعد سب سے اہم عقیدہ رسالت ہے۔ یہ عقیدہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنے برگزیدہ بندوں کو منتخب فرمایا اور انہیں نبوت و رسالت کے ذریعے اپنی وحی اور احکامات سے نوازا۔ ان انبیاء و رسل کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ عقیدہ ختم نبوت اسلامی ایمان کا ایک بنیادی اور ناقابل تردید جزو ہے، جس کا مطلب ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ اس سوال میں ہم عقیدہ رسالت کی اہمیت، ختم نبوت کے دلائل اور اس کے انسانی زندگی پر اثرات کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

1. عقیدہ رسالت کا مفہوم اور ضرورت

مفہوم: عقیدہ رسالت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا، جو اللہ کے پیغام کو انسانوں تک پہنچاتے ہیں، انہیں حق و باطل میں تمیز سکھاتے ہیں اور ان کے لیے عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔

ضرورت: انسان اپنی عقل کے بل بوتے پر کائنات کے خالق، زندگی کے مقصد اور آخرت کے حقائق کو مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتا۔ اسے خالق سے تعلق قائم کرنے، اخلاقی اقدار کو اپنانے اور دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کے لیے الٰہی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ رہنمائی انبیاء و رسل کے ذریعے فراہم کی گئی۔

قرآنی دلیل:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ ۖ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

ترجمہ: "اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔" (سورۃ النحل: 43)

2. انبیاء کرام کا مقصد بعثت

انبیاء کرام کو بھیجنے کے بنیادی مقاصد درج ذیل تھے:

- توحید کی دعوت دینا اور شرک کا خاتمہ کرنا۔
- اللہ کے احکامات اور قوانین کو انسانوں تک پہنچانا۔
- انسانوں کو اخلاقی تربیت دینا اور انہیں پاکیزہ زندگی گزارنے کا طریقہ سکھانا۔
- عملی نمونہ پیش کرنا تاکہ لوگ اللہ کے دین پر عمل کر سکیں۔
- آخرت کی جزا و سزا سے آگاہ کرنا اور دنیاوی زندگی کی حقیقت سمجھانا۔

3. ختم نبوت کا مفہوم

لغوی معنی: "ختم" کا مطلب ہے مہر لگانا، آخر کرنا، سلسلہ بند کرنا۔ "نبوت" کا مطلب ہے اللہ کی طرف سے پیغام رسانی۔

اصطلاحی معنی: ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد مصلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ آپ پر نبوت کا سلسلہ مکمل ہو گیا اور دین اسلام اپنی آخری اور کامل شکل میں نازل ہو گیا۔

4. ختم نبوت کے دلائل

ختم نبوت کا عقیدہ قرآن، حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

4.1. قرآنی دلائل

قرآن مجید میں متعدد آیات ختم نبوت کی واضح دلیل ہیں۔

آیت 1:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

ترجمہ: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم (مہر لگانے والے) ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔" (سورۃ الاحزاب: 40)

یہ آیت ختم نبوت کے بارے میں نص قطعی ہے۔ "خاتم النبیین" کا مطلب ہے نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا، آخری نبی۔

آیت 2:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔" (سورۃ المائدہ: 3)

جب دین مکمل ہو گیا تو نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی، کیونکہ نبی کا بنیادی کام دین کو پہنچانا اور اس کی تشریح کرنا ہوتا ہے۔

4.2. احادیث مبارکہ کے دلائل

احادیث نبویہ میں بھی ختم نبوت کو نہایت صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔

حدیث 1:

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلِي وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بُيُوْتًا فَاَحْسَنَهُ وَاَجْمَلَهُ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهِ وَيَعْجَبُوْنَ لَهُ وَيَقُوْلُوْنَ: هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَاَنَا اللَّبِنَةُ، وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔"

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا، اسے خوبصورت اور مکمل کیا، مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد گھومتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے اور کہتے کہ یہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں وہی اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حدیث 2:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ۔"

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہے، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔" (سنن ترمذی)

4.3. اجماع امت

امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر، صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے تمام علماء اور مجددین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ یہ عقیدہ اسلام کے بنیادی اور متفقہ عقائد میں سے ہے۔

4.4. عقلی دلائل

عقلی طور پر بھی ختم نبوت کی حکمت واضح ہے۔

- **دین کی تکمیل:** جب دین اپنی کامل شکل میں آگیا اور تمام انسانیت کے لیے ایک جامع ضابطہ حیات فراہم کر دیا گیا تو مزید کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی۔
- **حفاظت دین:** آخری نبی کی آمد کے بعد دین کی حفاظت کی ذمہ داری امت پر عائد ہو گئی، جس سے امت میں علمی اور عملی جدوجہد کا جذبہ پیدا ہوا۔
- **امت کی وحدت:** اگر نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو ہر نئے نبی کے ساتھ اختلافات اور فرقہ واریت کا ایک نیا باب کھل جاتا۔ ختم نبوت نے امت کو ایک مرکز پر جمع کر دیا۔

5. ختم نبوت کی اہمیت و حکمت

ختم نبوت کا عقیدہ اسلامی نظام میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے:

- یہ دین اسلام کی عالمگیریت اور آفاقیت کی دلیل ہے۔
- یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ دین میں کوئی تحریف یا تبدیلی نہیں ہو سکتی۔
- یہ امت مسلمہ کو ایک مضبوط اور متحد امت بناتا ہے۔
- یہ ہر دور کے مسلمانوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ خود دین کے علمبردار بنیں اور اس کی تبلیغ کریں۔

6. ختم نبوت کے انسانی زندگی پر اثرات

ختم نبوت کے عقیدے کے انسانی زندگی پر گہرے اور مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

6.1. دین کی حفاظت کی ذمہ داری

جب نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا تو دین کی حفاظت اور تبلیغ کی ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد ہو گئی۔ اس سے ہر مسلمان میں دین کے لیے جدوجہد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

6.2. مکمل ضابطہ حیات

چونکہ دین مکمل ہو چکا ہے، اس لیے انسان کے پاس زندگی کے ہر شعبے کے لیے ایک مکمل اور جامع ضابطہ حیات موجود ہے، جس سے اسے کسی اور رہنمائی کی ضرورت نہیں رہتی۔

6.3. امت کی وحدت و استحکام

ختم نبوت کا عقیدہ تمام مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کرتا ہے، جس سے امت میں وحدت اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔ یہ فرقہ واریت اور نئے دعویداران نبوت کے فتنوں سے بچاتا ہے۔

6.4. علمی و فکری ارتقاء

نبوت کے بعد امت کو خود اجتہاد اور تحقیق کے ذریعے دین کے مسائل کا حل تلاش کرنے کی ترغیب ملی، جس سے علمی و فکری ارتقاء کا راستہ کھلا۔

6.5. خود اعتمادی اور خود انحصاری

مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اب انہیں کسی نئے نبی کا انتظار نہیں کرنا، بلکہ خود ہی دین کے علمبردار بن کر دنیا میں اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔ اس سے خود اعتمادی اور خود انحصاری بڑھتی ہے۔

7. عملی زندگی میں عقیدہ رسالت کا نفاذ

عملی زندگی میں عقیدہ رسالت کا نفاذ یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو اپنا عملی نمونہ بنائیں، آپ کی سنتوں پر عمل کریں، آپ کے احکامات کی پیروی کریں اور آپ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں۔ ختم نبوت کے تقاضوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر مسلمان جھوٹے مدعیان

نبوت کے فتنوں سے باخبر رہے اور ان کا مقابلہ کرے۔

8. نتیجہ بحث

عقیدہ رسالت اور ختم نبوت اسلامی ایمان کے بنیادی ستون ہیں۔ عقیدہ رسالت انسان کو اللہ کی رہنمائی سے جوڑتا ہے، جبکہ ختم نبوت اس بات کی ضمانت ہے کہ دین اسلام کامل و اکمل ہے اور قیامت تک کے لیے انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ عقیدہ نہ صرف امت مسلمہ کو وحدت اور استحکام عطا کرتا ہے بلکہ ہر مسلمان کو دین کی حفاظت، ترویج اور اس پر عمل پیرا ہونے کی ذمہ داری کا احساس بھی دلاتا ہے۔ اس عقیدے کی مضبوطی ہی دین کی بقا اور امت کی فلاح کا ضامن ہے۔

سوال نمبر 3: عقیدہ آخرت کی حقیقت، جزا و سزا کا تصور، اور اس کے انسانی کردار پر ہمہ گیر اثرات کا تفصیلی جائزہ لیں۔

تمہید: اسلامی عقائد میں توحید اور رسالت کے بعد عقیدہ آخرت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ عقیدہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ دنیا کی یہ زندگی عارضی ہے اور ایک دن ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، جس کے بعد ایک ابدی زندگی شروع ہو گی جہاں ہر انسان کو اس کے دنیاوی اعمال کا حساب دینا ہو گا اور ان کے مطابق جزا یا سزا ملے گی۔ عقیدہ آخرت انسان کو زندگی کا حقیقی مقصد سمجھاتا ہے اور اسے ایک ذمہ دارانہ اور بامقصد زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس سوال میں ہم عقیدہ آخرت کی حقیقت، جزا و سزا کا تصور اور اس کے انسانی کردار پر ہمہ گیر اثرات کا تفصیل سے جائزہ لیں گے۔

1. عقیدہ آخرت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لغوی معنی: "آخرت" عربی زبان کے لفظ "آخر" سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے "بعد والی" یا "آخری"۔

اصطلاحی معنی: اسلامی اصطلاح میں آخرت سے مراد دنیاوی زندگی کے بعد کی ابدی زندگی ہے، جس میں موت، قبر، حشر، حساب، میزان، پل صراط، جنت اور دوزخ شامل ہیں۔ یہ وہ زندگی ہے جہاں انسان کو اس کے دنیاوی اعمال کا مکمل بدلہ ملے گا۔

2. آخرت پر ایمان کی ضرورت و اہمیت

آخرت پر ایمان انسانی زندگی کے لیے ناگزیر ہے کیونکہ:

- یہ زندگی کو مقصدیت عطا کرتا ہے۔
- یہ انسان کو اچھے اعمال کرنے اور برے اعمال سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے۔
- یہ دنیاوی مصائب میں صبر اور خوشحالی میں شکر کا ذریعہ بنتا ہے۔
- یہ عدل و انصاف کی بنیاد فراہم کرتا ہے، کیونکہ دنیا میں بسا اوقات ظالم بچ جاتے ہیں اور مظلوم کو انصاف نہیں ملتا۔

3. قرآنی دلائل برائے آخرت

قرآن مجید میں سینکڑوں آیات آخرت، قیامت، جزا و سزا اور جنت و دوزخ کا ذکر کرتی ہیں۔

آیت 1:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ

ترجمہ: "ہر جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، اور تمہیں تمہارے اجر قیامت کے دن پورے پورے دیے جائیں گے۔ پس جو شخص آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا۔ اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔" (سورۃ آل عمران: 185)

آیت 2:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: "اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر نہیں بنایا (38) ہم نے انہیں حق کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (39) بے شک فیصلہ کا دن ان سب کے لیے مقرر وقت ہے۔" (سورۃ الدخان: 38-

حصہ چہارم: کثیر الانتخابی سوالات و معروضی بینک (Solved MCQs Bank)

سوال نمبر 1: توحید کے لغوی معنی کیا ہیں؟

- ایک ماننا
- ایک کرنا
- ایک ہونا
- ایک بنانا

✓ **درست جواب: ایک ماننا**

وضاحت: توحید کا لغوی مطلب کسی چیز کو ایک جاننا یا ایک ماننا ہے۔ یہ کلمہ 'وحد' سے ماخوذ ہے جس کا معنی اکیلا اور یکتا ہونا ہے۔

سوال نمبر 2: اسلامی اصطلاح میں توحید سے کیا مراد ہے؟

- اللہ تعالیٰ کو تمام صفات میں یکتا ماننا
- اللہ تعالیٰ کو تمام افعال میں یکتا ماننا
- اللہ تعالیٰ کو ذات، صفات اور افعال میں یکتا ماننا
- اللہ تعالیٰ کو صرف ذات میں یکتا ماننا

✓ **درست جواب: اللہ تعالیٰ کو ذات، صفات اور افعال میں یکتا ماننا**

وضاحت: توحید اسلامی عقیدے کی بنیاد ہے، جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا اور بے مثال ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

سوال نمبر 3: توحید فی الذات سے کیا مراد ہے؟

- اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی شریک نہیں
- اللہ تعالیٰ کی صفات میں کوئی شریک نہیں
- اللہ تعالیٰ کے افعال میں کوئی شریک نہیں
- اللہ تعالیٰ کے احکامات میں کوئی شریک نہیں

✓ **درست جواب: اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی شریک نہیں**

وضاحت: توحید فی الذات کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 4: 'اللہ تعالیٰ کی صفات میں کوئی اس کا ہمسر نہیں' یہ توحید کی کون سی قسم ہے؟

- توحید فی الذات
- توحید فی الصفات
- توحید فی الافعال
- توحید فی العبادت

✓ **درست جواب: توحید فی الصفات**

وضاحت: توحید فی الصفات کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات (جیسے علم، قدرت، سماعت، بصارت) میں کوئی اس کا شریک یا ہمسر نہیں، اس کی صفات بے مثال ہیں۔

سوال نمبر 5: کائنات کے تمام امور (جیسے رزق دینا، زندگی دینا، موت دینا) صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، یہ توحید کی کون سی قسم ہے؟

- توحید فی الذات
- توحید فی الصفات
- توحید فی الافعال
- توحید فی العبادت

✓ **درست جواب: توحید فی الافعال**

وضاحت: توحید فی الافعال کا مطلب ہے کہ کائنات میں تمام افعال (جیسے پیدا کرنا، رزق دینا، موت و حیات) صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں۔

سوال نمبر 6: شرک سے کیا مراد ہے؟

- اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو عبادت میں شریک کرنا
- اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو ذات، صفات یا افعال میں شریک کرنا
- اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کرنا
- اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا

✓ **درست جواب: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو ذات، صفات یا افعال میں شریک کرنا**

وضاحت: شرک کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا افعال میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا، جو کہ اسلام میں سب سے بڑا گناہ ہے۔

سوال نمبر 7: قرآن مجید کے مطابق سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟

- قتل
- شراب نوشی
- شرک
- زنا

✓ درست جواب: شرک

وضاحت: قرآن مجید میں شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سورۃ النساء آیت 48 میں ہے: 'بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے سوا سب کچھ بخش دیتا ہے جس کے لیے چاہے'۔

سوال نمبر 8: عقیدہ رسالت سے کیا مراد ہے؟

- صرف اللہ کے نبیوں پر ایمان لانا
- تمام انبیاء کرام پر ایمان لانا اور ان کی تعلیمات کو حق ماننا
- صرف حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا
- صرف آسمانی کتابوں پر ایمان لانا

✓ درست جواب: تمام انبیاء کرام پر ایمان لانا اور ان کی تعلیمات کو حق ماننا

وضاحت: عقیدہ رسالت کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسول بھیجے، اور ان سب پر ایمان لانا اور ان کی تعلیمات کو حق ماننا ضروری ہے۔

سوال نمبر 9: قرآن مجید کی کس آیت میں حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے؟

- سورۃ البقرہ آیت 255
- سورۃ الاحزاب آیت 40
- سورۃ الاخلاص آیت 1
- سورۃ الفاتحہ آیت 1

✓ درست جواب: سورۃ الاحزاب آیت 40

وضاحت: سورۃ الاحزاب کی آیت 40 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: 'مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ' (محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں)۔

سوال نمبر 10: ملائکہ (فرشتوں) کے بارے میں کون سا بیان درست ہے؟

- وہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور اللہ کے حکم کے پابند ہیں
- وہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور انسانوں کی طرح اختیار رکھتے ہیں
- وہ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور گناہ کر سکتے ہیں
- وہ اللہ کے شریک ہیں اور عبادت کے مستحق ہیں

✓ **درست جواب: وہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور اللہ کے حکم کے پابند ہیں**

وضاحت: فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں، جو ہر وقت اللہ کے حکم کی تعمیل میں مصروف رہتے ہیں اور کبھی اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔

سوال نمبر 11: چار مشہور الہامی کتب کون سی ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے؟

- قرآن، انجیل، زبور، تورات
- قرآن، حدیث، فقہ، سیرت
- قرآن، انجیل، صحائف، تورات
- قرآن، زبور، بائبل، گیتا

✓ **درست جواب: قرآن، انجیل، زبور، تورات**

وضاحت: اسلام میں چار بڑی الہامی کتب پر ایمان لانا فرض ہے: تورات (حضرت موسیٰ علیہ السلام پر)، زبور (حضرت داؤد علیہ السلام پر)، انجیل (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) اور قرآن مجید (حضرت محمد ﷺ پر)۔

سوال نمبر 12: عقیدہ آخرت سے کیا مراد ہے؟

- صرف موت کے بعد کی زندگی پر ایمان لانا
- دنیاوی زندگی کے بعد ایک ابدی زندگی، حساب و کتاب اور جزا و سزا پر ایمان لانا
- صرف جنت اور دوزخ پر ایمان لانا
- صرف قیامت کے دن پر ایمان لانا

✓ **درست جواب: دنیاوی زندگی کے بعد ایک ابدی زندگی، حساب و کتاب اور جزا و سزا پر ایمان لانا**

وضاحت: عقیدہ آخرت کا مطلب ہے کہ دنیاوی زندگی عارضی ہے، اس کے بعد ایک ابدی زندگی ہے جہاں ہر انسان کو اس کے اعمال کا حساب دینا ہو گا اور اس کے مطابق جزا یا سزا ملے گی۔

سوال نمبر 13: عقیدہ آخرت کے مطابق نیک اعمال کا بدلہ کیا ہے؟

- دنیاوی کامیابی
- جنت
- شہرت
- مال و دولت

✓ **درست جواب: جنت**

وضاحت: اسلامی عقیدے کے مطابق، نیک اعمال کا بدلہ جنت ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کو ابدی نعمتوں سے نوازے گا۔

سوال نمبر 14: مضبوط اسلامی عقائد انسانی زندگی اور کردار پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟

- صرف دنیاوی ترقی کا باعث بنتے ہیں
- انسان کو بے فکر اور لاپرواہ بنا دیتے ہیں
- انسان کو ذمہ دار، پرہیز گار اور با اخلاق بناتے ہیں
- انسان کو صرف عبادات تک محدود کر دیتے ہیں

✓ **درست جواب: انسان کو ذمہ دار، پرہیز گار اور با اخلاق بناتے ہیں**

وضاحت: پختہ اسلامی عقائد انسان کو اللہ کا خوف، آخرت کی فکر اور جوابدہی کا احساس دلاتے ہیں، جس سے وہ ذمہ دار، پرہیز گار اور با اخلاق زندگی گزارتا ہے۔

سوال نمبر 15: بنیادی اسلامی عقائد (توحید، رسالت، آخرت وغیرہ) کی مجموعی اہمیت کیا ہے؟

- یہ صرف مذہبی رسومات کا حصہ ہیں
- یہ صرف علماء کے لیے ضروری ہیں
- یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں اور فلاح کا راستہ دکھاتے ہیں
- یہ صرف ذاتی روحانیت کے لیے اہم ہیں

✓ **درست جواب: یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں اور فلاح کا راستہ دکھاتے ہیں**

وضاحت: بنیادی اسلامی عقائد انسانی زندگی کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتے ہیں، جو فرد اور معاشرے کی فلاح و بہبود اور کامیابی کی ضمانت ہے۔

یونٹ نمبر 2 (کل 9 میں سے)

یونٹ 2: ارکانِ اسلام اور ان کی حکمت و فلسفہ (نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد)

ضخامت: 9,752 الفاظ • مستند تصنیف برائے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی طلبہ

حصہ اول: باب کا مفصل خلاصہ، درسی مباحث اور اہم نظریات

باب کا مفصل تعارف اور مقاصدِ تدریس (Chapter Introduction & Pedagogical Objectives)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانیت کو فلاحِ دارین کی راہ دکھاتا ہے۔ اس ضابطہ حیات کی بنیاد چند ایسے بنیادی ارکان پر قائم ہے جنہیں **ارکانِ اسلام** کہا جاتا ہے۔ یہ ارکان درحقیقت ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی وہ مستحکم بنیادیں ہیں جن پر اس کے ایمان، اخلاق، عبادات اور معاملات کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ ان ارکان کی ادائیگی نہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے بلکہ یہ انسان کی روحانی، اخلاقی، جسمانی اور معاشرتی تربیت کا بھی ذریعہ ہیں۔ یہ ارکان ایک مسلمان کو اللہ سے جوڑتے ہیں، معاشرے میں مساوات، ہمدردی اور نظم و ضبط پیدا کرتے ہیں اور اسے ایک صالح فرد اور معاشرے کا فعال رکن بناتے ہیں۔

زیرِ نظر یونٹ میں ہم ارکانِ اسلام کی تفصیل، ان کی لغوی و اصطلاحی تعریفات، قرآن و سنت کی روشنی میں ان کی فرضیت، ان کی حکمت و فلسفہ، ان کے انفرادی و اجتماعی فوائد اور عصرِ حاضر میں ان کی اہمیت پر گہرائی سے بحث کریں گے۔ اس یونٹ کا مقصد یہ ہے کہ طلباء و طالبات نہ صرف ان ارکان کی ظاہری شکل و صورت سے واقف ہوں بلکہ ان کے باطنی مقاصد اور گہرے اثرات کو بھی سمجھ سکیں۔

مقاصدِ تدریس (Pedagogical Objectives)

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ارکانِ اسلام کی بنیادی حیثیت اور اہمیت کو سمجھ سکیں۔
- کلمہ طیبہ کے مفہوم، توحید و رسالت کے بنیادی عقائد اور ان کے تقاضوں کی وضاحت کر سکیں۔

- نماز کی فرضیت، اس کے روحانی و اجتماعی فوائد اور باجماعت نماز کی حکمت کو بیان کر سکیں۔
- زکوٰۃ کے نظام، اس کے معاشی فوائد اور مصارفِ زکوٰۃ کی تفصیلات سے آگاہ ہو سکیں۔
- روزہ (صوم) کے فلسفہ، ضبطِ نفس اور تقویٰ کے حصول میں اس کے کردار کو واضح کر سکیں۔
- حج بیت اللہ کے مناسک، اس کی عالمی اجتماعیت اور امتِ مسلمہ کے اتحاد میں اس کے کردار کو سمجھ سکیں۔
- جہاد فی سبیل اللہ کے حقیقی قرآنی مفہوم، اس کی اقسام اور شرائط کی درست تعبیر پیش کر سکیں۔
- ارکانِ اسلام کے انفرادی و اجتماعی زندگی پر ہمہ گیر اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔
- عصرِ حاضر میں ارکانِ اسلام کی اہمیت اور ان سے متعلق فکری شبہات کے مدلل جوابات دے سکیں۔

اہم درسی عنوانات کی تفصیلی و تحقیقی تشریح (Comprehensive In-Depth Sub-Topics)

1. کلمہ طیبہ (The Pure Word)

کلمہ طیبہ اسلام کا پہلا اور بنیادی رکن ہے، جو ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد اور اس کی شناخت ہے۔ یہ محض چند الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل عقیدہ اور فلسفہ حیات ہے جو انسان کے خالق اور اس کے رسول سے تعلق کو واضح کرتا ہے۔

لغوی و اصطلاحی تعریف

- **لغوی معنی:** "کلمہ" کے لغوی معنی بات، قول یا لفظ کے ہیں۔ "طیبہ" کا مطلب پاکیزہ، اچھا یا بابرکت ہے۔ پس کلمہ طیبہ کا مطلب ہے "پاکیزہ بات" یا "بابرکت قول"۔
- **اصطلاحی معنی:** اسلامی اصطلاح میں کلمہ طیبہ سے مراد وہ بنیادی اقرار ہے جو ایک شخص کو دائرہ اسلام میں داخل کرتا ہے اور وہ ہے: **"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"** (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں)۔ اس کلمے کے دو بنیادی اجزاء ہیں: توحید (اللہ کی وحدانیت کا اقرار) اور رسالت (محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار)۔

مستند قرآنی آیات مع عربی متن، بامحاورہ سلیس اردو ترجمہ اور تفسیری نکات

کلمہ طیبہ کا پہلا جزو، **توحید**، قرآن مجید کا مرکزی پیغام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار ہی تمام عبادات اور زندگی کے ہر شعبے کی بنیاد ہے۔

- **سورۃ الاخلاص (112:1-4):**

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

ترجمہ: (اے نبی!) کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

تفسیری نکات: یہ سورۃ توحید کی جامع ترین تعریف پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں یکتائی، اس کی بے نیازی اور ہر چیز کا اس پر انحصار، اور اس کی بے مثالی کو بیان کرتی ہے۔ یہ شرک کی تمام اقسام کی نفی کرتی ہے۔

- **آیت الکرسی (سورۃ البقرہ 2:255):**

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۚ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

ترجمہ: اللہ، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ زندہ ہے، سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور ان دونوں کی حفاظت اس پر گراں نہیں گزرتی۔ اور وہ بہت بلند، بہت عظمت والا ہے۔

تفسیری نکات: یہ آیت اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، علم اور حاکمیت کو بیان کرتی ہے۔ اس کی ذات، صفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں، اور وہی تمام کائنات کا مالک، مدبر اور حاکم ہے۔

- **کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو، رسالت (محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار):**

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ ﴿۲۹﴾ (سورۃ الفتح 48:29)

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔

تفسیری نکات: یہ آیت واضح طور پر حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا، آپ کی تعلیمات کی پیروی کرنا اور آپ کو آخری نبی ماننا کلمہ طیبہ کے تقاضوں میں شامل ہے۔

احادیثِ مبارکہ مع کتبِ احادیث کے تفصیلی حوالے

- **اسلام کی بنیاد:**

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔"**

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

حوالہ: صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمس، حدیث نمبر 8۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام و دعائمہ العظام، حدیث نمبر 16۔

تفسیری نکات: یہ حدیث کلمہ طیبہ کو اسلام کا پہلا اور بنیادی رکن قرار دیتی ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔

- **جنت میں داخلہ:**

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔"**

ترجمہ: جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ جانتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جنت میں داخل ہو گا۔

حوالہ: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من مات وھو یعلم ان لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ، حدیث نمبر 26۔

تفسیری نکات: یہ حدیث کلمہ طیبہ کے اقرار اور اس کے مفہوم کو سمجھنے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ صرف زبانی اقرار کافی نہیں بلکہ اس کے معنی و مفہوم کا علم اور اس کے تقاضوں پر عمل بھی ضروری ہے۔

عقلی اور فکری دلائل

کلمہ طیبہ صرف ایک مذہبی اقرار نہیں بلکہ اس کے پیچھے گہرے عقلی اور فکری دلائل بھی موجود ہیں:

- **نظامِ کائنات کا تقاضا:** کائنات کا یہ وسیع و عریض اور منظم نظام اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسے چلانے والی کوئی ایک ہستی ہے، ورنہ اگر کئی خدا ہوتے تو ان کے درمیان اختلاف ہوتا اور یہ نظام درہم برہم ہو جاتا۔ قرآن کہتا ہے: **"لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا"** (اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو دونوں میں فساد برپا ہو جاتا)۔ (سورۃ الانبیاء 21:22)
- **انسانی فطرت:** انسان کی فطرت میں خالق کی تلاش اور اس کی بندگی کا جذبہ موجود ہے۔ جب انسان کسی مصیبت میں گھرتا ہے تو بے اختیار ایک اعلیٰ ہستی کی طرف رجوع کرتا ہے، جو اس کی فطرت میں توحید کا اقرار ہے۔
- **عقل و منطق:** عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ ہر چیز کا ایک خالق، مالک اور مدبر ہونا چاہیے۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی چیز خود بخود وجود میں آ جائے یا بغیر کسی خالق کے منظم طریقے سے چلتی رہے۔
- **رسالت کی ضرورت:** اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے زندگی گزارنے کا ایک مقصد دیا۔ اس مقصد کو پورا کرنے اور اللہ کے احکامات کو انسانوں تک پہنچانے کے لیے رسولوں کا بھیجنا عقلی طور پر ضروری تھا۔ نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں جنہوں نے دین کو مکمل کیا۔

2. نماز (صلاۃ) (The Prayer)

نماز اسلام کا دوسرا اور عملی رکن ہے، جو ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق قائم کرنے کا ذریعہ اور ایک مسلمان کی روحانی تربیت کا بہترین نظام ہے۔

لغوی و اصطلاحی تعریف

- **لغوی معنی:** "صلاۃ" کے لغوی معنی دعا، رحمت، استغفار اور تعریف کے ہیں۔
- **اصطلاحی معنی:** اسلامی اصطلاح میں نماز سے مراد وہ مخصوص افعال و اقوال کا مجموعہ ہے جو ایک خاص ترتیب اور شرائط کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے، جس کا آغاز تکبیرِ تحریمہ سے اور اختتام سلام پر ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کا عملی اظہار ہے۔

فرضیت، روحانی و اجتماعی فوائد

فرضیت

نماز کی فرضیت قرآن و سنت سے ثابت ہے اور یہ ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

- **قرآنی آیات:** قرآن مجید میں سینکڑوں مقامات پر نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾ (سورۃ البقرہ 2:43)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

تفسیری نکات: یہ آیت نماز اور زکوٰۃ دونوں کی فرضیت کو واضح کرتی ہے اور باجماعت نماز کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾ (سورۃ النساء 4:103)

ترجمہ: بے شک نماز مومنوں پر وقت مقررہ پر فرض کی گئی ہے۔

تفسیری نکات: یہ آیت نماز کے اوقات کی پابندی کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے، جو اس کی فرضیت کا ایک اہم جزو ہے۔

- **احادیثِ مبارکہ:**

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔"**

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

حوالہ: صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمس، حدیث نمبر 8۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام و دعائمہ العظام، حدیث نمبر 16۔

تفسیری نکات: یہ حدیث نماز کو کلمہ طیبہ کے بعد دوسرا اہم رکن قرار دیتی ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ۔"**

ترجمہ: آدمی اور شرک و کفر کے درمیان نماز کا چھوڑنا (فرق) ہے۔

حوالہ: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، حدیث نمبر 82۔

تفسیری نکات: یہ حدیث نماز کی اہمیت کو انتہائی شدت سے بیان کرتی ہے اور اسے کفر و شرک سے بچنے کا ذریعہ قرار دیتی ہے۔

روحانی و اجتماعی فوائد

- **روحانی فوائد:**
  - **اللہ سے تعلق:** نماز اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ بندے کو اپنے خالق کے قریب کرتی ہے۔
  - **سکونِ قلب:** نماز کے ذریعے انسان کو ذہنی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ **"أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"** (خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے)۔ (سورۃ الرعد 13:28)
  - **گناہوں کی معافی:** نماز گناہوں کو دھوتی ہے، جیسے پانچ وقت کی نہر انسان کے جسم کو پاک کرتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ۔ قَالَ: فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا۔"**

ترجمہ: بھلا بتاؤ تو سہی! اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے، تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حوالہ: صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الصلوات الخمس کفارۃ، حدیث نمبر 528۔ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب قدر الصلوات الخمس، حدیث نمبر 667۔

- **تقویٰ کا حصول:** نماز انسان کو برائیوں اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ **"إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ"** (بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے)۔ (سورۃ العنکبوت 29:45)
- **نظم وضبط:** نماز کے اوقات کی پابندی اور اس کے ارکان کی ادائیگی انسان میں نظم وضبط پیدا کرتی ہے۔

- **اجتماعی فوائد:**
  - **مساوات اور اتحاد:** باجماعت نماز میں امیر وغریب، حاکم ومحکوم سب ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں، جو مساوات اور اتحاد کا عملی مظاہرہ ہے۔
  - **بھائی چارہ:** مسجد میں اکٹھے ہونے سے مسلمانوں میں باہمی تعارف، محبت اور بھائی چارے کو فروغ ملتا ہے۔
  - **معاشرتی تربیت:** باجماعت نماز معاشرے میں نظم وضبط، وقت کی پابندی اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کی تربیت دیتی ہے۔
  - **معاشرتی ہم آہنگی:** دن میں پانچ مرتبہ ایک جگہ جمع ہونے سے معاشرتی مسائل پر تبادلہ خیال اور ان کے حل کی راہیں تلاش کرنے کا موقع ملتا ہے۔

باجماعت نماز

باجماعت نماز کی اسلام میں بہت فضیلت اور حکمت ہے۔ یہ صرف ایک عبادت نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے اتحاد، نظم وضبط اور مساوات کی علامت ہے۔

- **فضیلت:**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً۔"**

ترجمہ: باجماعت نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

حوالہ: صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، حدیث نمبر 645۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنہا، حدیث نمبر 650۔

تفسیری نکات: یہ حدیث باجماعت نماز کی فضیلت کو واضح کرتی ہے اور مسلمانوں کو اس کی ادائیگی کی ترغیب دیتی ہے۔

- **حکمت:**
  - **صف بندی:** صفوں کی درستگی اور ایک امام کی پیروی مسلمانوں میں نظم وضبط اور اطاعت کا درس دیتی ہے۔

- **مساوات:** مسجد میں سب کا ایک صف میں کھڑا ہونا، بغیر کسی امتیاز کے، اسلامی مساوات کا عملی ثبوت ہے۔
- **تعارف و ہمدردی:** باجماعت نماز کے ذریعے مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہیں، ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں اور باہمی ہمدردی کو فروغ ملتا ہے۔
- **اجتماعی قوت:** ایک ساتھ نماز ادا کرنا مسلمانوں کو ایک مضبوط اور متحد قوم بناتا ہے۔

3. زکوٰۃ (The Charity Tax)

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے جو مالی عبادت ہے۔ یہ دولت کی تقسیم، غربت کے خاتمے اور معاشرتی عدل و انصاف کے قیام کا ایک موثر نظام ہے۔

لغوی و اصطلاحی تعریف

- **لغوی معنی:** "زکوٰۃ" کے لغوی معنی پاکیزگی، بڑھوتری، نشوونما اور برکت کے ہیں۔ مال کی زکوٰۃ نکالنے سے مال پاک ہوتا ہے اور اس میں برکت آتی ہے۔
- **اصطلاحی معنی:** اسلامی اصطلاح میں زکوٰۃ سے مراد مال کے ایک مخصوص حصے کو، جو شرعی نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے (حولانِ حول)، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مستحقین کو ادا کرنا ہے۔

زکوٰۃ کا نظام، معاشی فوائد، مصارفِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کا نظام

زکوٰۃ کا نظام چند بنیادی اصولوں پر مبنی ہے:

- **نصاب:** ہر اس مال پر زکوٰۃ فرض ہے جو ایک خاص مقدار (نصاب) کو پہنچ جائے۔ مثلاً، سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ، چاندی کا ساڑھے باون تولہ ہے۔
- **حولانِ حول:** نصاب کو پہنچنے والے مال پر ایک قمری سال کا گزرنا ضروری ہے۔
- **شرح:** زکوٰۃ کی شرح عموماً ڈھائی فیصد (2.5٪) ہے۔ زرعی پیداوار پر عشر (10٪ یا 5٪) کی صورت میں زکوٰۃ ہوتی ہے۔
- **مالکیتِ کاملہ:** مال پر مکمل ملکیت ہونا ضروری ہے۔

معاشی فوائد

زکوٰۃ کا نظام صرف ایک عبادت نہیں بلکہ اس کے گہرے معاشی اور معاشرتی فوائد ہیں:

- **دولت کی تقسیم:** زکوٰۃ دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکتی ہے اور اسے

حصہ دوم: درسی کتاب کی حل شدہ خود آزمائی مشق اور اہم امتحانی مختصر سوالات

درسی کتاب کی خود آزمائی مشق کے حل شدہ سوالات (Solved Textbook Exercises)

سوال نمبر 1: نماز کی فرضیت، اس کے روحانی و اجتماعی فوائد اور باجماعت نماز کی حکمت پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔

نماز کی فرضیت اور اس کی اہمیت: نماز اسلام کا دوسرا اہم رکن اور دین کا ستون ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلق کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں سینکڑوں مقامات پر نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو اس کی فرضیت اور اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔" (البقرہ: 43) اسی طرح، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔" (صحیح بخاری) نماز وقت کی پابندی، اللہ کی عظمت کا اقرار اور اس کے حضور اپنی عاجزی کا اظہار ہے۔ یہ ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور اس کی ادائیگی کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہے۔

نماز کے روحانی فوائد: نماز کے روحانی فوائد بے شمار ہیں۔ یہ انسان کو اللہ کے قریب کرتی ہے اور اس کے دل میں تقویٰ اور خشیت الٰہی پیدا کرتی ہے۔

- **اللہ سے تعلق کا قیام:** نماز کے ذریعے بندہ براہ راست اپنے رب سے ہم کلام ہوتا ہے، جو اس کے دل کو سکون اور اطمینان بخشتا ہے۔ یہ تعلق انسان کو دنیاوی پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے۔
- **گناہوں کی معافی:** نماز گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک کے روزے ان گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جو ان کے درمیان ہوئے ہوں، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔" (صحیح مسلم)
- **تقویٰ اور پرہیزگاری کا حصول:** نماز انسان کو برائیوں اور فحاشی سے روکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔" (العنکبوت: 45) یہ انسان کو با اخلاق اور پرہیزگار بناتی ہے۔
- **ضبطِ نفس اور نظم و ضبط:** نماز مقررہ اوقات میں ادا کی جاتی ہے، جو انسان میں وقت کی پابندی اور نظم و ضبط پیدا کرتی ہے۔ یہ انسان کو اپنی خواہشات پر قابو پانے کی تربیت دیتی ہے۔

نماز کے اجتماعی فوائد اور باجماعت نماز کی حکمت: نماز صرف انفرادی عبادت نہیں بلکہ اس کے اجتماعی فوائد بھی بہت گہرے ہیں۔ باجماعت نماز ان فوائد کو مزید نمایاں کرتی ہے۔

- **اتحاد اور مساوات:** مسجد میں امیر و غریب، حاکم و محکوم سب ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں، جو اسلامی معاشرے میں مساوات اور بھائی چارے کا عملی مظاہرہ ہے۔ یہ طبقاتی تقسیم کو ختم کرتی ہے۔
- **نظم و ضبط اور اطاعت:** امام کی پیروی اور ایک ساتھ رکوع و سجود کرنا مسلمانوں میں نظم و ضبط اور اطاعت کا درس دیتا ہے۔ یہ اجتماعی زندگی میں ڈسپلن کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔
- **اخوت اور ہمدردی:** باجماعت نماز کے ذریعے مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہیں، حال احوال پوچھتے ہیں اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں۔ اس سے معاشرے میں اخوت اور ہمدردی پروان چڑھتی ہے۔
- **معاشرتی تربیت:** باجماعت نماز مسلمانوں کو ایک منظم اور متحد قوم بننے کی تربیت دیتی ہے۔ یہ انہیں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے اور اجتماعی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی ترغیب دیتی ہے۔
- **اسلامی شعار کا اظہار:** باجماعت نماز اسلامی شعار کا اظہار ہے اور مسلمانوں کی قوت و شوکت کی علامت ہے۔ یہ غیر مسلموں پر مسلمانوں کے اتحاد کا رعب ڈالتی ہے۔

باجماعت نماز کی حکمت یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو کر انہیں ایک مضبوط اور متحد امت بناتی ہے۔ یہ نہ صرف انفرادی طور پر روح کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے بلکہ اجتماعی طور پر ایک صالح اور فلاحی معاشرے کی بنیاد بھی ہے۔

سوال نمبر 2: زکوٰۃ کے نظام، اس کے معاشی فوائد اور مصارفِ زکوٰۃ کی وضاحت کریں۔

زکوٰۃ کا نظام اور اس کی فرضیت: زکوٰۃ اسلام کا تیسرا اہم رکن اور ایک مالی عبادت ہے۔ لغوی اعتبار سے "زکوٰۃ" کے معنی پاکیزگی، بڑھوتری اور برکت کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں، زکوٰۃ سے مراد مال کے ایک مخصوص حصے کو، جو نصاب کو پہنچ جائے، سال گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ مستحقین کو ادا کرنا ہے۔ یہ مال کو پاک کرتی ہے اور اس میں برکت کا باعث بنتی ہے۔ قرآن مجید میں نماز کے ساتھ ہی اکثر زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے، جو اس کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔" (البقرہ: 110) زکوٰۃ کا نظام ایک ایسا معاشی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے جو دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتا ہے اور معاشرے سے غربت و افلاس کے خاتمے میں مدد دیتا ہے۔ یہ صرف ایک ٹیکس نہیں بلکہ ایک عبادت ہے جو اللہ کی رضا کے لیے ادا کی جاتی ہے۔

زکوٰۃ کے معاشی فوائد: زکوٰۃ کے نظام کے بے شمار معاشی فوائد ہیں جو ایک فلاحی اور متوازن معاشرے کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

- **دولت کی گردش اور ارتکاز کا خاتمہ:** زکوٰۃ دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکتی ہے اور اسے معاشرے کے محروم طبقات تک پہنچاتی ہے۔ اس سے دولت کی گردش تیز ہوتی ہے اور معاشی سرگرمیاں بڑھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تاکہ (دولت) تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتی رہے۔" (الحشر: 7)
- **غربت کا خاتمہ اور معیارِ زندگی میں بہتری:** زکوٰۃ غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی مالی مدد کرتی ہے، جس سے ان کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور ان کا معیارِ زندگی بہتر ہوتا ہے۔ یہ انہیں خود کفالت کی طرف بڑھنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔
- **معاشرتی توازن اور استحکام:** زکوٰۃ امیر اور غریب کے درمیان معاشی خلیج کو کم کرتی ہے، جس سے معاشرتی ناہمواری اور بے چینی ختم ہوتی ہے۔ یہ معاشرے میں ہم آہنگی اور استحکام پیدا کرتی ہے۔
- **سرمایہ کاری کی ترغیب:** زکوٰۃ اس مال پر فرض ہوتی ہے جو ایک سال تک جمع رہے، اس لیے یہ لوگوں کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ اپنے مال کو سرمایہ کاری میں لگائیں تاکہ وہ بڑھتا رہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد بھی ان کے پاس کچھ بچے۔ یہ معیشت کی ترقی کا باعث بنتا ہے۔
- **باہمی ہمدردی اور تعاون:** زکوٰۃ کے ذریعے مالدار لوگ اپنے غریب بھائیوں کی مدد کرتے ہیں، جس سے معاشرے میں باہمی ہمدردی، تعاون اور بھائی چارے کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ (زکوٰۃ کے مستحقین): قرآن مجید نے سورہ توبہ کی آیت نمبر 60 میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف (مستحقین) واضح طور پر بیان فرمائے ہیں۔ یہ مصارف اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ زکوٰۃ کا مال صحیح جگہ پر اور صحیح لوگوں تک پہنچے۔

1. **فقراء:** وہ لوگ جن کے پاس مال نصاب سے کم ہو اور وہ اپنی بنیادی ضروریات پوری نہ کر سکتے ہوں۔
2. **مساکین:** وہ لوگ جو فقراء سے بھی زیادہ تنگدست ہوں اور ان کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔
3. **عاملینِ زکوٰۃ:** وہ لوگ جو اسلامی ریاست کی طرف سے زکوٰۃ جمع کرنے اور تقسیم کرنے پر مامور ہوں۔ ان کی تنخواہ زکوٰۃ کے مال سے ادا کی جا سکتی ہے۔
4. **مؤلفۃ القلوب:** وہ لوگ جن کی دلجوئی مقصود ہو، مثلاً نئے مسلمان جو اسلام میں مضبوطی حاصل کر رہے ہوں یا وہ غیر مسلم جنہیں اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو۔
5. **فی الرقاب:** غلاموں کو آزاد کرانے یا ایسے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے جو ناجائز طور پر قید ہوں یا جن پر بھاری جرمانہ عائد کیا گیا ہو۔
6. **غارمین:** وہ مقروض لوگ جو اپنا قرض ادا کرنے کی سکت نہ رکھتے ہوں۔
7. **فی سبیل اللہ:** اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے یا دین کی سربلندی کے لیے کام کرنے والے۔ اس میں طلباء اور دینی مدارس بھی شامل ہو سکتے ہیں۔
8. **ابن السبیل:** مسافر جو دورانِ سفر مالی تنگی کا شکار ہو جائے، اگرچہ وہ اپنے وطن میں مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

ان مصارف کا تعین اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے تاکہ زکوٰۃ کا نظام ایک مکمل اور جامع فلاحی نظام کے طور پر کام کر سکے۔

سوال نمبر 3: روزہ (صوم) کا فلسفہ اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والے ضبطِ نفس اور تقویٰ کے حصول کو بیان کریں۔

روزہ (صوم) کا فلسفہ اور اس کا بنیادی مقصد: روزہ اسلام کا چوتھا رکن ہے اور یہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جنسی تعلق سے باز رہنے کا نام ہے۔ روزہ کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی جائز خواہشات کو بھی ایک مقررہ وقت کے لیے ترک کر دے۔ یہ صرف بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں بلکہ اس کا مقصد انسان کی روحانی، اخلاقی اور جسمانی تربیت کرنا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے روزے کی فرضیت کا مقصد واضح طور پر بیان فرمایا ہے: "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔" (البقرہ: 183) اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ روزے کا سب سے بڑا مقصد "تقویٰ" کا حصول ہے، یعنی اللہ کا خوف اور اس کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کا شعور پیدا کرنا۔

روزے سے ضبطِ نفس کا حصول: ضبطِ نفس سے مراد اپنی خواہشات، جذبات اور نفسانی میلانات پر قابو پانا ہے۔ روزہ اس صفت کو پروان چڑھانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

- **خواہشات پر قابو:** روزے کی حالت میں انسان حلال اور جائز کھانے پینے کی اشیاء سے بھی اللہ کے حکم کی تعمیل میں رک جاتا ہے۔ یہ تربیت اسے سکھاتی ہے کہ وہ حرام اور ناجائز خواہشات سے بدرجہ اولیٰ باز رہے۔ یہ نفسانی خواہشات پر قابو پانے کا عملی مظاہرہ ہے۔
- **صبر اور برداشت:** روزہ انسان میں صبر اور برداشت کی صفت پیدا کرتا ہے۔ بھوک، پیاس اور دیگر جسمانی تکالیف کو اللہ کی رضا کے لیے برداشت کرنا انسان کو مشکلات کا سامنا کرنے کی ہمت دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "روزہ صبر کا مہینہ ہے۔" (سنن ترمذی)
- **غصے پر قابو:** روزہ دار کو حکم ہے کہ وہ لڑائی جھگڑے اور بے ہودہ باتوں سے پرہیز کرے۔ اگر کوئی اس سے جھگڑا کرے تو وہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ یہ انسان کو اپنے غصے اور جارحانہ رویے پر قابو پانے کی تربیت دیتا ہے۔
- **اخلاقی تربیت:** روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں بلکہ جھوٹ، غیبت، چغلی اور دیگر برائیوں سے بھی پرہیز کرنا ہے۔ یہ انسان کو اخلاقی پختگی اور کردار کی بلندی عطا کرتا ہے۔

اس طرح روزہ انسان کو اپنے نفس کا غلام بننے سے بچاتا ہے اور اسے اپنے ارادوں کا مالک بناتا ہے۔

روزے سے تقویٰ کا حصول: تقویٰ کا مطلب ہے اللہ کا خوف، اس کی نافرمانی سے بچنا اور اس کے احکامات کی پیروی کرنا۔ روزہ تقویٰ کے حصول کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

- **اللہ کی نگرانی کا احساس:** روزہ دار تنہائی میں بھی کھانے پینے سے باز رہتا ہے، حالانکہ اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا۔ یہ عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے اللہ کی ہر وقت نگرانی کا احساس ہوتا ہے۔ یہی احساس تقویٰ کی بنیاد ہے۔
- **نیکیوں کی ترغیب:** رمضان المبارک میں نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مسلمان زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ یہ ماحول تقویٰ کو فروغ دیتا ہے۔
- **گناہوں سے اجتناب:** روزے کی حالت میں انسان گناہوں سے بچنے کی زیادہ کوشش کرتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں سے روزے کا اجر ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ عادت اسے رمضان کے بعد بھی گناہوں سے بچنے میں مدد دیتی ہے۔
- **احساسِ ہمدردی:** بھوک اور پیاس کا تجربہ انسان کو غریبوں اور مسکینوں کی بھوک کا احساس دلاتا ہے، جس سے اس کے دل میں ہمدردی اور سخاوت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی تقویٰ کا ایک اہم جزو ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ روزہ انسان کو نہ صرف جسمانی طور پر پاکیزہ کرتا ہے بلکہ روحانی اور اخلاقی طور پر بھی اسے بلندیوں پر پہنچاتا ہے۔ یہ ضبطِ نفس اور تقویٰ کی ایسی عملی تربیت ہے جو انسان کو اللہ کا سچا بندہ اور ایک بہتر انسان بناتی ہے۔

سوال نمبر 4: حج بیت اللہ کے مناسک اور اس کی عالمی اجتماعیت کے پہلوؤں پر جامع بحث کریں۔

حج بیت اللہ کی فرضیت اور اہمیت: حج اسلام کا پانچواں اور آخری رکن ہے، جو ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ حج کا لغوی معنی "قصد کرنا" یا "ارادہ کرنا" ہے۔ شرعی اصطلاح میں، حج سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بیت اللہ کا ایک مخصوص وقت میں مخصوص اعمال کے ساتھ زیارت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: "اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔" (آل عمران: 97) حج کی ادائیگی گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے حج کیا اور اس میں کوئی فحش بات نہ کی اور نہ کوئی گناہ کیا، وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو۔" (صحیح بخاری) حج ایک عظیم عبادت ہے جو مسلمانوں کو روحانی اور جسمانی قربانی کا درس دیتی ہے۔

حج کے اہم مناسک: حج کے مناسک وہ مخصوص اعمال ہیں جو حج کی ادائیگی کے دوران انجام دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے چند اہم مناسک درج ذیل ہیں:

- **احرام:** حج کا آغاز احرام سے ہوتا ہے، جس میں مرد دو سفید چادریں اور عورتیں اپنا عام شرعی لباس پہنتی ہیں۔ احرام کی حالت میں بعض حلال کام بھی حرام ہو جاتے ہیں، جیسے خوشبو لگانا، بال کاٹنا، ناخن تراشنا، اور شکار کرنا۔ یہ دنیاوی تعلقات سے کٹ کر اللہ کی بندگی میں مکمل طور پر داخل ہونے کی علامت ہے۔
- **طوافِ کعبہ:** بیت اللہ کے گرد سات چکر لگانا طواف کہلاتا ہے۔ یہ اللہ کی وحدانیت اور اس کے مرکز سے وفاداری کا اظہار ہے۔ ہر چکر کے بعد حجر اسود کو بوسہ دینا یا اس کی طرف اشارہ کرنا سنت ہے۔
- **سعی بین الصفا والمروہ:** صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگانا سعی کہلاتا ہے۔ یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی سنت ہے، جو پانی کی تلاش میں ان پہاڑیوں کے درمیان دوڑی تھیں۔ یہ اللہ پر توکل اور جدوجہد کی علامت ہے۔
- **وقوفِ عرفات:** 9 ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں ٹھہرنا حج کا سب سے اہم رکن ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "حج عرفہ ہے۔" (سنن ترمذی) اس دن لاکھوں مسلمان ایک لباس میں ملبوس اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں، جو قیامت کے دن کے منظر کی یاد دلاتا ہے۔
- **مزدلفہ میں قیام:** عرفات سے واپسی پر مزدلفہ میں رات گزارنا اور فجر کی نماز ادا کرنا۔ یہاں سے رمی جمرات کے لیے کنکریاں جمع کی جاتی ہیں۔
- **رمی جمرات:** 10، 11 اور 12 ذی الحجہ کو منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنا۔ یہ شیطان اور نفسانی خواہشات کے خلاف بغاوت اور اللہ کے حکم کی اطاعت کا اظہار ہے۔

- **قربانی:** 10 ذی الحجہ کو قربانی کرنا، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور اللہ کی راہ میں ہر چیز قربان کرنے کے جذبے کی علامت ہے۔
- **حلق یا قصر:** قربانی کے بعد سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا، جو احرام کی پابندیوں کے خاتمے کی علامت ہے۔
- **طوافِ افاضہ:** حج کے بعد ایک اور طوافِ کعبہ کرنا، جسے طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں۔

حج کی عالمی اجتماعیت کے پہلو: حج صرف ایک انفرادی عبادت نہیں بلکہ یہ عالمی سطح پر مسلمانوں کے اتحاد اور اخوت کا ایک عظیم الشان مظاہرہ ہے۔

- **مسلم امہ کا اتحاد:** حج کے موقع پر دنیا کے کونے کونے سے لاکھوں مسلمان ایک ہی مقصد کے لیے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ ان کے رنگ، نسل، زبان اور جغرافیائی حدود مختلف ہوتی ہیں، لیکن وہ سب ایک ہی لباس (احرام) میں ملبوس، ایک ہی اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ اسلامی اخوت اور اتحاد کا سب سے بڑا عملی ثبوت ہے۔
- **مساوات اور بھائی چارہ:** حج کے دوران تمام حاجی ایک جیسے لباس میں ہوتے ہیں، کوئی امیر نہیں، کوئی غریب نہیں، کوئی بادشاہ نہیں، کوئی فقیر نہیں۔ سب ایک ہی صف میں کھڑے اللہ کے حضور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ اسلامی معاشرے میں مساوات اور بھائی چارے کی حقیقی تصویر پیش کرتا ہے۔
- **عالمی شناخت اور تعلق:** حج مسلمانوں کو اپنی عالمی شناخت کا احساس دلاتا ہے۔ انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑی امت کا حصہ ہیں جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ تعلق انہیں ایک دوسرے کے مسائل اور چیلنجز کو سمجھنے اور ان کے حل کے لیے مشترکہ کوششیں کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔
- **علمی و فکری تبادلہ:** حج کے دوران مختلف ممالک کے علماء، دانشور اور عام مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہیں، خیالات کا تبادلہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے تجربات سے سیکھتے ہیں۔ یہ اسلامی دنیا میں فکری ہم آہنگی اور علمی ترقی کا باعث بنتا ہے۔
- **مرکزیت کا احساس:** کعبہ مسلمانوں کا قبلہ اور ان کی وحدت کا مرکز ہے۔ حج کے ذریعے مسلمان اس مرکز سے اپنے تعلق کو مضبوط کرتے ہیں اور یہ احساس پختہ ہوتا ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی مرکز کی طرف رخ کرتے ہیں۔

حج درحقیقت ایک عالمی اسلامی کانفرنس ہے جو ہر سال منعقد ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اپنی طاقت، وحدت اور مشترکہ مقاصد کی یاد دلاتی ہے۔

سوال نمبر 5: جہاد فی سبیل اللہ کا حقیقی قرآنی مفہوم اور اس کی شرائط و اقسام پر روشنی ڈالیں۔

جہاد کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم: "جہاد" عربی زبان کے لفظ "جہد" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی کوشش کرنا، جدوجہد کرنا یا انتھک محنت کرنا ہیں۔ شرعی اصطلاح میں، جہاد سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں دین کی سربلندی، حق کی اشاعت اور باطل کے خاتمے کے لیے ہر قسم کی جدوجہد اور کوشش کرنا ہے۔ یہ ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اسے صرف قتال (جنگ) تک محدود کرنا قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔ قرآن مجید میں جہاد کا ذکر مختلف سیاق و سباق میں آیا ہے، جس سے اس کے وسیع مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔" (الحج: 78) اس آیت میں جہاد کے لیے "حق جہاد" کی شرط لگائی گئی ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جہاد کے کچھ اصول و ضوابط ہیں۔

جہاد کی اقسام: اسلام میں جہاد کی کئی اقسام ہیں، جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے:

- **جہاد بالنفس (جہاد اکبر):** یہ سب سے بڑا جہاد ہے، جس سے مراد اپنی نفسانی خواہشات، برے خیالات اور شیطانی وسوسوں کے خلاف جدوجہد کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک جنگ سے واپسی پر فرمایا: "ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں۔" صحابہ نے پوچھا: "یا رسول اللہ! بڑا جہاد کون سا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "نفس کے خلاف جہاد۔" (بیہقی) یہ جہاد انسان کو تقویٰ اور پرہیز گاری کی طرف لے جاتا ہے۔
- **جہاد بالعلم والدعوۃ (جہاد باللسان والقلم):** یہ علم کے ذریعے، دعوت و تبلیغ کے ذریعے اور قلم کے ذریعے حق کو پھیلانے اور باطل کا رد کرنے کا جہاد ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا: "اور کافروں کی اطاعت نہ کرو اور اس (قرآن) کے ذریعے ان سے بڑا جہاد کرو۔" (الفرقان: 52) یہ جہاد فکری اور نظریاتی سطح پر اسلام کی نمائندگی کرتا ہے۔
- **جہاد بالمال:** یہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا جہاد ہے۔ اس میں غریبوں کی مدد کرنا، دینی اداروں کو مالی معاونت فراہم کرنا، اور دفاعی ضروریات کے لیے مال خرچ کرنا شامل ہے۔ قرآن میں کثرت سے مال کے ذریعے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔
- **جہاد بالسیف (قتال):** یہ آخری اور انتہائی صورت ہے، جس میں دشمن کے خلاف ہتھیاروں کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے۔ یہ صرف دفاعی مقاصد کے لیے، ظلم و ستم کے خاتمے کے لیے، اور دین کی حفاظت کے لیے جائز ہے۔ یہ جارحانہ نہیں بلکہ دفاعی نوعیت کا ہوتا ہے۔

جہاد بالسیف کی شرائط اور حقیقی قرآنی مفہوم: جہاد بالسیف (قتال) اسلام میں کوئی جارحانہ عمل نہیں بلکہ یہ ایک دفاعی اور آخری چارہ کار ہے۔ اس کی کچھ بنیادی شرائط ہیں جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں:

- **دفاعی نوعیت:** جہاد صرف اس صورت میں جائز ہے جب مسلمانوں پر حملہ کیا جائے یا انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں، اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (البقرہ:190)
- **ظلم و فساد کا خاتمہ:** جہاد کا مقصد زمین سے ظلم، فساد اور فتنہ و شر کو ختم کرنا اور امن و عدل قائم کرنا ہے۔ "اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔" (البقرہ:193)
- **ریاستی اختیار:** جہاد کا اعلان اور اس کا نفاذ صرف ایک اسلامی ریاست یا اس کے جائز حکمران کا اختیار ہے۔ انفرادی طور پر کسی کو جہاد کا اعلان کرنے کی اجازت نہیں۔
- **غیر مقاتلین کو نقصان نہ پہنچانا:** جنگ کی صورت میں بھی عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور پادریوں جیسے غیر مقاتلین کو نقصان پہنچانا اور عبادت گاہوں کو تباہ کرنا سختی سے منع ہے۔
- **صلح کی پیشکش قبول کرنا:** اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو مسلمانوں کو بھی صلح کی پیشکش قبول کرنی چاہیے۔ "اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔" (الانفال:61)

جہاد کا حقیقی قرآنی مفہوم یہ ہے کہ یہ دین کی سربلندی، عدل و انصاف کے قیام اور انسانیت کی فلاح کے لیے ایک ہمہ جہت جدوجہد کا نام ہے۔ یہ دہشت گردی یا بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک منظم، اصولی اور اخلاقی فریم ورک کے تحت انجام دیا جانے والا عمل ہے۔ اسلام میں جہاد کا مقصد امن قائم کرنا، نہ کہ فساد پھیلانا۔

امتحانی اہم مختصر سوالات وجوابات (High-Yield Short Questions)

مختصر سوال 1: کلمہ طیبہ کے بنیادی اجزاء اور ان کی اہمیت بیان کریں۔

کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے دو بنیادی اجزاء ہیں: توحید (اللہ کی وحدانیت) اور رسالت (محمد ﷺ کی رسالت)۔ توحید کا مطلب ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، جو اسلامی عقیدے کی بنیاد ہے۔ رسالت کا مطلب ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ یہ دونوں اجزاء ایک دوسرے سے لازم وملزوم ہیں اور ان پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ یہ کلمہ انسان کو شرک سے پاک کر کے اللہ سے براہ راست تعلق قائم کرنے کا درس دیتا ہے۔

مختصر سوال 2: نماز کی فرضیت پر ایک قرآنی دلیل پیش کریں۔

نماز کی فرضیت پر قرآن مجید میں متعدد آیات موجود ہیں۔ ایک اہم دلیل سورہ البقرہ کی آیت نمبر 43 ہے: "وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ" (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو)۔ یہ آیت واضح طور پر نماز قائم کرنے کا حکم دیتی ہے، جو اس کی فرضیت کو ثابت کرتا ہے اور مسلمانوں پر اس کی پابندی کو لازم قرار دیتی ہے۔

مختصر سوال 3: باجماعت نماز کے دو اہم روحانی فوائد کیا ہیں؟

باجماعت نماز کے دو اہم روحانی فوائد درج ذیل ہیں:

1. **اللہ سے قربت کا احساس:** جب مسلمان ایک ساتھ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں تو اجتماعی دعا اور عبادت کی برکت سے اللہ سے قربت کا احساس بڑھ جاتا ہے اور دلوں کو سکون ملتا ہے۔

2. **گناہوں کی معافی:** نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ باج

حصہ سوم: امتحانی 20 نمبر والے تفصیلی سوالات و جوابات (Mark Exam Standard-20)

سوال نمبر 1: نماز کی فرضیت، اس کے روحانی، اخلاقی اور اجتماعی فوائد پر تفصیلی بحث کریں اور باجماعت نماز کی اہمیت کو اجاگر کریں۔

تمہید:

اسلام کے بنیادی ارکان میں سے کلمہ طیبہ کے بعد سب سے اہم رکن نماز ہے۔ یہ دین کا ستون ہے اور اللہ تعالیٰ سے بندے کے تعلق کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے۔ نماز صرف چند حرکات و سکنات کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل روحانی، اخلاقی اور اجتماعی نظام ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ قرآن و سنت میں نماز کی فرضیت، اہمیت اور اس کے بے شمار فوائد کو بارہا بیان کیا گیا ہے۔ یہ نہ صرف اللہ کی بندگی کا اظہار ہے بلکہ انسان کو برائیوں سے روکنے، پاکیزگی عطا کرنے اور معاشرے میں اتحاد و یگانگت پیدا کرنے کا بھی ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ زیرِ نظر سوال میں نماز کی فرضیت، اس کے روحانی، اخلاقی اور اجتماعی فوائد کے ساتھ ساتھ باجماعت نماز کی اہمیت و حکمت پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔

لغوی و اصطلاحی مفہوم:

- **لغوی مفہوم:** لفظ 'نماز' فارسی زبان کا لفظ ہے جو عربی کے 'صلاۃ' کا ترجمہ ہے۔ 'صلاۃ' کے لغوی معنی دعا، استغفار، رحمت، اور تعریف کے ہیں۔
- **اصطلاحی مفہوم:** شریعت کی اصطلاح میں نماز سے مراد وہ مخصوص عبادات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے اظہار کے لیے مخصوص اوقات میں، مخصوص شرائط کے ساتھ، مخصوص افعال (قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ) اور اذکار کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ اس کی ابتدا تکبیرِ تحریمہ سے ہوتی ہے اور اختتام سلام پر ہوتا ہے۔

قرآن میں نماز کا حکم:

قرآن مجید میں سینکڑوں مقامات پر نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ ایمان کے بعد سب سے زیادہ تاکید کے ساتھ بیان ہونے والی عبادت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾

ترجمہ: "بے شک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقتوں پر فرض کی گئی ہے۔" (سورۃ النساء: 103)

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔" (سورۃ البقرۃ: 43)

احادیث کی روشنی میں نماز کی اہمیت:

نبی اکرم ﷺ نے نماز کو دین کا ستون قرار دیا اور اس کی اہمیت کو مختلف انداز میں واضح فرمایا۔

- **دین کا ستون:** حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"

ترجمہ: "تمام معاملات کی اصل اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کی بلندی کی چوٹی اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔" (سنن ترمذی)

- **قیامت کے دن سب سے پہلا حساب:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ"

ترجمہ: "قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے اس کے اعمال میں سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔" (سنن ترمذی)

نماز کی فرضیت و اہمیت:

نماز اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے دوسرا رکن ہے۔ اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے اور بلا عذر ترک کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بندگی اور عاجزی کا اظہار ہے، جو انسان کو اس کے خالق سے جوڑے رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جو ہر بالغ مسلمان مرد و عورت پر روزانہ پانچ وقت فرض کی گئی ہے، خواہ وہ کسی بھی حالت میں ہو۔ سفر، حضر، صحت، بیماری، امن، جنگ، ہر حالت میں نماز کی ادائیگی ضروری ہے۔ صرف شدید بیماری یا جنگ کی حالت میں اس کی صورت میں تخفیف کی جاسکتی ہے، لیکن مکمل معافی نہیں۔

روحانی فوائد: قربِ الٰہی اور سکونِ قلب:

نماز کا سب سے بڑا فائدہ روحانی ترقی اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ جب بندہ خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے تو وہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتا ہے۔ یہ تعلق اسے روحانی سکون اور دلی اطمینان بخشتا ہے۔

- **اللہ سے ہم کلامی:** نماز میں بندہ اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہے، اس سے دعا مانگتا ہے اور اس کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرتا ہے۔ یہ کیفیت اسے اللہ کے قریب کرتی ہے۔
- **سکونِ قلب:** دنیاوی پریشانیوں اور ذہنی دباؤ میں نماز ایک بہترین پناہ گاہ ہے۔ اللہ کا ذکر اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہونا دلوں کو سکون بخشتا ہے۔

قرآن میں ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: "خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔" (سورۃ الرعد: 28)

- **گناہوں کی بخشش:** نماز گناہوں کو مٹانے کا ذریعہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ، قَالَ: فَذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا"

ترجمہ: "تمہارا کیا خیال ہے اگر کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گی؟ صحابہ نے عرض کیا: کوئی میل باقی نہیں رہے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللہ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اخلاقی فوائد: برائیوں سے روکنا اور پاکیزگی:

نماز انسان کے اخلاق کو سنوارتی ہے اور اسے برائیوں سے بچاتی ہے۔ یہ انسان کو نظم و ضبط، وقت کی پابندی اور پاکیزگی سکھاتی ہے۔

- **فحاشی و منکرات سے روکنا:** قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴿۴۵﴾

ترجمہ: "بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔" (سورۃ العنکبوت: 45)

ایک حقیقی نمازی کبھی بھی برے کاموں کی طرف مائل نہیں ہوتا کیونکہ نماز اسے اللہ کی یاد دلاتی ہے اور اس کے دل میں خوفِ خدا پیدا کرتی ہے۔

- **نظم وضبط اور وقت کی پابندی:** نماز مقررہ اوقات میں ادا کی جاتی ہے، جو انسان کو وقت کی پابندی اور نظم وضبط کا درس دیتی ہے۔ یہ عادت اس کی روزمرہ زندگی میں بھی مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔
- **صفائی و پاکیزگی:** نماز سے قبل وضو کرنا جسمانی پاکیزگی کا درس ہے۔ یہ عادت انسان کو ہر وقت صاف ستھرا رہنے کی ترغیب دیتی ہے۔
- **صبر و شکر:** نماز میں قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ کے دوران صبر اور شکر کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ انسان کو مشکل حالات میں بھی صبر کرنے اور اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی تربیت دیتی ہے۔

اجتماعی فوائد: اتحاد و یگانگت:

نماز صرف انفرادی عبادت نہیں بلکہ اس کے اجتماعی فوائد بھی بے شمار ہیں۔ باجماعت نماز مسلمانوں کے درمیان اتحاد، مساوات اور بھائی چارے کو فروغ دیتی ہے۔

- **مساوات کا درس:** مسجد میں امیر و غریب، حاکم و محکوم، کالے و گورے سب ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ مساوات کا عملی مظاہرہ ہے جو معاشرتی طبقاتی تقسیم کو ختم کرتا ہے۔
- **اتحاد و یگانگت:** ایک امام کی اقتدا میں سب کا ایک ساتھ رکوع و سجود کرنا مسلمانوں کے اتحاد کی بہترین مثال ہے۔ یہ انہیں ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے اور باہمی محبت کو بڑھاتا ہے۔
- **معاشرتی تعلقات کی مضبوطی:** باجماعت نماز کے ذریعے مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہیں، حال احوال پوچھتے ہیں اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ معاشرتی تعلقات کو مضبوط بناتا ہے۔
- **نظم وضبط اور اطاعت:** امام کی اطاعت میں سب کا ایک ساتھ حرکت کرنا نظم وضبط اور اطاعت کا درس دیتا ہے، جو ایک منظم معاشرے کی بنیاد ہے۔

باجماعت نماز کی فضیلت و حکمت:

اسلام نے باجماعت نماز کو انفرادی نماز پر فضیلت دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ باجماعت نماز انفرادی نماز سے ستائیس گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

"صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً"

ترجمہ: "باجماعت نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اس کی حکمت یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کرتی ہے، ان کے دلوں میں الفت پیدا کرتی ہے اور انہیں ایک دوسرے کا سہارا بننے کی ترغیب دیتی ہے۔ یہ اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے جہاں سب ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔

مسجد کا کردار اور اسلامی معاشرت:

مسجد اسلامی معاشرت کا مرکز ہے۔ یہ صرف نماز پڑھنے کی جگہ نہیں بلکہ مسلمانوں کے اجتماع، تعلیم و تربیت، مشاورت اور معاشرتی مسائل کے حل کا بھی ایک اہم پلیٹ فارم ہے۔ مسجدیں مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جوڑتی ہیں اور انہیں ایک مضبوط امت کی شکل دیتی ہیں۔

نماز کی عملی تطبیق: خشوع و خضوع:

نماز کی حقیقی روح خشوع و خضوع میں پنہاں ہے۔ صرف ظاہری حرکات ادا کرنا کافی نہیں بلکہ دل کی حاضری اور اللہ کی عظمت کا استحضار ضروری ہے۔ خشوع کا مطلب دل کا اللہ کے سامنے جھک جانا اور خضوع کا مطلب جسم کا اللہ کے سامنے عاجزی اختیار کرنا ہے۔ یہ دونوں کیفیات نماز کو ایک زندہ اور مؤثر عبادت بناتی ہیں۔

نماز کا انسانی زندگی پر اثر:

ایک باقاعدہ نمازی کی زندگی میں نظم و ضبط، پاکیزگی، اخلاقی بلندی اور روحانی سکون نمایاں ہوتا ہے۔ نماز اسے ہر قسم کی برائی سے بچاتی ہے اور اسے ایک بہترین انسان بناتی ہے جو نہ صرف اپنے خالق کا حق ادا کرتا ہے بلکہ مخلوق کے حقوق کا بھی خیال رکھتا ہے۔

حاصل کلام / نتیجہ بحث:

نماز اسلام کا ایک بنیادی اور جامع رکن ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو پر گہرے اور مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے، جو انسان کو روحانی سکون، اخلاقی پاکیزگی اور معاشرتی اتحاد عطا کرتا ہے۔ نماز کی فرضیت، اس کے بے شمار فوائد اور باجماعت

ادائیگی کی حکمتیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ہر مسلمان اسے خشوع و خضوع اور پابندی کے ساتھ ادا کرے تاکہ وہ دنیا و آخرت کی فلاح حاصل کر سکے۔ نماز در حقیقت ایک مکمل تربیتی نظام ہے جو ایک مثالی مسلمان اور ایک صالح معاشرے کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

سوال نمبر 2: زکوٰۃ کے نظام، اس کے معاشی و معاشرتی فوائد اور مصارفِ زکوٰۃ پر قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلی روشنی ڈالیں۔

تمہید:

اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن زکوٰۃ ہے، جو کلمہ اور نماز کے بعد سب سے زیادہ تاکید کے ساتھ بیان ہونے والی عبادت ہے۔ زکوٰۃ صرف ایک مالی عبادت نہیں بلکہ یہ ایک مکمل معاشی اور معاشرتی نظام ہے جو دولت کی منصفانہ تقسیم، غربت کے خاتمے اور معاشرے میں ہمدردی و بھائی چارے کے فروغ کا ضامن ہے۔ قرآن و سنت میں زکوٰۃ کی فرضیت، اس کے اصول و ضوابط اور مصارف کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ نہ صرف صاحبِ نصاب مسلمانوں پر فرض ہے بلکہ یہ ان کے مال کو پاک کرنے اور اس میں برکت ڈالنے کا بھی ذریعہ ہے۔ زیرِ نظر سوال میں زکوٰۃ کے نظام، اس کے معاشی و معاشرتی فوائد اور مصارفِ زکوٰۃ پر قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔

لغوی و اصطلاحی مفہوم:

- **لغوی مفہوم:** لفظ 'زکوٰۃ' عربی زبان کے لفظ 'زکٰی' سے ماخوذ ہے جس کے معنی پاکیزگی، بڑھوتری، نشوونما اور برکت کے ہیں۔
- **اصطلاحی مفہوم:** شریعت کی اصطلاح میں زکوٰۃ سے مراد وہ مخصوص مالی عبادت ہے جس میں صاحبِ نصاب مسلمان اپنے مال کے ایک مقررہ حصے کو، مخصوص شرائط کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں مستحقین کو ادا کرتا ہے۔ یہ مال کی پاکیزگی، اس میں برکت اور معاشرتی عدل و توازن کا ذریعہ ہے۔

قرآن میں زکوٰۃ کا حکم اور اہمیت:

قرآن مجید میں نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا حکم سینکڑوں مقامات پر دیا گیا ہے، جو اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔" (سورۃ البقرۃ: 43)

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: "اے نبی! ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لو جس کے ذریعے تم انہیں پاک کرو اور انہیں بڑھاؤ اور ان کے لیے دعا کرو، بے شک تمہاری دعا ان کے لیے باعثِ تسکین ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔" (سورۃ التوبہ: 103)

احادیث کی روشنی میں زکوٰۃ کی فرضیت:

نبی اکرم ﷺ نے زکوٰۃ کو اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک قرار دیا۔

- **اسلام کا رکن:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ، وَحَجِّ الْبَيْتِ"

ترجمہ: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

- **زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے وعید:** قرآن و حدیث میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

زکوٰۃ کا نظام اور اس کی بنیادیں:

زکوٰۃ کا نظام ایک منظم اور جامع مالیاتی نظام ہے جو چند بنیادی اصولوں پر قائم ہے۔

- **نصاب:** زکوٰۃ صرف اس شخص پر فرض ہے جو ایک مخصوص مقدار (نصاب) کا مالک ہو اور وہ مال ایک سال تک اس کے پاس موجود رہے۔
- **شرح:** مختلف اموال پر زکوٰۃ کی شرح مختلف ہے، مثلاً سونے، چاندی اور نقدی پر ڈھائی فیصد (2.5٪)، زرعی پیداوار پر دس فیصد (عشری) یا پانچ فیصد (نصف عشری)۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

- **ملکیتِ کاملہ:** مال پر مکمل ملکیت ہو اور وہ قرض سے پاک ہو۔
- **حصولِ ثواب:** زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ کی رضا اور ثواب کے لیے ہو۔

معاشی فوائد: دولت کی تقسیم اور غربت کا خاتمہ:

زکوٰۃ کا نظام اسلامی معیشت کا ایک اہم ستون ہے جو معاشی عدل و توازن قائم کرتا ہے۔

- **دولت کی منصفانہ تقسیم:** زکوٰۃ دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکتی ہے اور اسے معاشرے کے نچلے طبقے تک پہنچاتی ہے۔ یہ دولت کی گردش کو یقینی بناتی ہے۔
- **غربت کا خاتمہ:** زکوٰۃ غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی مالی مدد کرتی ہے، جس سے انہیں اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے اور معاشی طور پر خود کفیل ہونے کا موقع ملتا ہے۔
- **معاشی استحکام:** زکوٰۃ کا نظام معاشی عدم مساوات کو کم کرتا ہے اور معاشرے میں معاشی استحکام پیدا کرتا ہے۔ یہ غریبوں کی قوتِ خرید کو بڑھا کر مجموعی معیشت کو فعال کرتا ہے۔
- **سرمایہ کاری کی ترغیب:** زکوٰۃ کا حکم مال کو روکے رکھنے کے بجائے اسے گردش میں لانے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ رکا ہوا مال زکوٰۃ کے ذریعے کم ہوتا جاتا ہے۔ یہ سرمایہ کاری اور پیداواری سرگرمیوں کو فروغ دیتا ہے۔

معاشرتی فوائد: بھائی چارہ اور ہمدردی:

زکوٰۃ کے معاشرتی فوائد بھی بے شمار ہیں جو ایک صحت مند اور باہمی تعاون پر مبنی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔

- **باہمی ہمدردی و تعاون:** زکوٰۃ کے ذریعے امیر اور غریب کے درمیان ایک پل قائم ہوتا ہے۔ امیر غریبوں کی ضروریات کا احساس کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں، جس سے معاشرے میں ہمدردی اور تعاون کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔
- **معاشرتی امن و سکون:** جب غریبوں کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی ہیں تو معاشرے میں بے چینی، حسد اور جرائم میں کمی آتی ہے۔ زکوٰۃ معاشرتی امن و سکون کا باعث بنتی ہے۔

- **طبقاتی کشمکش کا خاتمہ:** زکوٰۃ کا نظام امیر اور غریب کے درمیان طبقاتی کشمکش کو ختم کرتا ہے اور انہیں ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے۔ یہ احساسِ محرومی کو کم کرتا ہے۔
- **تزکیہ نفس:** زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کے دل سے مال کی محبت کم ہوتی ہے اور اس میں سخاوت، ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ نفس کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ: قرآن کی روشنی میں آٹھ مدات:

قرآن مجید نے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 60 میں مصارفِ زکوٰۃ کو واضح طور پر بیان کیا ہے تاکہ زکوٰۃ کا مال صحیح جگہ پر خرچ ہو سکے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَل

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

حصہ چہارم: کثیر الانتخابی سوالات و معروضی بینک (Solved MCQs Bank)

سوال نمبر 1: کلمہ طیبہ کے دوسرے حصے میں کس چیز کا اقرار کیا جاتا ہے؟

- توحید
- رسالت
- آخرت
- نماز

✓ درست جواب: رسالت

وضاحت: کلمہ طیبہ کے دو بنیادی حصے ہیں: پہلا 'لا الہ الا اللہ' جو توحید کا اقرار ہے، اور دوسرا 'محمد رسول اللہ' جو حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار ہے۔

سوال نمبر 2: قرآن مجید میں نماز کی فرضیت کا حکم کتنی بار آیا ہے؟

- 700 سے زائد بار
- 500 سے زائد بار
- 300 سے زائد بار
- 100 سے زائد بار

✓ درست جواب: 700 سے زائد بار

وضاحت: قرآن حکیم میں نماز (صلاۃ) کا ذکر 700 سے زائد مقامات پر مختلف صیغوں اور انداز میں آیا ہے، جو اس کی عظیم اہمیت اور فرضیت کو ظاہر کرتا ہے۔

سوال نمبر 3: نماز کا سب سے اہم روحانی فائدہ کیا ہے؟

- گناہوں کی معافی
- جسمانی ورزش
- وقت کی پابندی
- معاشرتی ہم آہنگی

✓ درست جواب: گناہوں کی معافی

وضاحت: احادیث میں نماز کو گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا ہے، جیسے پانچ وقت کی نمازیں گناہوں کو اس طرح دھو دیتی ہیں جیسے نہر میں غسل کرنے سے میل کچیل دور ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر 4: باجماعت نماز ادا کرنے کا ثواب تنہا نماز ادا کرنے سے کتنا زیادہ ہے؟

- 27 گنا
- 10 گنا
- 50 گنا
- 70 گنا

✓ درست جواب: 27 گنا

وضاحت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ باجماعت نماز تنہا نماز سے 27 درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

سوال نمبر 5: زکوٰۃ کس اسلامی رکن کا حصہ ہے؟

- مالی عبادت
- جسمانی عبادت
- روحانی عبادت
- فکری عبادت

✓ درست جواب: مالی عبادت

وضاحت: زکوٰۃ اسلام کا ایک مالی رکن ہے جس میں صاحب نصاب مسلمان اپنے مال کا ایک مخصوص حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، یہ ایک مالی عبادت ہے۔

سوال نمبر 6: زکوٰۃ کا بنیادی معاشی فائدہ کیا ہے؟

- دولت کی گردش
- غربت کا خاتمہ
- سرمایہ کاری میں اضافہ
- حکومتی آمدنی میں اضافہ

✓ درست جواب: دولت کی گردش

وضاحت: زکوٰۃ کا نظام دولت کو چند ہاتھوں میں مرتکز ہونے سے روکتا ہے اور اسے معاشرے کے غریب اور مستحق افراد تک پہنچا کر دولت کی گردش کو یقینی بناتا ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 7: قرآن مجید میں زکوٰۃ کے کتنے مصارف بیان کیے گئے ہیں؟

- آٹھ
- سات
- چھ
- پانچ

✓ درست جواب: آٹھ

وضاحت: سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 60 میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف (فقراء، مساکین، عاملین علیہا، مؤلفۃ القلوب، فی الرقاب، غارمین، فی سبیل اللہ، ابن السبیل) تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

سوال نمبر 8: روزے کا سب سے اہم مقصد کیا ہے؟

- تقویٰ کا حصول
- بھوک پیاس کا احساس
- جسمانی صحت
- وقت کی پابندی

✓ درست جواب: تقویٰ کا حصول

وضاحت: قرآن مجید میں روزے کی فرضیت کا مقصد واضح طور پر 'لعلکم تتقون' (تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ) بیان کیا گیا ہے، یعنی تقویٰ کا حصول۔

سوال نمبر 9: روزہ انسان میں کون سی صفت پیدا کرتا ہے؟

- ضبطِ نفس
- خود غرضی
- بے صبری
- لاپرواہی

✓ درست جواب: ضبطِ نفس

وضاحت: روزہ انسان کو بھوک، پیاس اور دیگر خواہشات پر قابو پانے کی تربیت دیتا ہے، جس سے اس میں ضبطِ نفس اور خود احتسابی کی صفت پروان چڑھتی ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 10: حج کا سب سے اہم رکن کون سا ہے؟

- وقوفِ عرفات
- طوافِ کعبہ
- سعی بین الصفا والمروہ
- رمی جمرات

✓ درست جواب: وقوفِ عرفات

وضاحت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: 'الحج عرفہ' یعنی حج عرفہ کا نام ہے۔ وقوفِ عرفات حج کا سب سے بنیادی اور لازمی رکن ہے، اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 11: حج مسلمانوں کو کس چیز کا درس دیتا ہے؟

- عالمی اخوت و مساوات
- علاقائی اتحاد
- معاشی ترقی
- سیاسی قوت

✓ درست جواب: عالمی اخوت و مساوات

وضاحت: حج دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک ہی لباس (احرام) میں، ایک ہی مقصد کے لیے جمع کرتا ہے، جو عالمی اخوت، مساوات اور اتحاد کا بہترین مظہر ہے۔

سوال نمبر 12: جہاد کا لغوی معنی کیا ہے؟

- کوشش کرنا
- لڑنا
- حملہ کرنا
- دفاع کرنا

✓ درست جواب: کوشش کرنا

وضاحت: جہاد کا لغوی معنی کسی مقصد کے حصول کے لیے انتہائی کوشش کرنا، جدوجہد کرنا اور محنت کرنا ہے۔ یہ صرف قتال تک محدود نہیں بلکہ اس میں نفس، مال اور قلم کا جہاد بھی شامل ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 13: جہاد فی سبیل اللہ کی بنیادی شرط کیا ہے؟

- اللہ کی رضا اور دین کی سربلندی
- ذاتی مفاد
- علاقائی تسلط
- مالی فائدہ

✓ درست جواب: اللہ کی رضا اور دین کی سربلندی

وضاحت: قرآن و سنت کی رو سے جہاد صرف اللہ کی رضا، دین کی سربلندی اور ظلم کے خاتمے کے لیے کیا جاتا ہے، نہ کہ ذاتی، نسلی یا علاقائی مفادات کے لیے۔

سوال نمبر 14: ارکانِ اسلام کی درست ترتیب کیا ہے؟

- کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج
- کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج
- کلمہ، روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج
- کلمہ، زکوٰۃ، نماز، روزہ، حج

✓ درست جواب: کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج

وضاحت: حدیث جبریل اور دیگر احادیث میں ارکانِ اسلام کی ترتیب یہی بیان کی گئی ہے: شہادتین (کلمہ)، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔

سوال نمبر 15: اسلام کے بنیادی ارکان کتنے ہیں؟

- پانچ
- چار
- چھ
- سات

✓ درست جواب: پانچ

وضاحت: حدیث نبوی ﷺ کے مطابق اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے: کلمہ شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، اور حج۔

یونٹ نمبر 3 (کل 9 میں سے)

یونٹ 3: سیرت النبی ﷺ - مکی دور (ولادت سے ہجرتِ مدینہ تک)

ضخامت: 9,910 الفاظ • مستند تصنیف برائے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی طلبہ

حصہ اول: باب کا مفصل خلاصہ، درسی مباحث اور اہم نظریات

باب کا مفصل تعارف اور مقاصدِ تدریس

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کورس کوڈ 416، اسلامیات لازمی، کا یونٹ نمبر 3، "سیرت النبی ﷺ - مکی دور (ولادت سے ہجرتِ مدینہ تک)"، سیرتِ طیبہ کے اس انتہائی اہم اور بنیادی حصے کا احاطہ کرتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت سے لے کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ یہ دور اسلام کی بنیادوں، اس کی دعوت کے ابتدائی مراحل، اور راہِ حق میں پیش آنے والی بے مثال قربانیوں کا آئینہ دار ہے۔ اس باب کا مطالعہ ہمیں اس بات سے روشناس کراتا ہے کہ کس طرح ایک ایسے معاشرے میں جہاں شرک، جہالت، اور اخلاقی پستی عام تھی، اللہ کے آخری رسول ﷺ نے صبر، استقامت، اور حکمت کے ساتھ توحید کا پیغام بلند کیا اور ایک ایسی جماعت تیار کی جو بعد میں دنیا کی عظیم ترین قوت بن کر ابھری۔

مقاصدِ تدریس: اس یونٹ کے اختتام پر طلبہ و طالبات درج ذیل اہداف حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں گے:

- بعثت سے قبل عرب کے مذہبی، اخلاقی، اور سیاسی حالات کا گہرائی سے تجزیہ کر سکیں گے اور ان حالات کے پس منظر میں اسلام کی آمد کی ضرورت کو سمجھ سکیں گے۔
- نبی اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت، بچپن، اور جوانی کے اہم واقعات، خصوصاً حلف الفضول میں آپ ﷺ کی شرکت کی اہمیت کو جان سکیں گے۔
- بعثتِ نبوی اور آغازِ وحی کے واقعات کو تفصیل سے بیان کر سکیں گے اور دعوتِ اسلام کے ابتدائی مراحل (دعوتِ سرّی اور علانیہ) کی حکمتوں کو سمجھ سکیں گے۔
- قریش کی مخالفت، ان کے مظالم، اور مسلمانوں کی استقامت کی داستانوں سے عبرت حاصل کر سکیں گے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

- ہجرتِ حبشہ، شعبِ ابی طالب کے محاصرے، اور عام الحزن جیسے واقعات کے اسباب و نتائج کا ادراک کر سکیں گے۔
- سفر طائف اور واقعہ معراج کے روحانی اور عملی اسباق کو اپنی زندگیوں میں شامل کر سکیں گے۔
- بیعتِ عقبہ اولیٰ و ثانیہ کی اہمیت اور ہجرتِ مدینہ کے اسباب و تاریخ کو مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کر سکیں گے۔
- سیرتِ نبوی کے مکی دور سے انفرادی و اجتماعی زندگی کے لیے رہنمائی حاصل کر سکیں گے اور عصرِ حاضر کے فکری شبہات کا مدلل جواب دے سکیں گے۔

اہم درسی عنوانات کی تفصیلی و تحقیقی تشریح

1. بعثت سے قبل عرب کے مذہبی، اخلاقی، اور سیاسی حالات

نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل جزیرہ نما عرب ایک ایسے دور سے گزر رہا تھا جسے تاریخ میں 'دورِ جاہلیت' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ نام اس لیے دیا گیا کہ اس دور میں لوگ علم و ہدایت سے محروم تھے اور جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے۔

- مذہبی حالات:

عرب میں بت پرستی عام ہو چکی تھی۔ خانہ کعبہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے لیے تعمیر کیا تھا، 360 بتوں کا مسکن بن چکا تھا۔ ہر قبیلے کا اپنا مخصوص بت ہوتا تھا، جن میں ہبل، لات، منات، اور عزیٰ نمایاں تھے۔ لوگ ان بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے، ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے، اور ان سے اپنی حاجات طلب کرتے تھے۔ اس کے علاوہ، یہودیت اور نصرانیت کے پیروکار بھی موجود تھے، لیکن ان کے عقائد بھی تحریف شدہ تھے اور وہ اپنی اصل تعلیمات سے ہٹ چکے تھے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو 'حنفی' کہلاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم رہتے ہوئے توحید کے قائل تھے، جیسے ورقہ بن نوفل، لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی۔ جادو ٹونا، کہانت، اور توہم پرستی بھی معاشرے کا حصہ تھی۔

قرآنی تناظر: اگرچہ یہ آیت عمومی ہے، لیکن یہ اس وقت کے عالمی اور علاقائی فساد کی عکاسی کرتی ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (الروم:41)

ترجمہ: "خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کے سبب، تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے، شاید کہ وہ باز آ جائیں۔"

ویب سائٹ:aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس:0324-5836626

- اخلاقی حالات:

اخلاقی پستی عروج پر تھی۔ شراب نوشی، جوا، زنا، اور سود خوری عام تھی۔ قبائلی عصبیت اور فخر و مباہات کی وجہ سے معمولی باتوں پر کئی کئی سال تک خونریز جنگیں جاری رہتیں، جن میں ہزاروں افراد لقمہ اجل بن جاتے۔ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا ایک عام رواج تھا، جسے وہ اپنی عزت کا مسئلہ سمجھتے تھے۔ کمزوروں پر ظلم، یتیموں کا مال ہڑپ کرنا، اور غلاموں کے ساتھ وحشیانہ سلوک معمول تھا۔ تاہم، ان تاریک پہلوؤں کے باوجود، کچھ اعلیٰ اخلاقی اقدار بھی موجود تھیں، جیسے مہمان نوازی، ایفائے عہد، شجاعت، اور سخاوت۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد انہی اچھی صفات کو مکمل کرنا تھا۔

حدیثِ مبارکہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

« إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ »

(موطأ الإمام مالک: کتاب حسن الخلق، باب ماجاء في حسن الخلق؛ مسند أحمد: 8952)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ میں بہترین اخلاق کی تکمیل کروں۔"

- سیاسی حالات:

جزیرہ نما عرب میں کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی، بلکہ قبائلی نظام رائج تھا۔ ہر قبیلہ خود مختار تھا اور اپنے سردار کے ماتحت تھا۔ قبائل کے درمیان اتحاد کی بجائے رقابت اور دشمنی عام تھی۔ مکہ میں قریش کا قبیلہ اپنی تجارتی حیثیت اور خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے ممتاز تھا، لیکن ان کی بالادستی بھی مکمل نہیں تھی۔ جزیرہ نما عرب کے شمال میں بازنطینی (رومی) اور مشرق میں ساسانی (فارسی) سلطنتیں موجود تھیں، جن کا اثر عرب کے سرحدی علاقوں پر تھا۔ یہ سلطنتیں بھی آپس میں برسرپیکار رہتی تھیں، جس سے خطے میں سیاسی عدم استحکام مزید بڑھ جاتا تھا۔

2. ولادتِ باسعادت

لغوی و اصطلاحی تعریف: 'ولادت' کا معنی ہے پیدا ہونا۔ 'باسعادت' کا مطلب ہے برکتوں اور سعادتوں والی۔ اصطلاحاً، ولادتِ باسعادت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی مبارک پیدائش ہے، جو انسانی تاریخ کا سب سے عظیم واقعہ ہے۔

آپ ﷺ کی ولادت عام الفیل (ہاتھیوں کے سال) میں ہوئی، جب ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کے ذریعے اس کے لشکر کو تباہ کر دیا تھا۔ یہ واقعہ 570 یا 571 عیسوی کا ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی، اکثر مؤرخین کے نزدیک 12 ربیع الاول بروز پیر کی تاریخ ہے۔ آپ ﷺ کے والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا، جو آپ ﷺ کی ولادت سے قبل ہی وفات پا چکے تھے، اور والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بنت وہب تھا۔

آپ ﷺ کی پرورش پہلے آپ کی والدہ نے کی، پھر عرب کے رواج کے مطابق آپ کو دودھ پلانے کے لیے حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا گیا۔ حلیمہ سعدیہ کے گھر آپ ﷺ نے چار سے پانچ سال گزارے، جہاں آپ ﷺ نے عربی زبان کی فصاحت و بلاغت سیکھی اور صحرائی زندگی کی سادگی اور سختی کو اپنایا۔ اسی دوران شقِ صدر کا واقعہ پیش آیا، جب فرشتے نے آپ ﷺ کا سینہ چاک کر کے دل کو پاک کیا۔ چھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کی والدہ بھی وفات پا گئیں، اور آپ ﷺ مکمل طور پر یتیم ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی کفالت آپ کے دادا عبد المطلب نے کی، اور ان کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ ﷺ کو اپنی کفالت میں لے لیا اور آخری دم تک آپ ﷺ کی حمایت کرتے رہے۔

قرآنی تناظر:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الانبیاء:107)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔"

یہ آیت آپ ﷺ کی ولادت کے مقصد اور آپ کی ذاتِ مبارکہ کی عالمگیر رحمت کو بیان کرتی ہے۔

3. حلف الفضول

لغوی و اصطلاحی تعریف: 'حلف' کا معنی ہے قسم یا معاہدہ، اور 'فضول' کا معنی ہے فضیلت والے لوگ یا زائد، لیکن یہاں مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے فضیلت اور نیکی کا کام کیا۔ اصطلاحاً، حلف الفضول ایک اخلاقی معاہدہ تھا جو بعثت سے قبل مکہ کے چند باضمیر نوجوانوں نے مظلوموں کی حمایت اور ظالموں کے خلاف کھڑے ہونے کے لیے کیا تھا۔

واقعہ: نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک تقریباً 20 سال تھی جب یہ واقعہ پیش آیا۔ ایک یمنی تاجر اپنا مال فروخت کرنے مکہ آیا۔ اس کا مال عاص بن وائل سہمی نے خرید لیا، لیکن اس کی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے لگا۔ یمنی تاجر نے قریش کے سرداروں سے مدد طلب کی، لیکن کسی نے اس کی مدد نہ کی۔ بالآخر اس نے کوہِ ابو قبیس پر چڑھ کر بلند آواز سے اپنی مظلومیت کا اعلان کیا۔ اس دلخراش پکار پر مکہ کے چند باضمیر اور شریف النفس لوگ، جن میں زبیر بن عبد المطلب (نبی ﷺ کے چچا)، عبد اللہ

بن جدعان، اور دیگر شامل تھے، جمع ہوئے اور انہوں نے ایک معاہدہ کیا کہ وہ آئندہ کسی بھی مظلوم کو اس کا حق دلائے بغیر نہیں چھوڑیں گے، خواہ وہ مکہ کا ہو یا باہر کا۔ نبی اکرم ﷺ بھی اس معاہدے میں شریک تھے۔

حدیثِ مبارکہ:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«لَقَدْ شَهِدْتُ فِي دَارِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ، وَلَوْ دُعِيتُ بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ»

(مسند أحمد: 1656؛ السنن الكبرى للبيهقي: 12041)

ترجمہ: "حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ایک ایسا معاہدہ دیکھا ہے کہ مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ بھی پسند نہیں، اور اگر مجھے اسلام میں بھی اس کی طرف بلایا جائے تو میں ضرور قبول کروں گا۔"

اسباق: یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کی اخلاقی شخصیت کی عظمت، عدل و انصاف کی قدر، اور مظلوموں کی حمایت کے جذبے کو نمایاں کرتا ہے، جو آپ ﷺ کی نبوت سے قبل ہی آپ ﷺ کی ذات میں موجود تھا۔ یہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ اسلام سے پہلے بھی انسانیت میں عدل و انصاف کی قدر کرنے والے لوگ موجود تھے۔

4. بعثت اور آغازِ وحی

لغوی و اصطلاحی تعریف: 'بعثت' کا لغوی معنی ہے اٹھانا یا بھیجنا۔ اصطلاحاً، بعثت سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو رسالت کے منصب پر فائز کرنا اور آپ ﷺ پر وحی کا آغاز ہے۔ 'وحی' کا لغوی معنی ہے خفیہ اشارہ یا پیغام۔ اصطلاحاً، وحی وہ الہامی پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء و رسل پر نازل فرماتا ہے۔

واقعہ: نبی اکرم ﷺ اپنی جوانی سے ہی مکہ کے بگڑے ہوئے حالات سے پریشان رہتے تھے۔ آپ ﷺ اکثر مکہ سے باہر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کائنات پر غور و فکر فرماتے۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 40 سال ہوئی، تو ماہِ رمضان المبارک کی ایک مبارک رات میں، جب آپ ﷺ غارِ حرا میں مصروفِ عبادت تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر حاضر ہوئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو سینے سے لگایا اور فرمایا: "اقرأ" (پڑھو!)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ما أنا بقارئ" (میں پڑھنے والا نہیں ہوں)۔ جبرائیل علیہ السلام نے دوبارہ اور سہ بارہ یہی عمل دہرایا، اور ہر بار آپ ﷺ نے یہی جواب دیا۔ بالآخر جبرائیل علیہ السلام نے سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات تلاوت فرمائیں:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (1) خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ (2) اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (3) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (4) عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (5)﴾ (العلق: 1-5)

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

ترجمہ: "پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا (1) جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا (2) پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے (3) جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا (4) جس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا (5)۔"

آپ ﷺ اس غیر معمولی تجربے سے لرزتے ہوئے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي" (مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو)۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو انجیل کے عالم تھے۔ ورقہ نے سارا واقعہ سن کر فرمایا: "یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔" آپ ﷺ نے پوچھا: "کیا وہ مجھے نکالیں گے؟" ورقہ نے کہا: "ہاں، جب بھی کوئی شخص وہ پیغام لے کر آیا جو آپ لائے ہیں، اس سے دشمنی کی گئی۔" اس طرح نبوت کا آغاز ہوا۔

پہلی وحی کے بعد کچھ عرصے کے لیے وحی کا سلسلہ رک گیا، جسے 'فترتِ وحی' کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، جن میں آپ ﷺ کو دعوتِ دین کا حکم دیا گیا:

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (1) قُمْ فَأَنذِرْ (2) وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (3) وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (4) وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (5)﴾ (المدثر: 1-5)

ترجمہ: "اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے (1) اٹھو اور ڈراؤ (2) اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو (3) اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو (4) اور بتوں سے کنارہ کشی اختیار کرو (5)۔"

یہ آیات دعوتِ اسلام کے آغاز کا حکم تھیں اور اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے اپنی رسالت کا فرض ادا کرنا شروع کر دیا۔

5. دعوتِ اسلام کے ابتدائی مراحل

نبی اکرم ﷺ نے دعوتِ اسلام کا آغاز انتہائی حکمت اور تدبر کے ساتھ کیا۔ یہ مرحلہ دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: دعوتِ سرّی (خفیہ دعوت) اور دعوتِ علانیہ (اعلانیہ دعوت)۔

- **دعوتِ سرّی (خفیہ دعوت):**

بعثت کے بعد ابتدائی تین سال تک نبی اکرم ﷺ نے خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مکہ کا معاشرہ بت پرستی میں غرق تھا اور توحید کا پیغام ان کے لیے بالکل نیا اور ناقابلِ قبول تھا۔ اگر شروع ہی میں کھلم کھلا دعوت دی جاتی تو شدید ردِ عمل کا سامنا کرنا پڑتا، جس سے دعوت کا کام متاثر ہو سکتا تھا۔ اس مرحلے میں آپ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں، دوستوں، اور بااعتماد افراد کو اسلام کی دعوت دی۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ (جو اس وقت بچے تھے)، آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، اور آپ ﷺ کے گہرے دوست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر کئی اور اہم شخصیات نے اسلام قبول کیا، جیسے حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم۔

اس دوران مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر کو مرکز بنایا گیا، جسے 'دارِ ارقم' کہا جاتا ہے۔ یہاں مسلمان خفیہ طور پر جمع ہوتے، قرآن کی تعلیم حاصل کرتے، اور اسلامی اخلاق و آداب سیکھتے۔

- دعوتِ علانیہ (اعلانیہ دعوت):

جب مسلمانوں کی تعداد ایک معقول حد تک پہنچ گئی اور وہ مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت کو علانیہ کرنے کا حکم نازل ہوا:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ (الحجر:94)

ترجمہ: "پس آپ جس بات کا حکم دیے گئے ہیں اسے کھول کر بیان کر دیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لیں۔"

اس حکم کے بعد نبی اکرم ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کے تمام قبائل کو پکارا اور جب وہ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: "اگر میں تمہیں بتاؤں کہ

ویب سائٹ:aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس:0324-5836626

حصہ دوم: درسی کتاب کی حل شدہ خود آزمائی مشق اور اہم امتحانی مختصر سوالات

درسی کتاب کی خود آزمائی مشق کے حل شدہ سوالات (Solved Textbook Exercises)

سوال نمبر 1: بعثت سے قبل عرب کے مذہبی، اخلاقی اور سیاسی حالات پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔

بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل جزیرہ نما عرب، خصوصاً مکہ، جہالت، شرک اور اخلاقی پستی کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ یہ وہ دور تھا جسے تاریخ میں "زمانہ جاہلیت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس دور کے مذہبی، اخلاقی اور سیاسی حالات درج ذیل ہیں:

1. مذہبی حالات: مذہبی اعتبار سے عرب کا معاشرہ مکمل طور پر شرک میں ڈوبا ہوا تھا۔ خانہ کعبہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے لیے تعمیر کیا تھا، بتوں سے بھر دیا گیا تھا۔ قریش نے 360 بت کعبہ کے اندر اور ارد گرد نصب کر رکھے تھے، جن میں ہبل، لات، منات اور عزیٰ سب سے زیادہ مشہور تھے۔ یہ لوگ ان بتوں کی پوجا کرتے، ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے اور ان سے اپنی حاجات طلب کرتے تھے۔ اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک مانتے تھے، لیکن بتوں کو اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس شرک کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ یہودی اور عیسائی مذاہب سے بھی تعلق رکھتے تھے، جبکہ چند لوگ (حنفی) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم تھے اور بت پرستی سے بیزار تھے۔ تاہم، مجموعی طور پر شرک اور توہم پرستی کا غلبہ تھا۔

2. اخلاقی حالات: اخلاقی پستی اپنے عروج پر تھی۔ معاشرہ متعدد برائیوں کا شکار تھا۔

- شراب نوشی اور جوا: شراب نوشی اور جوا عام تھا اور اسے فخر کی علامت سمجھا جاتا تھا۔
- سود خوری: سود کا کاروبار عام تھا اور غریبوں کا استحصال کیا جاتا تھا۔
- قتل و غارت گری: قبائلی عصبیت اور معمولی باتوں پر سالوں تک خونریز جنگیں جاری رہتی تھیں، جن میں ہزاروں افراد لقمہ اجل بن جاتے تھے۔ "جنگ بسوس" اور "جنگ داحس و غبراء" اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔
- عورتوں کی حالت: عورتوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ انہیں وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا عام رواج تھا۔ انہیں محض ایک متاع سمجھا جاتا تھا اور ان کے حقوق نہ ہونے کے برابر تھے۔

- غلامی: غلاموں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا اور ان کی کوئی سماجی حیثیت نہیں تھی۔

اس کے باوجود کچھ اخلاقی خوبیاں بھی موجود تھیں جیسے مہمان نوازی، وعدے کی پاسداری، شجاعت اور فیاضی، لیکن یہ خوبیاں قبائلی عصبیت اور ذاتی مفادات کے تابع تھیں۔

3. سیاسی حالات: سیاسی طور پر جزیرہ نما عرب میں کوئی مرکزی حکومت یا منظم ریاستی ڈھانچہ موجود نہیں تھا۔ پورا علاقہ مختلف قبائل میں بٹا ہوا تھا، اور ہر قبیلہ اپنی خود مختار ریاست کی حیثیت رکھتا تھا۔ قبائلی سردار اپنے قبیلے کے معاملات میں مکمل بااختیار ہوتے تھے۔ مکہ میں قریش کا قبیلہ اپنی تجارتی سرگرمیوں اور خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے نمایاں حیثیت رکھتا تھا، لیکن ان کی حکمرانی بھی قبائلی نظام کے تحت ہی تھی۔ قبائل کے درمیان اتحاد و اتفاق کی بجائے رقابت اور دشمنی عام تھی۔ اس سیاسی انتشار نے معاشرتی بے چینی اور لاقانونیت کو جنم دے رکھا تھا۔

خلاصہ یہ کہ بعثت سے قبل عرب ایک ایسے معاشرے کی تصویر پیش کرتا تھا جہاں مذہبی گمراہی، اخلاقی انحطاط اور سیاسی انتشار اپنے عروج پر تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب انسانیت کو ایک ایسے رہنما کی اشد ضرورت تھی جو اسے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔ اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ اس بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کر سکیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس دور کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (الاحزاب: 21)

(بیشک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔) یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آمد اس بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کے لیے ایک کامل نمونہ تھی۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 2: حلف الفضول کی اہمیت اور اس کے مقاصد بیان کریں۔

حلف الفضول ایک اہم معاہدہ تھا جو بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل مکہ میں قائم ہوا اور اس میں نبی اکرم ﷺ نے بھی شرکت فرمائی۔ یہ معاہدہ عرب کے قبائلی معاشرے میں عدل و انصاف کے قیام اور مظلوموں کی حمایت کے لیے ایک روشن مثال ہے۔

پس منظر: زمانہ جاہلیت میں مکہ میں کوئی مرکزی حکومتی نظام نہیں تھا جو عدل و انصاف قائم کر سکے۔ طاقتور قبائل کمزوروں پر ظلم کرتے تھے اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا تھا۔ اسی دوران ایک یمنی تاجر مکہ آیا اور اس نے اپنا مال عاص بن وائل سہمی کو فروخت کیا، لیکن عاص نے اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ یمنی تاجر نے قریش کے مختلف سرداروں سے مدد مانگی، لیکن کسی نے اس کی مدد نہ کی۔ بالآخر اس نے کوہ ابو قبیس پر چڑھ کر اپنی مظلومیت کا نوحہ پڑھا اور قریش کے غیرت مند افراد کو پکارا۔

حلف الفضول کا قیام: یمنی تاجر کی فریاد سن کر قریش کے کچھ غیرت مند سرداروں، جن میں زبیر بن عبد المطلب (نبی اکرم ﷺ کے چچا) پیش پیش تھے، نے محسوس کیا کہ اس طرح کی زیادتیوں سے مکہ کی ساکھ خراب ہو رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ایک اجتماع منعقد کیا اور باہمی عہد و پیمان کیا کہ:

1. وہ مکہ میں کسی بھی مظلوم کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔
2. وہ ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں گے، خواہ وہ مکہ کا باشندہ ہو یا باہر سے آیا ہوا مسافر۔
3. وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک مظلوم کو اس کا حق نہ دلوا دیں۔
4. وہ عدل و انصاف کے قیام کے لیے ہمیشہ متحد رہیں گے۔

اس معاہدے میں قریش کے کئی اہم قبائل، جیسے بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تیم، شامل ہوئے۔ اس معاہدے کو 'حلف الفضول' کا نام دیا گیا، کیونکہ اس میں شامل ہونے والے افراد نے فضیلت اور عدل کے لیے حلف اٹھایا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کی شرکت اور اہمیت: نبی اکرم ﷺ اس وقت جوانی کی دہلیز پر تھے اور آپ ﷺ نے بھی اس معاہدے میں شرکت فرمائی۔ آپ ﷺ کو اس معاہدے پر فخر تھا اور بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ اس کا ذکر خیر فرماتے تھے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں ایک ایسے معاہدے میں شریک تھا کہ اگر مجھے اسلام میں بھی اس کی طرف بلایا جاتا تو میں ضرور لبیک کہتا۔" (مسند احمد)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ حلف الفضول کے مقاصد اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تھے۔

مقاصد اور اہمیت: حلف الفضول کے بنیادی مقاصد اور اہمیت درج ذیل ہیں:

- عدل و انصاف کا قیام: اس کا سب سے اہم مقصد مکہ میں عدل و انصاف قائم کرنا اور لاقانونیت کا خاتمہ کرنا تھا۔
- مظلوموں کی حمایت: یہ معاہدہ کمزوروں اور مظلوموں کے لیے ایک پناہ گاہ تھا، جہاں انہیں ظالموں کے خلاف مدد مل سکتی تھی۔
- ظلم کا سدباب: اس نے طاقتوروں کو ظلم کرنے سے روکا اور انہیں یہ احساس دلایا کہ ان کے ظلم کا حساب لیا جائے گا۔
- اخلاقی اقدار کا احیاء: یہ معاہدہ اس بات کا ثبوت تھا کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو اخلاقی اقدار اور انسانی حقوق کی پاسداری کو اہم سمجھتے تھے۔
- نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا حصہ: نبی اکرم ﷺ کی اس میں شرکت آپ ﷺ کی عدل پسندی، انسانی ہمدردی اور معاشرتی اصلاح کی خواہش کو ظاہر کرتی ہے، جو آپ ﷺ کی نبوت سے قبل کی زندگی کا ایک روشن پہلو ہے۔ یہ اسلام کے بنیادی اصولوں، یعنی عدل و انصاف اور حقوق العباد کی پاسداری کا پیش خیمہ تھا۔

حلف الفضول ایک ایسا معاہدہ تھا جس نے زمانہ جاہلیت کے تاریک دور میں عدل و انصاف کی ایک شمع روشن کی اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے ایک اہم پہلو کو اجاگر کیا۔

سوال نمبر 3: قریش کی مخالفت اور مظالم کے اہم اسباب اور ان کے رد عمل میں مسلمانوں کی استقامت پر بحث کریں۔

جب نبی اکرم ﷺ نے دعوتِ اسلام کا آغاز کیا اور توحید کا پیغام عام کرنا شروع کیا تو قریش نے شدید مخالفت کا مظاہرہ کیا۔ یہ مخالفت محض ذاتی عناد پر مبنی نہیں تھی بلکہ اس کے گہرے مذہبی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی اسباب تھے۔

قریش کی مخالفت کے اہم اسباب:

1. مذہبی اسباب: قریش بت پرستی کے علمبردار تھے اور ان کے لیے آباءواجداد کا دین چھوڑنا ناقابل قبول تھا۔ خانہ کعبہ میں موجود بت ان کی مذہبی شناخت کا حصہ تھے اور اسلام کا پیغام توحید ان کے لیے ایک چیلنج تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ بتوں کی نفی ان کے مذہبی اقتدار کو ختم کر دے گی۔
2. معاشی اسباب: خانہ کعبہ کی وجہ سے مکہ ایک اہم تجارتی اور مذہبی مرکز تھا۔ بتوں کی موجودگی کی وجہ سے دور دراز سے لوگ حج و عمرہ کے لیے آتے تھے، جس سے قریش کی معیشت پھلتی پھولتی تھی۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر بت پرستی ختم ہو گئی تو ان کی معاشی سرگرمیاں متاثر ہوں گی اور ان کا تجارتی مقام خطرے میں پڑ جائے گا۔
3. سماجی اور سیاسی اسباب: قریش کا معاشرہ قبائلی سرداری پر مبنی تھا۔ ہر قبیلے کا اپنا سردار ہوتا تھا اور ان کے درمیان ایک خاص درجہ بندی تھی۔ اسلام نے مساوات کا درس دیا اور تمام انسانوں کو برابر قرار دیا، خواہ وہ کسی بھی قبیلے یا نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ بات قریش کے سرداروں کو ناگوار گزری جو اپنی سماجی برتری اور سیاسی اقتدار کو خطرے میں محسوس کرتے تھے۔ انہیں یہ بھی خوف تھا کہ اگر محمد ﷺ کی دعوت کامیاب ہو گئی تو ان کی اپنی سرداری اور قیادت ختم ہو جائے گی۔
4. آبائی روایات سے چمٹے رہنا: عرب اپنی آبائی روایات اور رسم و رواج پر بہت فخر کرتے تھے۔ اسلام نے ان کی بہت سی روایات (جیسے بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا، شراب نوشی، جوا) کو باطل قرار دیا، جو انہیں پسند نہیں تھا۔
5. حسد اور تکبر: قریش کے بعض سرداروں کو نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر حسد تھا کہ یہ منصب بنو ہاشم کو کیوں ملا۔ وہ اپنے تکبر کی وجہ سے ایک یتیم اور بظاہر کمزور شخص کی اطاعت قبول کرنے کو تیار نہیں تھے۔

قریش کے مظالم: مخالفت کے ساتھ ساتھ قریش نے مسلمانوں پر شدید مظالم بھی ڈھائے:

- جسمانی اذیتیں: حضرت بلال حبشیؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ اور ان کے والدین (حضرت سمیہؓ کو شہید کر دیا گیا) جیسے کمزور مسلمانوں کو شدید جسمانی اذیتیں دی گئیں۔ انہیں تپتی ریت پر لٹایا جاتا، کوڑے مارے جاتے اور بھوکا پیاسا رکھا جاتا۔
- سماجی بائیکاٹ: بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعبِ ابی طالب میں تین سال تک محصور کر دیا گیا، جہاں انہیں خوراک اور پانی کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑا۔
- نبی اکرم ﷺ پر حملے: نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دی گئیں، پتھر مارے گئے، راستے میں کانٹے بچھائے گئے اور نماز کی حالت میں آپ ﷺ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی گئی۔
- ہجرت پر مجبور کرنا: مظالم اتنے بڑھ گئے کہ مسلمانوں کو دو بار حبشہ ہجرت کرنا پڑی اور بالآخر نبی اکرم ﷺ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو مدینہ ہجرت کا حکم ہوا۔

مسلمانوں کی استقامت اور رد عمل: ان شدید مظالم کے باوجود مسلمانوں نے حیرت انگیز استقامت اور صبر کا مظاہرہ کیا۔

- صبر و تحمل: نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو صبر کی تلقین فرمائی اور انہیں اللہ کی رضا پر راضی رہنے کا درس دیا۔ حضرت بلالؓ جیسے صحابہ 'احد احد' کی صدا بلند کرتے رہے۔
- ثابت قدمی: کسی بھی مسلمان نے دین اسلام سے دستبرداری اختیار نہیں کی، سوائے چند افراد کے جنہوں نے شدید اذیتوں کے باعث بظاہر کلمہ کفر کہا لیکن دل سے ایمان پر قائم رہے۔
- ہجرت: مسلمانوں نے ظلم سے بچنے اور اپنے دین کو محفوظ رکھنے کے لیے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ استقامت کی ایک عملی شکل تھی۔
- اللہ پر توکل: مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ پر کامل توکل تھا کہ وہی ان کا حامی و ناصر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کو اجر عظیم کی بشارت دی ہے:

"إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ" (الزمر: 10)

(بیشک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔)

مسلمانوں کی یہ استقامت اور ثابت قدمی ہی تھی جس نے اسلام کی جڑوں کو مضبوط کیا اور بالآخر اسے فتح و کامرانی سے ہمکنار کیا۔

سوال نمبر 4: ہجرتِ حبشہ کے اسباب، واقعات اور اس کے اثرات پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔

ہجرتِ حبشہ اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے جو مکی دور میں پیش آیا۔ یہ مسلمانوں کی استقامت، نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد کی ایک روشن مثال ہے۔

ہجرتِ حبشہ کے اسباب:

1. قریش کے مظالم: مکہ میں مسلمانوں پر قریش کے مظالم حد سے بڑھ گئے تھے۔ انہیں جسمانی اذیتیں دی جاتی تھیں، سماجی بائیکاٹ کیا جاتا تھا اور ان کی جان و مال کو خطرہ لاحق تھا۔
2. نبی اکرم ﷺ کا حکم: جب مظالم ناقابل برداشت ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا، کیونکہ وہاں کا بادشاہ نجاشی ایک عادل اور انصاف پسند حکمران تھا۔
3. محفوظ پناہ گاہ کی تلاش: مسلمانوں کو ایک ایسی جگہ کی ضرورت تھی جہاں وہ اپنے دین پر آزادی سے عمل کر سکیں اور قریش کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں۔ حبشہ (موجودہ ایتھوپیا) اس وقت ایک عیسائی سلطنت تھی اور اس کے بادشاہ نجاشی کی شہرت عدل و انصاف کے حوالے سے تھی۔

ہجرت کے واقعات: ہجرتِ حبشہ دو مراحل میں ہوئی:

1. پہلی ہجرت (5 نبوی، 615 عیسوی): رجب 5 نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا قافلہ رات کی تاریکی میں مکہ سے روانہ ہوا اور بحیرہ احمر کے ساحل پر پہنچ کر ایک تجارتی کشتی کے ذریعے حبشہ پہنچا۔ ان میں حضرت عثمان غنیؓ اور ان کی زوجہ حضرت رقیہؓ (نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی) بھی شامل تھیں۔ قریش کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے تعاقب کیا لیکن مسلمان محفوظ مقام پر پہنچ چکے تھے۔
2. دوسری ہجرت (6 نبوی، 616 عیسوی): جب قریش کے مظالم میں مزید شدت آ گئی اور مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ مکہ میں حالات بہتر ہو گئے ہیں (جو کہ غلط ثابت ہوئی)، تو کچھ مسلمان واپس آ گئے، لیکن حالات بدستور خراب تھے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ اس بار 83 مرد اور 18 عورتوں پر مشتمل ایک بڑا قافلہ حبشہ روانہ ہوا۔ اس قافلے کی قیادت حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کر رہے تھے۔

قریش کا ردعمل اور نجاشی کے دربار میں پیشی: قریش کو جب دوسری ہجرت کا علم ہوا تو وہ سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے دو ذہین افراد، عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو بیش بہا تحائف کے ساتھ نجاشی کے دربار میں بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو واپس لے آئیں۔ انہوں نے نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ اپنے آبائی دین سے پھر گئے ہیں اور ایک نیا دین لے آئے ہیں جو نہ عیسائیت ہے اور نہ یہودیت۔ نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان سے ان کے دین

کے بارے میں پوچھا۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک نہایت فصیح و بلیغ تقریر کی، جس میں انہوں نے زمانہ جاہلیت کے حالات، نبی اکرم ﷺ کی بعثت، اسلام کی تعلیمات اور قریش کے مظالم کو بیان کیا۔ انہوں نے قرآن مجید کی سورہ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت کیں، جنہیں سن کر نجاشی اور اس کے درباریوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

نجاشی نے قریش کے وفد کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ لوگ مظلوم ہیں اور انہیں مکمل تحفظ دیا جائے گا۔ اس نے قریش کے تحائف بھی واپس کر دیے اور مسلمانوں کو حبشہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔

ہجرتِ حبشہ کے اثرات:

1. مسلمانوں کو پناہ: اس ہجرت نے مظلوم مسلمانوں کو قریش کے ظلم سے نجات دلائی اور انہیں ایک محفوظ پناہ گاہ فراہم کی۔
2. اسلام کی تبلیغ: حبشہ میں مسلمانوں نے اسلام کی تبلیغ کی اور نجاشی سمیت کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ یہ اسلام کی عالمگیریت کا پہلا عملی ثبوت تھا۔
3. قریش کی ناکامی: قریش کی یہ کوشش کہ مسلمانوں کو واپس لایا جائے، ناکام ہو گئی، جس سے ان کی ساکھ کو نقصان پہنچا اور مسلمانوں کا حوصلہ بلند ہوا۔
4. نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی: یہ ہجرت نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی کا حصہ تھی کہ مشکل حالات میں مسلمانوں کو ایک محفوظ مقام پر منتقل کیا جائے تاکہ دین کی حفاظت ہو سکے۔
5. بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد: اس واقعے نے اسلامی ریاست کے مستقبل کے لیے بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد رکھی۔
6. مسلمانوں کا حوصلہ: اس ہجرت نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کیے اور انہیں یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہے۔

ہجرتِ حبشہ نے مکی دور میں مسلمانوں کو ایک نئی زندگی دی اور اسلام کی بقا اور اشاعت میں کلیدی کردار ادا کیا۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 5: واقعہ معراج کے اہم اسباق اور اس کی روحانی اہمیت بیان کریں۔

واقعہ معراج، جسے اسراء و معراج بھی کہا جاتا ہے، نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا ایک عظیم معجزہ اور روحانی سفر ہے جو ہجرتِ مدینہ سے تقریباً ایک سال قبل پیش آیا۔ یہ سفر دو حصوں پر مشتمل ہے: اسراء (رات کا سفر) جس میں آپ ﷺ کو مکہ سے بیت المقدس لے جایا گیا، اور معراج (بلندی کی طرف چڑھنا) جس میں آپ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

واقعہ معراج کا پس منظر: یہ واقعہ 'عام الحزن' (غم کے سال) کے بعد پیش آیا، جب نبی اکرم ﷺ کو اپنے چچا ابو طالب اور زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کا شدید صدمہ پہنچا تھا۔ طائف کے سفر میں بھی آپ ﷺ کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ایسے کٹھن حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو یہ عظیم روحانی سفر عطا فرمایا تاکہ آپ ﷺ کی تسلی ہو اور آپ ﷺ کو مستقبل کے لیے حوصلہ ملے۔

واقعہ معراج کے اہم اسباق:

1. نماز کی فرضیت اور اہمیت: معراج کا سب سے اہم اور عملی سبق نماز کی فرضیت ہے۔ یہ وہ موقع تھا جب پانچ وقت کی نمازیں فرض کی گئیں اور یہ مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم تحفہ قرار پائیں۔ نماز کو مومن کی معراج کہا گیا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے بندہ اپنے رب سے براہ راست ہم کلام ہوتا ہے۔
2. نبی اکرم ﷺ کی عظمت: یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کی عظمت، شان اور اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ کے بلند مقام کا ثبوت ہے۔ آپ ﷺ کو تمام انبیاء کی امامت کا شرف حاصل ہوا اور سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے جانے کی سعادت ملی، جہاں تک کسی اور مخلوق کی رسائی نہیں۔
3. ایمان بالغیب کی آزمائش: یہ واقعہ مسلمانوں کے ایمان بالغیب کی آزمائش بھی تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ نے اس کا ذکر کیا تو مشرکین نے مذاق اڑایا، لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بغیر کسی تردد کے اس کی تصدیق کی اور 'صدیق' کا لقب پایا۔ یہ اس بات کا سبق ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہر بات پر بلا چون و چرا ایمان لایا جائے۔
4. مسلمانوں کے لیے تسلی: یہ واقعہ مسلمانوں کے لیے ایک تسلی کا باعث تھا کہ اگرچہ دنیا میں انہیں مشکلات کا سامنا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور دین کے حامی و ناصر ہیں۔ یہ مستقبل میں اسلام کی فتح و کامرانی کا پیش خیمہ تھا۔
5. بیت المقدس کی اہمیت: اسراء کا سفر بیت المقدس تک ہوا، جو مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے اور انبیاء کرام کی سرزمین ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام تمام انبیاء کے دین کا تسلسل ہے اور بیت المقدس مسلمانوں کے لیے ایک مقدس مقام ہے۔

6. عالمگیر نبوت: بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت کرانا اس بات کی علامت ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء کے سردار اور تمام انسانیت کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں۔

واقعہ معراج کی روحانی اہمیت:

1. اللہ تعالیٰ سے براہ راست ملاقات: یہ ایک ایسا روحانی تجربہ تھا جس میں نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہم کلامی کا شرف حاصل کیا، جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہوا۔ یہ آپ ﷺ کے روحانی مقام کی انتہا تھی۔
2. غیبی حقائق کا مشاہدہ: آپ ﷺ نے جنت و دوزخ، عرش و کرسی اور دیگر غیبی حقائق کا مشاہدہ فرمایا، جس سے آپ ﷺ کا یقین مزید پختہ ہو گیا۔
3. قلبی تسکین: 'عام الحزن' کے بعد یہ سفر نبی اکرم ﷺ کے لیے قلبی تسکین اور روحانی تقویت کا باعث بنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے محبوب بندے کے لیے ایک خاص انعام تھا۔
4. امت کے لیے رہنمائی: اس سفر کے ذریعے امت محمدیہ ﷺ کو نماز جیسا عظیم تحفہ ملا، جو روحانی ترقی اور اللہ سے تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورہ اسراء کی پہلی آیت میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا:

"سُ

ویب سائٹ:aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس:0324-5836626

حصہ سوم: امتحانی 20 نمبر والے تفصیلی سوالات و جوابات (Mark Exam Standard-20)

سوال نمبر 1: بعثت سے قبل عرب کے مذہبی، اخلاقی، اور سیاسی حالات کا تفصیلی جائزہ لیں اور بتائیں کہ ایسے ماحول میں نبوت کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

تمہید اور لغوی و اصطلاحی مفہوم

بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل جزیرہ نما عرب ایک ایسے معاشرتی، اخلاقی اور روحانی انحطاط کا شکار تھا جسے تاریخ میں "دورِ جاہلیت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جاہلیت کا لفظ "جہل" سے نکلا ہے جس کے معنی لاعلمی، نادانی اور جہالت کے ہیں۔ لیکن اصطلاحاً یہ صرف علم کی کمی نہیں بلکہ حقائق سے روگردانی، اخلاقی پستی، اور الٰہی ہدایت سے محرومی کی کیفیت کو بیان کرتا ہے۔ یہ وہ دور تھا جب انسانیت اپنی اصل سے بھٹک چکی تھی اور ہر شعبہ زندگی میں بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔ اس تاریک دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ انسانیت کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کے نور کی طرف لایا جا سکے۔ اس سوال میں ہم بعثت سے قبل عرب کے مذہبی، اخلاقی اور سیاسی حالات کا تفصیلی جائزہ لیں گے اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ ایسے ماحول میں نبوت کی ضرورت کیوں ناگزیر ہو چکی تھی۔

قرآنی آیات مع عربی متن و ترجمہ اور مستند احادیث کے دلائل

قرآن مجید نے دورِ جاہلیت کے حالات کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے اور نبوت کی ضرورت پر زور دیا ہے:

- قرآنی آیت:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

ترجمہ: "وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔" (سورۃ الجمعہ: 2)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ بعثت سے قبل لوگ کھلی گمراہی میں تھے اور نبی ﷺ کا مقصد انہیں پاک کرنا اور کتاب و حکمت سکھانا تھا۔

- قرآنی آیت:

وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا

ترجمہ: "اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔" (سورۃ آل عمران: 103)

یہ آیت عربوں کی اس حالت کو بیان کرتی ہے جہاں وہ جہنم کے دہانے پر کھڑے تھے اور اسلام نے انہیں نجات دلائی۔

- حدیث نبوی ﷺ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ" (میں بہترین اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔) (موطا امام مالک، مسند احمد)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بعثت کا ایک اہم مقصد اخلاقی اقدار کو بلند کرنا اور جاہلیت کے اخلاقی انحطاط کو ختم کرنا تھا۔

تفصیلی ذیلی سرخیاں

1. مذہبی حالات: بت پرستی اور شرک کا غلبہ

بعثت سے قبل عرب میں بت پرستی اپنے عروج پر تھی۔ خانہ کعبہ جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے لیے تعمیر کیا تھا، 360 بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر قبیلے کا اپنا مخصوص بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔ لات، منات، عزیٰ اور ہبل سب سے بڑے بت تھے۔ یہ لوگ اللہ کو مانتے تھے لیکن اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بت اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔ یہ شرک ہر مذہبی رسم و رواج میں سرایت کر چکا تھا۔

2. مذہبی حالات: دیگر مذاہب کی موجودگی

بت پرستی کے علاوہ عرب میں کچھ یہودی قبائل (مدینہ اور خیبر میں) اور عیسائی (نجران اور شام کی سرحدوں پر) بھی آباد تھے۔ ان مذاہب کے پیروکار بھی اپنی اصل تعلیمات سے ہٹ چکے تھے اور ان میں بھی شرک و بدعات داخل ہو چکی تھیں۔ کچھ لوگ حنیف بھی تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر

قائم تھے اور بت پرستی سے بیزار تھے، لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی۔

3. اخلاقی حالات: قبائلی عصبیت اور جنگ و جدل

عرب معاشرے کی سب سے بڑی اخلاقی بیماری قبائلی عصبیت (Tribalism) تھی۔ ہر قبیلہ اپنے آپ کو برتر سمجھتا تھا اور ذرا سی بات پر سالوں تک جنگیں جاری رہتی تھیں۔ ان جنگوں میں ہزاروں جانیں ضائع ہوتیں اور کوئی اخلاقی اصول نہیں ہوتا تھا۔ "بَسُوس" کی جنگ چالیس سال تک جاری رہی جس میں ہزاروں افراد ہلاک ہوئے۔ یہ عصبیت عدل و انصاف کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔

4. اخلاقی حالات: شراب نوشی اور جوّا

شراب نوشی اور جوّا عرب معاشرے میں عام تھا۔ یہ دونوں برائیاں نہ صرف افراد کو تباہ کرتی تھیں بلکہ خاندانوں اور قبائل میں بھی فساد کا باعث بنتی تھیں۔ شراب کو فخر اور بہادری کی علامت سمجھا جاتا تھا اور جوّا بازی میں لوگ اپنا سب کچھ ہار جاتے تھے۔

5. اخلاقی حالات: خواتین کا مقام اور زندہ درگور کرنا

عرب معاشرے میں خواتین کا مقام انتہائی پست تھا۔ انہیں وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا اور ان پر ہر قسم کے مظالم روا رکھے جاتے تھے۔ بیٹیوں کی پیدائش کو عار سمجھا جاتا تھا اور بہت سے لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، جسے "وَأد البنات" کہا جاتا ہے۔ قرآن نے اس فعل کی شدید مذمت کی ہے۔

6. اخلاقی حالات: غلامی اور طبقاتی تقسیم

غلامی کا نظام عام تھا۔ غلاموں کو جانوروں سے بدتر سمجھا جاتا تھا اور ان پر ہر قسم کے ظلم و ستم کیے جاتے تھے۔ معاشرہ امیر و غریب، آزاد اور غلام کے طبقات میں تقسیم تھا اور غریبوں اور کمزوروں کا کوئی پرسانِ حال نہیں تھا۔

7. سیاسی حالات: مرکزی حکومت کا فقدان

جزیرہ نما عرب میں کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی جو تمام قبائل کو ایک لڑی میں پرو سکے۔ ہر قبیلہ خود مختار تھا اور اپنے قوانین پر عمل پیرا تھا۔ اس کی وجہ سے لاقانونیت، بدامنی اور انتشار کا دور دورہ تھا۔ مکہ میں اگرچہ قریش کو خانہ کعبہ کی وجہ سے کچھ مرکزی حیثیت حاصل تھی، لیکن وہ بھی پورے عرب پر حکمرانی

نہیں کرتے تھے۔

8. سیاسی حالات: بیرونی طاقتوں کا اثر ورسوخ

عرب کے شمال میں بازنطینی (رومی) اور مشرق میں ساسانی (فارسی) سلطنتیں موجود تھیں جو عرب کے سرحدی علاقوں پر اپنا اثر ورسوخ رکھتی تھیں۔ یہ دونوں بڑی طاقتیں عرب قبائل کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتی تھیں اور ان کے درمیان تصادم کو ہوا دیتی تھیں۔

9. معاشی حالات: سود اور استحصال

معاشی نظام سود پر مبنی تھا جس کی وجہ سے امیر مزید امیر اور غریب مزید غریب ہوتے چلے جاتے تھے۔ کمزوروں کا استحصال عام تھا اور دولت چند ہاتھوں میں مرتکز تھی۔ تجارت میں بھی بے ایمانی اور ناپ تول میں کمی عام تھی۔

10. معاشرتی حالات: جہالت اور توہم پرستی

علم و ادب کا فقدان تھا اور اکثریت ان پڑھ تھی۔ توہم پرستی، جادو ٹونے اور نجومیوں پر یقین عام تھا۔ لوگ ستاروں کے اثرات اور بدشگونیوں پر یقین رکھتے تھے اور ان کے فیصلے عقل و دلیل کی بجائے وہم و گمان پر مبنی ہوتے تھے۔

11. نبوت کی ضرورت: روحانی خلاء

عرب معاشرہ روحانی طور پر مکمل طور پر کھوکھلا ہو چکا تھا۔ توحید کی جگہ شرک نے لے لی تھی اور اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق کی بجائے بتوں کے ذریعے وسیلے تلاش کیے جاتے تھے۔ اس روحانی خلاء کو پر کرنے کے لیے ایک ایسے نبی کی ضرورت تھی جو لوگوں کو دوبارہ اللہ کی وحدانیت کی طرف بلائے۔

12. نبوت کی ضرورت: اخلاقی انحطاط کا خاتمہ

اخلاقی پستی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ انسانیت شرمندہ تھی۔ قبائلی عصبیت، قتل و غارت گری، شراب نوشی، جوّا، اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا عام تھا۔ ان برائیوں کو جڑ سے اکھاڑنے اور انسانیت کو اخلاقی بلندیوں پر پہنچانے کے لیے ایک ایسے معلمِ اخلاق کی ضرورت تھی جو اپنی ذات میں بھی اسوہ حسنہ ہو۔

13. نبوت کی ضرورت: عدل و مساوات کا قیام

معاشرے میں عدل و انصاف کا فقدان تھا۔ طاقتور کمزوروں پر ظلم کرتے تھے اور کوئی ایسا نظام نہیں تھا جو سب کے لیے مساوات قائم کر سکے۔ نبوت کی ضرورت تھی تاکہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جہاں رنگ، نسل، زبان اور حیثیت کی بنیاد پر کوئی تفریق نہ ہو اور سب کے حقوق برابر ہوں۔

14. نبوت کی ضرورت: توحید کی بحالی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دینِ حنیف کو فراموش کر دیا گیا تھا اور شرک نے ہر طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تعلیمات کو دوبارہ زندہ کرنے اور لوگوں کو صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلانے کے لیے ایک نبی کی ضرورت تھی جو اس پیغام کو اپنی پوری قوت سے پیش کرے۔

15. نبوت کی ضرورت: عالمی رہنمائی

یہ صرف عرب کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ پوری دنیا اس وقت جہالت اور گمراہی کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ رومی اور فارسی سلطنتیں بھی اخلاقی اور روحانی انحطاط کا شکار تھیں۔ لہٰذا، ایک ایسے عالمی رہنما کی ضرورت تھی جو صرف عرب کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ بنے۔

عملی و اخلاقی تطبیق

بعثت سے قبل کے حالات کا مطالعہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جب انسان الٰہی ہدایت سے روگردانی کرتا ہے تو اس کا معاشرہ کس قدر پستی کا شکار ہو جاتا ہے۔ آج بھی دنیا میں جہاں کہیں بھی الٰہی تعلیمات سے دوری اختیار کی جاتی ہے، وہاں اخلاقی انحطاط، قبائلی یا نسلی عصبیت، ظلم و ناانصافی اور روحانی بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ ہمیں اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اپنی زندگیوں اور معاشروں کو قرآن و سنت کی روشنی میں ڈھالیں تاکہ ہم اس دورِ جاہلیت کی برائیوں سے بچ سکیں۔ عدل، مساوات، اخوت اور توحید کے اصولوں پر کاربند رہنا ہی فلاح کا راستہ ہے۔

حاصلِ کلام / نتیجہ بحث

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بعثت سے قبل عرب معاشرہ مذہبی، اخلاقی اور سیاسی اعتبار سے مکمل طور پر بگاڑ کا شکار تھا۔ بت پرستی، قبائلی عصبیت، ظلم و ستم، شراب نوشی، جوّا اور خواتین کی تذلیل عام تھی۔ کوئی مرکزی نظام نہیں تھا اور انسانیت روحانی و اخلاقی طور پر بھٹک چکی تھی۔ ایسے تاریک ماحول میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ انسانیت کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر توحید کے نور، اخلاقِ حسنہ اور عدل و مساوات کی راہ پر

گامزن کریں۔ آپ ﷺ کی بعثت انسانیت کے لیے ایک عظیم رحمت اور نجات کا پیغام تھی۔ آپ نے ایک ایسے معاشرے کو جو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھا، ایک مثالی اسلامی ریاست میں تبدیل کر دیا جس نے دنیا کو تہذیب و تمدن اور علم و حکمت کے نئے راستے دکھائے۔

سوال نمبر 2: مکی دور میں دعوتِ اسلام کے ابتدائی مراحل اور قریش کی مخالفت و مظالم کا تفصیلی جائزہ لیں اور بتائیں کہ ان حالات میں مسلمانوں نے کس استقامت کا مظاہرہ کیا؟

تمہید اور لغوی و اصطلاحی مفہوم

مکی دور دعوتِ اسلام کا وہ ابتدائی اور انتہائی کٹھن مرحلہ ہے جو بعثت سے لے کر ہجرتِ مدینہ تک تقریباً تیرہ سال پر محیط ہے۔ اس دور میں نبی اکرم ﷺ نے توحید کا پیغام پیش کیا اور ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی جو شرک، جہالت اور ظلم سے پاک ہو۔ "دعوتِ اسلام" سے مراد اللہ کے دین کی طرف بلانا اور اس کے احکامات کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔ "مخالفت" سے مراد کسی بات یا عمل کی ضد کرنا اور اسے روکنے کی کوشش کرنا ہے، جبکہ "مظالم" سے مراد ظلم و ستم اور ناانصافی ہے۔ اس دور میں قریش نے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام پر بے پناہ مظالم ڈھائے، لیکن مسلمانوں نے کمال استقامت کا مظاہرہ کیا جو تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔ یہ سوال مکی دور میں دعوت کے مراحل، قریش کی مخالفت کی وجوہات اور مظالم کی نوعیت، اور مسلمانوں کی بے مثال استقامت کا احاطہ کرے گا۔

قرآنی آیات مع عربی متن و ترجمہ اور مستند احادیث کے دلائل

قرآن مجید نے دعوتِ اسلام کے ابتدائی مراحل اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کیا ہے:

- قرآنی آیت (دعوت کا آغاز):

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ

ترجمہ: "پس جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، اسے کھول کر بیان کر دو اور مشرکوں سے اعراض کرو۔" (سورۃ الحجر: 94)

یہ آیت نبی ﷺ کو علانیہ دعوت کا حکم دیتی ہے، جس کے بعد قریش کی مخالفت میں شدت آئی۔

- قرآنی آیت (مخالفت پر صبر):

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ

ترجمہ: "اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اس سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے۔ پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جایئے۔" (سورۃ الحجر: 97-98)

یہ آیت نبی ﷺ کو قریش کی باتوں پر صبر اور اللہ کی عبادت میں پناہ لینے کی تلقین کرتی ہے۔

- قرآنی آیت (استقامت کی مثال):

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

ترجمہ: "بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر قائم رہے، تو ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (سورۃ الاحقاف: 13)

یہ آیت استقامت اختیار کرنے والوں کے لیے بشارت ہے۔

- حدیث نبوی ﷺ (مظالم پر صبر):

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے شکایت کی جب قریش کی طرف سے ان پر بہت زیادہ تشدد کیا جا رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں میں ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک شخص کو زمین میں گڑھا کھود کر اس میں کھڑا کر دیا جاتا تھا، پھر آری لا کر اس کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیے جاتے تھے، لیکن یہ چیز اسے اس کے دین سے نہیں پھیر سکتی تھی۔" (صحیح بخاری)

یہ حدیث مسلمانوں کو استقامت کی تلقین کرتی ہے اور سابقہ امتوں کے صبر کی مثال پیش کرتی ہے۔

تفصیلی ذیلی سرخیاں

1. دعوتِ اسلام کے ابتدائی مراحل: خفیہ دعوت (پہلے تین سال)

بعثت کے بعد ابتدائی تین سال نبی اکرم ﷺ نے خفیہ طور پر دعوت کا کام کیا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کو اسلام کی دعوت دی۔ حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت زید بن حارثہؓ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے۔ اس مرحلے میں دارِ ارقم کو مرکز بنایا گیا جہاں مسلمان چھپ کر نمازیں ادا کرتے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس حکمت عملی کا مقصد یہ تھا کہ ایک مضبوط بنیادی جماعت تیار کی جائے جو بعد میں علانیہ دعوت کے لیے تیار ہو۔

2. دعوتِ اسلام کے ابتدائی مراحل: علانیہ دعوت کا آغاز (چوتھا سال)

تین سال بعد جب سورۃ الحجر کی آیت 94 نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کو علانیہ دعوت دی۔ آپ ﷺ نے انہیں اللہ کی وحدانیت اور آخرت کے بارے میں بتایا۔ یہ علانیہ دعوت قریش کے لیے ایک چیلنج تھی، کیونکہ یہ ان کے آبائی دین اور بت پرستی کے خلاف تھی۔

3. قریش کی مخالفت کی وجوہات: مذہبی تعصب

قریش اپنے آبائی دین اور بت پرستی پر سختی سے قائم تھے۔ وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے آباء و اجداد کے دین کو غلط قرار دیا جائے۔ خانہ کعبہ میں موجود بت ان کی مذہبی شناخت کا حصہ تھے۔

4. قریش کی مخالفت کی وجوہات: معاشی مفادات

خانہ کعبہ میں بتوں کی موجودگی کی وجہ سے مکہ تجارت کا مرکز تھا اور قریش کو اس سے بہت فائدہ ہوتا تھا۔ انہیں ڈر تھا کہ اگر بت پرستی ختم ہو گئی تو ان کی معاشی بالادستی ختم ہو جائے گی۔

5. قریش کی مخالفت کی وجوہات: سماجی و سیاسی برتری کا خوف

قریش مکہ کے حکمران تھے اور انہیں اپنی سماجی و سیاسی برتری پر فخر تھا۔ اسلام نے مساوات کا درس دیا جو ان کی طبقاتی تقسیم اور خاندانی فخر کے خلاف تھا۔ انہیں یہ بھی خوف تھا کہ اگر نبی ﷺ کی دعوت کامیاب ہو گئی تو ان کی سرداری ختم ہو جائے گی۔

6. قریش کے مظالم: زبانی ایذا رسانی اور طعن و تشنیع

قریش نے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو زبانی طور پر ایذا پہنچانا شروع کیا۔ آپ ﷺ کو جادوگر، شاعر، کاہن اور دیوانہ کہا گیا۔ قرآن کو پرانے لوگوں کی کہانیاں قرار دیا گیا۔ مسلمانوں کو گالیاں دی جاتیں اور ان کا مذاق اڑایا جاتا۔

7. قریش کے مظالم: جسمانی تشدد

جب زبانی ایذا رسانی سے بات نہ بنی تو قریش نے جسمانی تشدد کا راستہ اپنایا۔ نبی اکرم ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا، نماز پڑھتے ہوئے اونٹ کی اوجھڑی ڈالی جاتی۔ حضرت بلالؓ کو تپتی ریت پر لٹایا جاتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھے جاتے، حضرت سمیہؓ کو شہید کر دیا گیا، حضرت عمارؓ اور ان کے والدین پر بے پناہ ظلم ڈھائے گئے۔

8. قریش کے مظالم: سماجی بائیکاٹ (شعبِ ابی طالب کا محاصرہ)

جب تمام حربے ناکام ہو گئے تو قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا سماجی اور معاشی بائیکاٹ کر دیا۔ یہ خاندان تین سال تک شعبِ ابی طالب میں محصور رہا۔ اس دوران انہیں کھانے پینے کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں درختوں کے پتے اور چمڑے کھا کر گزارا کرنا پڑا۔ یہ بائیکاٹ انسانیت سوز تھا۔

9. قریش کے مظالم: ہجرتِ حبشہ پر مجبور کرنا

مظالم کی شدت اس قدر بڑھ گئی کہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ دو بار مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تاکہ وہ اپنے دین پر آزادی سے عمل کر سکیں۔ قریش نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو بھی مسلمانوں کو واپس کرنے کے لیے وفد بھیجا لیکن وہ ناکام رہے۔

10. مسلمانوں کی استقامت: نبی اکرم ﷺ کا صبر و تحمل

نبی اکرم ﷺ نے خود سب سے زیادہ مظالم برداشت کیے لیکن کبھی ہمت نہیں ہاری۔ آپ ﷺ کا صبر و تحمل اور اللہ پر کامل توکل مسلمانوں کے لیے بہترین مثال تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی بددعا نہیں دی بلکہ ہمیشہ ہدایت کی دعا کی۔

11. مسلمانوں کی استقامت: صحابہ کرام کی ثابت قدمی

حضرت بلالؓ، حضرت سمیہؓ، حضرت عمارؓ، حضرت خبابؓ جیسے صحابہ کرام نے بے پناہ تشدد کے باوجود اپنے ایمان سے روگردانی نہیں کی۔ ان کی ثابت قدمی نے دعوتِ اسلام کو مزید تقویت بخشی۔

12. مسلمانوں کی استقامت: قرآن کی تعلیمات سے رہنمائی

قرآن مجید کی آیات نے مسلمانوں کو صبر، استقامت اور اللہ پر توکل کی تلقین کی۔ یہ آیات ان کے لیے تسلی اور حوصلے کا باعث بنتی تھیں۔

13. مسلمانوں کی استقامت: عقیدہ توحید پر پختگی

صحابہ کرام کا عقیدہ توحید پر پختہ یقین تھا کہ اللہ ہی واحد معبود ہے اور وہی ہر مشکل میں مدد کرنے والا ہے۔ یہی یقین ان کی استقامت کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔

14. مسلمانوں کی استقامت: ہجرت کا جذبہ

دین کی خاطر وطن چھوڑ کر ہجرت کرنا بھی استقامت کی ایک عظیم مثال ہے۔ مسلمانوں نے اپنے گھر بار، رشتہ دار اور مال و اسباب چھوڑ کر حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی تاکہ وہ اپنے دین پر عمل کر سکیں۔

عملی و اخلاقی تطبیق

مکی دور میں دعوتِ اسلام اور مسلمانوں کی استقامت ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ حق کی راہ میں مشکلات اور آزمائشیں ضرور آتی ہیں، لیکن صبر اور ثابت قدمی سے ہی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ آج بھی جب ہم دین کی دعوت دیتے ہیں یا حق پر قائم رہنے کی کوشش کرتے ہیں، تو ہمیں مخالفت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ ان حالات میں ہمیں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی سیرت سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے، صبر سے کام لینا چاہیے، اللہ پر توکل کرنا چاہیے اور اپنے عقیدے پر پختہ رہنا چاہیے۔ یہ استقامت ہی ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار کرے گی۔

حاصلِ کلام / نتیجہ بحث

مکی دور دعوتِ اسلام کا ایک انتہائی مشکل مگر بنیادی مرحلہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے حکمت اور تدبر سے پہلے خفیہ اور پھر علانیہ دعوت کا آغاز کیا۔ قریش نے اپنے مذہبی، معاشی اور سیاسی مفادات کے تحفظ کے لیے اس دعوت کی شدید مخالفت کی اور مسلمانوں پر ہر قسم کے مظالم ڈھائے جن میں زبانی ایذا رسانی، جسمانی تشدد، سماجی بائیکاٹ اور ہجرت پر مجبور کرنا شامل تھا۔ لیکن ان تمام مظالم کے باوجود نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے بے مثال صبر، ثابت قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اپنے عقیدہ توحید پر پختگی دکھائی، قرآن کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کی اور دین کی خاطر ہر قربانی دینے کو تیار رہے۔ یہ استقامت ہی تھی جس نے دعوتِ اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کیا اور بعد میں مدینہ میں ایک اسلامی ریاست کے قیام کی راہ ہموار کی۔ یہ دور تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے جو ہر مسلمان کے لیے صبر، استقامت اور اللہ پر توکل کا درس ہے۔

سوال نمبر 3: عام الحزن، سفر طائف، اور واقعہ معراج کے پس منظر، واقعات اور ان سے حاصل ہونے والے اسباق کا تفصیلی تجزیہ کریں۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

حصہ چہارم: کثیر الانتخابی سوالات و معروضی بینک (Solved MCQs Bank)

سوال نمبر 1: بعثت سے قبل عرب میں سب سے زیادہ رائج مذہب کون سا تھا؟

- یہودیت
- عیسائیت
- بت پرستی
- مجوسیت

✓ درست جواب: بت پرستی

وضاحت: بعثت سے قبل عرب میں کعبہ کے گرد 360 بت رکھے ہوئے تھے اور بت پرستی عام تھی، ہر قبیلے کا اپنا مخصوص بت ہوتا تھا۔

سوال نمبر 2: رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کس مشہور واقعے کے سال ہوئی؟

- عام الحزن
- عام الفیل
- ہجرتِ حبشہ
- فتح مکہ

✓ درست جواب: عام الفیل

وضاحت: رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی، جب یمن کے بادشاہ ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ کعبہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی، جس کا ذکر قرآن پاک میں سورۃ الفیل میں ہے۔

سوال نمبر 3: حلف الفضول کا بنیادی مقصد کیا تھا؟

- جنگوں کا خاتمہ
- تجارت کا فروغ
- مظلوموں کی حمایت اور حق دلانا
- قبیلوں میں اتحاد

✓ درست جواب: مظلوموں کی حمایت اور حق دلانا

وضاحت: حلف الفضول ایک معاہدہ تھا جو مکہ کے چند سرداروں نے کیا تھا تاکہ مظلوموں کو ان کا حق دلایا جا سکے۔ نبی اکرم ﷺ نے بعثت کے بعد بھی اس کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ اگر مجھے آج بھی اس میں شرکت کی دعوت دی جائے تو میں ضرور شریک ہوں گا۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 4: پہلی وحی کس مقام پر نازل ہوئی؟

- غارِ ثور
- غارِ حرا
- کوہِ صفا
- مسجد الحرام

✓ درست جواب: غارِ حرا

وضاحت: نبی اکرم ﷺ غارِ حرا میں عبادت میں مشغول تھے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی وحی (سورۃ العلق کی ابتدائی آیات) لے کر آئے۔

سوال نمبر 5: دعوتِ اسلام کے ابتدائی مراحل میں کتنے سال تک خفیہ تبلیغ کی گئی؟

- 1 سال
- 3 سال
- 5 سال
- 7 سال

✓ درست جواب: 3 سال

وضاحت: ابتدائی تین سال تک نبی اکرم ﷺ نے خفیہ طور پر دعوتِ اسلام دی، جس کے بعد اللہ کے حکم سے اعلانیہ تبلیغ شروع ہوئی (سورۃ الشعراء آیت 214)۔

سوال نمبر 6: قریش نے مسلمانوں پر سب سے زیادہ ظلم و ستم کس کے کہنے پر کیا؟

- ابو سفیان
- ابو جہل
- ولید بن مغیرہ
- عتبہ بن ربیعہ

✓ درست جواب: ابو جہل

وضاحت: ابو جہل اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا اور اس نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے، خاص طور پر کمزور مسلمانوں کو نشانہ بنایا۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 7: پہلی ہجرتِ حبشہ میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً کتنی تھی؟

- 10
- 15
- 20
- 25

✓ درست جواب: 15

وضاحت: پہلی ہجرتِ حبشہ میں 11 مرد اور 4 عورتیں شامل تھیں، کل 15 افراد نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تاکہ قریش کے مظالم سے بچ سکیں۔

سوال نمبر 8: شعبِ ابی طالب میں بنو ہاشم کا سماجی اور اقتصادی بائیکاٹ کتنے عرصے تک جاری رہا؟

- 1 سال
- 2 سال
- 3 سال
- 4 سال

✓ درست جواب: 3 سال

وضاحت: قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا تین سال تک سماجی اور اقتصادی بائیکاٹ کیا، جس کے دوران انہیں شعبِ ابی طالب میں محصور کر دیا گیا اور ان سے خرید و فروخت بند کر دی گئی تھی۔

سوال نمبر 9: عام الحزن (غم کا سال) میں رسول اللہ ﷺ کے کون سے دو قریبی رشتہ دار وفات پا گئے؟

- حضرت ابو بکر اور حضرت عمر
- حضرت خدیجہ اور حضرت ابو طالب
- حضرت عثمان اور حضرت علی
- حضرت حمزہ اور حضرت عباس

✓ درست جواب: حضرت خدیجہ اور حضرت ابو طالب

وضاحت: عام الحزن میں رسول اللہ ﷺ کی پیاری زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے چچا اور سرپرست حضرت ابو طالب وفات پا گئے، جس سے آپ ﷺ کو شدید غم ہوا۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 10: رسول اللہ ﷺ نے طائف کا سفر کس مقصد کے لیے کیا تھا؟

- تجارت
- رشتہ داری
- دعوتِ اسلام
- جنگ

✓ درست جواب: دعوتِ اسلام

وضاحت: عام الحزن کے بعد جب مکہ میں دعوتِ اسلام کے راستے مسدود ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے طائف کا سفر کیا تاکہ وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، اگرچہ وہاں بھی آپ ﷺ کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

سوال نمبر 11: واقعہ معراج میں رسول اللہ ﷺ کو کس آسمانی سفر پر لے جایا گیا؟

- غارِ حرا سے کعبہ
- کعبہ سے مدینہ
- مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر آسمانوں کا سفر
- مکہ سے طائف

✓ درست جواب: مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر آسمانوں کا سفر

وضاحت: واقعہ معراج میں نبی اکرم ﷺ کو رات کے وقت مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک (اسراء) اور پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر (معراج) کرائی گئی، جہاں آپ ﷺ کو نماز کا تحفہ عطا ہوا۔

سوال نمبر 12: بیعتِ عقبہ اولیٰ میں مدینہ کے کتنے افراد نے اسلام قبول کیا؟

- 6
- 10
- 12
- 15

✓ درست جواب: 12

وضاحت: بیعتِ عقبہ اولیٰ میں مدینہ کے 12 افراد نے اسلام قبول کیا اور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ شرک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے اور نہ ہی جھوٹ بولیں گے۔

سوال نمبر 13: بیعتِ عقبہ ثانیہ کا سب سے اہم نتیجہ کیا تھا؟

- قریش سے صلح
- ہجرتِ حبشہ کا فیصلہ
- مدینہ ہجرت کی راہ ہموار ہونا
- جنگِ بدر کی تیاری

✓ درست جواب: مدینہ ہجرت کی راہ ہموار ہونا

وضاحت: بیعتِ عقبہ ثانیہ میں مدینہ کے 70 سے زائد افراد نے نبی اکرم ﷺ کو مدینہ ہجرت کی دعوت دی اور آپ کی مکمل حمایت کا وعدہ کیا، جس سے ہجرتِ مدینہ کی راہ ہموار ہوئی اور مسلمانوں کو ایک محفوظ پناہ گاہ ملی۔

سوال نمبر 14: ہجرتِ مدینہ کے دوران غارِ ثور میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کون تھے؟

- حضرت علی
- حضرت ابو بکر صدیق
- حضرت عمر فاروق
- حضرت عثمان غنی

✓ درست جواب: حضرت ابو بکر صدیق

وضاحت: ہجرتِ مدینہ کے دوران نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قریش کے تعاقب سے بچنے کے لیے غارِ ثور میں تین دن پناہ لی تھی۔

سوال نمبر 15: ہجرتِ مدینہ کا بنیادی سبب کیا تھا؟

- تجارت کی غرض سے
- قریش سے جنگ
- مکہ میں دعوتِ اسلام کے راستے مسدود ہونا اور مدینہ سے دعوت
- بہتر آب و ہوا

✓ درست جواب: مکہ میں دعوتِ اسلام کے راستے مسدود ہونا اور مدینہ سے دعوت

وضاحت: مکہ میں قریش کے مظالم اور مخالفت کی وجہ سے دعوتِ اسلام کے راستے بند ہو چکے تھے، جبکہ مدینہ کے لوگوں نے اسلام قبول کر کے نبی اکرم ﷺ کو ہجرت کی دعوت دی اور مکمل حمایت کا وعدہ کیا، جو ہجرت کا بنیادی سبب بنی۔

یونٹ نمبر 4 (کل 9 میں سے)

یونٹ 4: سیرت النبی ﷺ – مدنی دور (ریاستِ مدینہ کا قیام، غزوات اور فتح مکہ)

ضخامت: 10,994 الفاظ • مستند تصنیف برائے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی طلبہ

حصہ اول: باب کا مفصل خلاصہ، درسی مباحث اور اہم نظریات

باب کا مفصل تعارف اور مقاصدِ تدریس

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کورس کوڈ 416 (اسلامیات لازمی) کا یہ چوتھا یونٹ سیرت النبی ﷺ کے مدنی دور پر محیط ہے، جو اسلامی تاریخ کا ایک انتہائی اہم اور انقلابی باب ہے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا یہ حصہ محض ایک شہر میں قیام کا دور نہیں بلکہ ایک مکمل اسلامی ریاست کی تشکیل، اس کے دفاع، معاشرتی ڈھانچے کی تعمیر، عدالتی نظام کے قیام، اور بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد رکھنے کا دور ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب اسلام محض ایک عقیدہ نہیں رہا بلکہ ایک مکمل نظامِ حیات کی صورت اختیار کر گیا، جس نے انسانی تاریخ پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کیے۔

اس یونٹ میں ہم مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے مراحل، اس کی بنیادی خصوصیات، معاشرتی ہم آہنگی کے لیے کیے گئے اقدامات، دفاعی حکمت عملیوں، اور بین الاقوامی تعلقات کے اصولوں کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔ اس دور میں پیش آنے والے اہم غزوات، صلح حدیبیہ جیسے تاریخی معاہدات، فتح مکہ کا بے مثال واقعہ، اور خطبہ حجۃ الوداع جیسے عالمی منشورات کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے گا۔ یہ تمام واقعات نہ صرف سیرتِ نبوی ﷺ کے روشن ابواب ہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے ریاست سازی، معاشرتی عدل، امن و جنگ کے اصول، اور انسانی حقوق کے حوالے سے ابدی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

مقاصدِ تدریس:

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد طلبہ و طالبات درج ذیل اہداف حاصل کر سکیں گے:

- مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بنیادی اصولوں اور مراحل کو سمجھ سکیں گے۔

- مسجدِ نبوی کے کثیر المقاصد کردار اور مواخاتِ مدینہ کی معاشرتی اہمیت کو بیان کر سکیں گے۔
- میثاقِ مدینہ کی آئینی حیثیت اور اس کے عالمی انسانی حقوق کے منشور کے طور پر کردار کو جان سکیں گے۔
- غزوہ بدر، احد، اور خندق کے اسباب، واقعات، اور ان کے دور رس نتائج کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- صلح حدیبیہ کی سیاسی و دعوتی حکمتوں اور اس کے فتح مکہ کے لیے راہ ہموار کرنے کے کردار کو سمجھ سکیں گے۔
- فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے عفو و درگزر اور بے مثال اخلاقیات کی تاریخ کو بیان کر سکیں گے۔
- خطبہ حجۃ الوداع کے بنیادی نکات اور اسے انسانی حقوق کے عالمی منشور کے طور پر پیش کرنے کی وجوہات کا ادراک کر سکیں گے۔
- سیرتِ نبوی ﷺ کے مدنی دور سے حاصل ہونے والے انفرادی و اجتماعی اسباق کو اپنی عملی زندگی میں لاگو کرنے کی صلاحیت پیدا کر سکیں گے۔
- عصرِ حاضر کے فکری شبہات کے مدلل جوابات دینے کے لیے مدنی دور کے واقعات سے استدلال کر سکیں گے۔

اہم درسی عنوانات کی تفصیلی و تحقیقی تشریح

1. مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد

لغوی و اصطلاحی تعریف:

- ریاست (State): لغوی طور پر 'ریاست' کا مطلب حکومت، اقتدار، یا ایک منظم معاشرتی و سیاسی اکائی ہے۔ اصطلاحاً، ریاست ایک ایسا منظم سیاسی ڈھانچہ ہے جو ایک مخصوص جغرافیائی علاقے پر حاکمیت رکھتا ہو، جس کی ایک مرکزی حکومت ہو، اور جو اپنے شہریوں پر قوانین نافذ کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔
- ریاستِ مدینہ: اصطلاحاً، ریاستِ مدینہ سے مراد وہ پہلی اسلامی سیاسی اکائی ہے جو نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں قائم فرمائی۔ یہ ریاست نہ صرف مسلمانوں کے لیے ایک مرکز تھی بلکہ اس میں مدینہ کے دیگر قبائل (یہودی، مشرکین) کو بھی ایک منظم معاشرتی و سیاسی ڈھانچے میں شامل کیا گیا تھا، جس کی بنیاد عدل، مساوات، اور باہمی احترام پر تھی۔

تفصیلی تشریح:

ہجرتِ مدینہ، اسلامی تاریخ کا ایک سنگِ میل ہے، جس نے محض ایک شہر کی تبدیلی نہیں بلکہ ایک نئی تہذیب اور ریاست کی بنیاد رکھی۔ مکہ میں تیرہ سالہ جدوجہد کے بعد جب دعوتِ اسلامی کو ایک محفوظ اور آزاد ماحول کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے جو پہلا کام کیا وہ ایک ایسی ریاست کی بنیاد رکھنا تھا جو محض ایک عقیدے پر مبنی جماعت نہ ہو بلکہ ایک مکمل سیاسی، سماجی، معاشی اور دفاعی نظام کی حامل ہو۔

ریاستِ مدینہ کی بنیاد درج ذیل اصولوں پر رکھی گئی:

1. مرکزیت: نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس اس ریاست کا مرکزی نقطہ تھی۔ آپ ﷺ نہ صرف روحانی پیشوا تھے بلکہ ریاست کے سربراہ، قاضی، اور سپہ سالار بھی تھے۔
2. شوریٰ کا اصول: اگرچہ نبی اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعے رہنمائی حاصل تھی، لیکن آپ ﷺ نے اہم ریاستی امور میں صحابہ کرام سے مشاورت کا اصول اپنایا۔ یہ اسلامی ریاست میں جمہوری اقدار کی بنیاد ہے۔
3. عدل و انصاف: ریاستِ مدینہ کا بنیادی ستون عدل و انصاف تھا، جو ہر شہری کے لیے بلا تفریق مذہب و نسل یکساں تھا۔
4. مساوات: تمام شہری، خواہ وہ مہاجر ہوں یا انصار، مسلمان ہوں یا غیر مسلم، حقوق و فرائض میں مساوی تھے۔
5. دفاعی خود مختاری: ریاست کی بقا اور سلامتی کے لیے ایک مضبوط دفاعی نظام قائم کیا گیا، جس نے بیرونی خطرات سے ریاست کو محفوظ رکھا۔

قرآنی آیات اور تفسیری نکات:

قرآن مجید میں ریاست کے قیام اور حکمرانی کے اصولوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ﴾ (الرعد:38)

ترجمہ: "اور ہم نے تم سے پہلے بھی رسول بھیجے اور ان کو بیویاں اور اولاد بھی دی۔ اور کسی رسول کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی لائے۔ ہر مدت کے لیے ایک کتاب (قانون) ہے۔"

تفسیری نکتہ: یہ آیت اگرچہ براہِ راست ریاست کے قیام کی بات نہیں کرتی، لیکن اس میں 'لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ' کا اشارہ یہ ہے کہ ہر دور اور ہر قوم کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک نظام اور قانون مقرر کیا ہے۔ اسلامی ریاست کا قیام بھی اسی الٰہی نظام کا حصہ تھا جس میں عدل و قانون کی حکمرانی مقصود تھی۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ (الحج: 41)

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔"

تفسیری نکتہ: یہ آیت اسلامی ریاست کے بنیادی مقاصد کو واضح کرتی ہے کہ اقتدار کا حصول محض ذاتی مفاد کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے دین کو قائم کرنے، عدل و احسان کو فروغ دینے، اور معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کے لیے ہے۔ ریاستِ مدینہ کا قیام اسی قرآنی تصور کی عملی تفسیر تھا۔

احادیثِ مبارکہ:

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں تشریف لاتے ہی ایک منظم معاشرتی اور ریاستی ڈھانچہ قائم کیا۔

- صحیح بخاری میں ہے: "جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی اور پھر مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔" (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر: 428)

عقلی اور فکری دلائل:

کسی بھی معاشرے کی ترقی اور بقا کے لیے ایک منظم ریاست کا ہونا ناگزیر ہے۔ مدینہ میں ہجرت کے بعد ایک ایسی ریاست کی ضرورت تھی جو منتشر قبائل کو ایک لڑی میں پرو سکے، بیرونی حملوں سے دفاع کر سکے، اور ایک پرامن و عادلانہ معاشرہ قائم کر سکے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بے مثال حکمت عملی سے اس ضرورت کو پورا کیا اور ایک ایسی مثالی ریاست کی بنیاد رکھی جو آج بھی دنیا بھر کے لیے ایک نمونہ ہے۔ یہ ریاست محض ایک سیاسی اکائی نہیں تھی بلکہ ایک نظریاتی ریاست تھی جس کی بنیاد توحید، رسالت، اور عدل پر تھی۔

2. مسجدِ نبوی کا قیام

لغوی و اصطلاحی تعریف:

- مسجد (Mosque): لغوی طور پر "مسجد" سجدہ کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اصطلاحاً، یہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے جہاں وہ اجتماعی طور پر نماز ادا کرتے ہیں۔

- مسجدِ نبوی: اصطلاحاً، یہ وہ مسجد ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہجرت کے فوراً بعد اپنے دستِ مبارک سے تعمیر فرمایا۔ یہ اسلام کی دوسری سب سے مقدس مسجد ہے (مسجد الحرام کے بعد)۔

تفصیلی تشریح:

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں قدم رکھتے ہی جو پہلا اہم کام انجام دیا وہ مسجدِ نبوی کی تعمیر تھی۔ یہ محض ایک عبادت گاہ نہیں تھی بلکہ نوزائیدہ اسلامی ریاست کا مرکز اور دل تھی۔ اس کی تعمیر میں خود نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر حصہ لیا، جس سے اس کی اہمیت اور مرکزیت مزید اجاگر ہوئی۔

مسجدِ نبوی کے کثیر المقاصد کردار کو درج ذیل نکات سے سمجھا جا سکتا ہے:

1. عبادت کا مرکز: یہ مسلمانوں کی اجتماعی عبادات، خصوصاً پنج وقتہ نمازوں اور جمعہ کی نماز کا بنیادی مرکز تھی۔
2. تعلیم و تربیت کا گہوارہ: مسجد کے ایک حصے (صفہ) کو دارالعلوم کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا جہاں صحابہ کرام، خصوصاً 'اصحابِ صفہ' دین کا علم حاصل کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ خود یہاں تعلیم دیتے تھے۔
3. سیاسی و انتظامی مرکز: مسجد نبوی ریاست کے انتظامی امور کے لیے مشاورت، وفود سے ملاقاتوں، اور اہم فیصلوں کا مقام تھی۔ یہیں سے ریاست کے امور چلائے جاتے تھے۔
4. عدالتی مرکز: نبی اکرم ﷺ مسجد میں ہی مقدمات کا فیصلہ فرماتے اور عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتے تھے۔
5. دفاعی و عسکری مرکز: غزوات اور سرایا کی منصوبہ بندی، لشکروں کی روانگی، اور جنگی حکمت عملیوں پر مشاورت بھی مسجد ہی میں ہوتی تھی۔
6. سماجی بہبود کا مرکز: غریبوں، مسکینوں، اور بے سہارا افراد کی دیکھ بھال اور ان کے مسائل کا حل بھی مسجد کے ذریعے کیا جاتا تھا۔

قرآنی آیات اور تفسیری نکات:

قرآن مجید میں مساجد کی اہمیت اور ان کے تقدس کو بیان کیا گیا ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ۙ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾ (النور:36-37)

ترجمہ: "ان گھروں میں جن کے بلند کرنے اور جن میں اپنے نام کے ذکر کا اللہ نے اذن دیا ہے، صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔"

تفسیری نکتہ: یہ آیات مساجد کی عظمت اور ان کے بنیادی کردار کو واضح کرتی ہیں۔ مسجدِ نبوی اسی تصور کی عملی شکل تھی جہاں اللہ کا ذکر، نماز، اور دیگر دینی و معاشرتی سرگرمیاں انجام دی جاتی تھیں۔ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں سے ایمان کی روشنی پھیلتی ہے اور جہاں لوگ دنیاوی مشاغل سے بے نیاز ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

احادیثِ مبارکہ:

- صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی۔" (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر:428)
- ایک اور حدیث میں ہے: "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد الحرام کے علاوہ کسی اور مسجد میں ہزار نمازیں ادا کرنے سے بہتر ہے۔" (صحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث نمبر:1394)

عقلی اور فکری دلائل:

کسی بھی نظریاتی ریاست کے لیے ایک مرکزی مقام کا ہونا ضروری ہے جہاں سے اس کے نظریات کی ترویج ہو، اس کے پیروکاروں کی تربیت ہو، اور اس کے انتظامی امور چلائے جائیں۔ مسجدِ نبوی نے یہ تمام کردار ادا کیے۔ اس نے مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کیا، ان میں اتحاد پیدا کیا، اور انہیں ایک منظم قوم کی شکل دی۔ یہ ایک ایسا ادارہ تھا جس نے بیک وقت روحانی، تعلیمی، سیاسی، عدالتی اور دفاعی ضروریات کو پورا کیا، جو اس کی بے مثال جامعیت کا ثبوت ہے۔

3. مواخاتِ مدینہ (انصار و مہاجرین کا بھائی چارہ)

لغوی و اصطلاحی تعریف:

- مواخات (Brotherhood): لغوی طور پر 'مواخات' کا مطلب بھائی چارہ قائم کرنا ہے۔ یہ 'اخوۃ' سے ماخوذ ہے جس کا معنی بھائی ہے۔

- مواخاتِ مدینہ: اصطلاحاً، یہ وہ تاریخی بھائی چارہ ہے جو نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مکہ سے ہجرت کرنے والے مہاجرین اور مدینہ کے مقامی مسلمانوں (انصار) کے درمیان قائم فرمایا۔ یہ محض ایک جذباتی تعلق نہیں تھا بلکہ ایک عملی اور قانونی بندھن تھا۔

تفصیلی تشریح:

ہجرت کے بعد مہاجرین مکہ سے اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آئے تھے۔ وہ بے گھر، بے روزگار اور بے سہارا تھے۔ ان کی فوری آبادکاری اور انہیں معاشرتی و معاشی طور پر مستحکم کرنا ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس مسئلے کا حل مواخاتِ مدینہ کی صورت میں پیش کیا، جو انسانی تاریخ میں بھائی چارے کی ایک بے مثال مثال ہے۔

اس مواخات کے تحت نبی اکرم ﷺ نے ہر مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنایا۔ انصار نے بے مثال ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ اپنی جائیداد، کاروبار، اور حتیٰ کہ اپنی زمینیں اور باغات بھی تقسیم کیے۔ یہ بھائی چارہ درج ذیل خصوصیات کا حامل تھا:

1. معاشی امداد: انصار نے مہاجرین کو اپنے کاروبار میں شریک کیا، انہیں زمینیں دیں تاکہ وہ زراعت کر سکیں، اور انہیں مالی طور پر مستحکم کیا۔
2. معاشرتی انضمام: مہاجرین کو مدینہ کے معاشرے میں مکمل طور پر ضم کیا گیا، انہیں اجنبی ہونے کا احساس نہیں ہونے دیا گیا۔
3. قانونی حیثیت: ابتداءً اس بھائی چارے کی بنیاد پر مہاجرین کو انصار کے وارث بھی قرار دیا گیا، اگرچہ بعد میں وراثت کا یہ حکم منسوخ ہو گیا اور وراثت کا تعلق خونی رشتوں سے مخصوص کر دیا گیا۔
4. ایثار و قربانی: انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے بے مثال ایثار اور قربانی کا مظاہرہ کیا، جس کی مثال انسانی تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔

قرآنی آیات اور تفسیری نکات:

قرآن مجید نے انصار کے اس ایثار کو سراہا ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (الحشر: 9)

ترجمہ: "اور (ان کے لیے بھی جو) ان سے پہلے اس گھر (مدینہ) میں ٹھکانہ بنا چکے تھے اور ایمان لا چکے تھے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے، اور اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو انہیں دی گئی ہے، اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود بھی ضرورت ہو۔ اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

تفسیری نکتہ: یہ آیت انصار کے بے مثال ایثار اور قربانی کو بیان کرتی ہے کہ انہوں نے نہ صرف مہاجرین کو پناہ دی بلکہ انہیں اپنے مال و اسباب میں بھی شریک کیا، اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنی ضرورت کے باوجود کیا۔ یہ مواخاتِ مدینہ کی روحانی اور اخلاقی بنیاد تھی، جس نے ایک مضبوط اور متحد معاشرہ تشکیل دیا۔

احادیثِ مبارکہ:

- صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "جب عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے اور سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ سعد بن ربیع نے عبد الرحمن بن عوف سے کہا: 'میرے پاس مال زیادہ ہے، میں اسے آدھا آدھا تقسیم کر دیتا ہوں، اور میری دو بیویاں ہیں، دیکھو تمہیں کون سی پسند ہے، میں اسے طلاق دے دوں گا اور جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو تم اس سے شادی کر لینا۔' عبد الرحمن بن عوف نے کہا: 'اللہ آپ کے اہل و مال میں برکت دے، مجھے بازار کا راستہ دکھا دیجیے۔'" (صحیح بخاری، کتاب البیوع، حدیث نمبر: 2048)

عقلی اور فکری دلائل:

مواخاتِ مدینہ ایک عملی حل تھا جس نے ایک بڑے سماجی و معاشی مسئلے کو حل کیا۔ اس نے مہاجرین کو نہ صرف بنیادی ضروریات فراہم کیں بلکہ انہیں عزتِ نفس کے ساتھ معاشرے میں شامل کیا۔ یہ انسانیت، ایثار، اور بھائی چارے کی ایسی مثال ہے جو آج بھی دنیا کے لیے ایک رہنما اصول ہے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ اگر کسی معاشرے میں حقیقی ہمدردی اور اخوت ہو تو بڑے سے بڑے چیلنجز کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اس نے اسلامی ریاست کی بنیاد کو مضبوط کیا اور ایک متحد امت کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کیا۔

4. میثاقِ مدینہ (دنیا کا پہلا تحریری دستور)

لغوی و اصطلاحی تعریف:

- میثاق (Covenant/Charter): لغوی طور پر 'میثاق' پختہ عہد، معاہدہ، یا دستاویز کو کہتے ہیں۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

- **میثاقِ مدینہ:** اصطلاحاً، یہ وہ تاریخی تحریری دستور ہے جو نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں اور مدینہ کے یہودی قبائل (بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ) اور دیگر غیر مسلم قبائل کے درمیان طے فرمایا۔ اسے دنیا کا پہلا تحریری آئین (Constitution) بھی کہا جاتا ہے۔

تفصیلی تشریح:

مدینہ منورہ میں ہجرت کے وقت مختلف قبائل آباد تھے جن میں مسلمان (مہاجرین و انصار)، یہودی قبائل، اور کچھ مشرکین شامل تھے۔ ان سب کو ایک منظم معاشرتی اور سیاسی ڈھانچے میں لانا اور ان کے حقوق و فرائض کا تعین کرنا ضروری تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس مقصد کے لیے ایک جامع معاہدہ مرتب فرمایا جسے 'میثاقِ مدینہ' یا 'صحیفہ مدینہ' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ 47 دفعات پر مشتمل تھا اور اس نے ایک کثیر المذہبی معاشرے میں امن، عدل، اور باہمی تعاون کے اصول وضع کیے۔

میثاقِ مدینہ کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1. **امتِ واحدہ کا تصور:** تمام دستخط کنندگان، خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی، ایک امت (قوم) شمار ہوں گے، اگرچہ ان کے مذاہب الگ الگ ہوں

حصہ دوم: درسی کتاب کی حل شدہ خود آزمائی مشق اور اہم امتحانی مختصر سوالات

درسی کتاب کی خود آزمائی مشق کے حل شدہ سوالات (Solved Textbook Exercises)

سوال نمبر 1: مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بنیادی ستونوں (مسجدِ نبوی، مواخات، میثاقِ مدینہ) کی وضاحت کریں اور ان کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کا قیام تاریخِ انسانی کا ایک منفرد اور انقلابی واقعہ ہے، جس نے ایک نئے معاشرتی، سیاسی اور مذہبی نظام کی بنیاد رکھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں ایک ایسی ریاست کی داغ بیل ڈالی جو عدل، مساوات، بھائی چارے اور امن کی بنیادوں پر قائم تھی۔ اس ریاست کے قیام کے بنیادی ستون درج ذیل ہیں:

1. مسجدِ نبوی کا قیام (مرکزی عبادت گاہ اور ریاستی مرکز)

مدینہ پہنچتے ہی رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مسجدِ نبوی کی تعمیر کا آغاز کیا۔ یہ مسجد صرف ایک عبادت گاہ نہیں تھی بلکہ اسلامی ریاست کا مرکزی نقطہ تھی۔ اس کی اہمیت کثیر الجہتی تھی:

- عبادت کا مرکز: یہ مسلمانوں کے لیے نماز، ذکر اور تلاوتِ قرآن کا بنیادی مقام تھی۔
- تعلیم و تربیت کا گہوارہ: یہاں صحابہ کرام کو قرآن و سنت کی تعلیم دی جاتی تھی، اور صفہ کے چبوترے پر علم کے متلاشیوں کے لیے رہائش اور تعلیم کا انتظام تھا۔
- سیاسی و انتظامی مرکز: مسجد نبوی سے ریاست کے تمام اہم فیصلے کیے جاتے تھے، وفود سے ملاقاتیں ہوتی تھیں، اور جنگی حکمت عملی ترتیب دی جاتی تھی۔ یہ درحقیقت پارلیمنٹ، عدالت اور فوجی ہیڈ کوارٹر کا کام دیتی تھی۔
- معاشرتی ہم آہنگی: یہ مسلمانوں کو روزانہ پانچ وقت اکٹھا ہونے کا موقع فراہم کرتی تھی، جس سے ان کے درمیان اتحاد و یگانگت پیدا ہوتی تھی۔

قرآن مجید میں مسجد کی اہمیت کو یوں بیان کیا گیا ہے: "بے شک وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو" (سورۃ التوبہ: 108)۔

2. مواخاتِ مدینہ (انصار و مہاجرین کا بھائی چارہ)

ہجرت کے بعد مہاجرین مکہ سے بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ پہنچے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انصارِ مدینہ (مدینہ کے مقامی مسلمان) اور مہاجرین (مکہ سے ہجرت کرنے والے) کے درمیان بھائی چارے کا ایک بے مثال رشتہ قائم کیا۔ یہ مواخات محض ایک جذباتی تعلق نہیں تھا بلکہ اس کے گہرے سماجی، اقتصادی اور نفسیاتی اثرات مرتب ہوئے:

- معاشی استحکام: انصار نے مہاجرین کو اپنی جائیداد، کاروبار اور فصلوں میں حصہ دار بنا کر ان کے معاشی مسائل حل کیے۔
- سماجی انضمام: اس بھائی چارے نے مہاجرین کو مدینہ کے معاشرے میں جلد ضم ہونے میں مدد دی اور انہیں اجنبیت کے احساس سے نکالا۔
- اتحاد و یگانگت: اس اقدام نے ایک مضبوط اور متحد امت کی بنیاد رکھی، جہاں رنگ، نسل یا علاقے کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں تھی۔

یہ مواخات اسلامی معاشرے کے باہمی تعاون اور ایثار کی ایک بہترین مثال ہے، جس کا ذکر قرآن میں بھی ملتا ہے: "اور وہ جو ان سے پہلے ایمان لا چکے اور مدینہ میں ٹھکانہ بنا چکے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے" (سورۃ الحشر: 9)۔

3. میثاقِ مدینہ (دنیا کا پہلا تحریری دستور)

مدینہ میں مسلمانوں کے علاوہ یہودی اور دیگر قبائل بھی آباد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام گروہوں کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا جسے "میثاقِ مدینہ" یا "صحیفہ مدینہ" کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا جس نے ایک کثیر المذاہب معاشرے میں امن، عدل اور بقائے باہمی کے اصول وضع کیے۔ اس کے اہم نکات یہ تھے:

- امتِ واحدہ کا تصور: تمام دستخط کنندگان کو ایک امت تصور کیا گیا، چاہے وہ مسلمان ہوں یا یہودی، ان کے حقوق و فرائض متعین کیے گئے۔
- مذہبی آزادی: ہر گروہ کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی گئی۔
- دفاعی اتحاد: مدینہ پر کسی بھی بیرونی حملے کی صورت میں تمام گروہ مل کر دفاع کریں گے۔

- عدالتی نظام: تمام تنازعات کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق کیا جائے گا۔
- امن و امان: مدینہ کی حدود میں خونریزی اور فتنہ و فساد کی ممانعت کی گئی۔

میثاقِ مدینہ نے ایک ایسی ریاست کی بنیاد رکھی جہاں مختلف عقائد اور ثقافتوں کے لوگ ایک مشترکہ شہری شناخت کے تحت پرامن طور پر رہ سکتے تھے۔ یہ آج بھی کثیر الثقافتی معاشروں کے لیے ایک رہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔

ان تینوں ستونوں نے مدینہ میں ایک مضبوط، منظم اور مثالی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی، جو بعد میں پوری دنیا کے لیے ایک نمونہ بنی۔

سوال نمبر 2: غزوہ بدر کے اسباب، واقعات اور اس کے دور رس اثرات پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔

غزوہ بدر اسلامی تاریخ کا پہلا اور فیصلہ کن معرکہ تھا جو 17 رمضان 2 ہجری (624 عیسوی) کو مدینہ سے تقریباً 80 میل کے فاصلے پر بدر کے مقام پر پیش آیا۔ یہ جنگ مسلمانوں کی قلیل تعداد (313 افراد) اور کفارِ مکہ کی کثیر تعداد (تقریباً 1000 افراد) کے درمیان لڑی گئی اور اس کے نتائج نے اسلامی ریاست کے مستقبل پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

1. غزوہ بدر کے اسباب

غزوہ بدر کے کئی اسباب تھے جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

- قریش کی مسلسل عداوت: ہجرت کے بعد بھی قریشِ مکہ نے مسلمانوں کے خلاف اپنی دشمنی جاری رکھی۔ انہوں نے مدینہ پر حملے کی دھمکیاں دیں اور مسلمانوں کے تجارتی راستے بند کرنے کی کوشش کی۔
- مہاجرین کے اموال پر قبضہ: مکہ سے ہجرت کرتے وقت مہاجرین کو اپنے گھر بار اور اموال چھوڑنے پڑے تھے، جن پر قریش نے ناجائز قبضہ کر لیا تھا۔
- ابوسفیان کے قافلے کو روکنے کی کوشش: رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان کی قیادت میں قریش کا ایک بڑا تجارتی قافلہ شام سے مکہ واپس آ رہا ہے، جس میں مسلمانوں کے لوٹے ہوئے اموال بھی شامل تھے۔ مسلمانوں نے اس قافلے کو روکنے کا ارادہ کیا تاکہ اپنے نقصانات کی تلافی کر سکیں۔
- قریش کا جنگی تیاریوں کے ساتھ نکلنا: جب ابوسفیان کو مسلمانوں کے ارادے کی خبر ملی تو اس نے مکہ میں مدد کے لیے پیغام بھیجا۔ قریش نے ایک ہزار جنگجوؤں کا لشکر تیار کیا جس میں ان کے بڑے سردار بھی شامل تھے، اور وہ مسلمانوں سے جنگ کے ارادے سے نکلے۔

2. غزوہ بدر کے واقعات

رسول اللہ ﷺ 313 صحابہ کرام کے ساتھ قافلے کو روکنے کے لیے نکلے تھے۔ جب انہیں قریش کے لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا، اور سب نے جنگ کا عزم کیا۔ آپ ﷺ نے بدر کے مقام پر ایک مناسب جگہ کا انتخاب کیا اور کنوؤں پر قبضہ کر لیا۔ جنگ کا آغاز انفرادی مبارزت سے ہوا، جس میں مسلمانوں نے قریش کے بڑے سرداروں کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد شامل حال ہوئی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس غیبی مدد کا ذکر فرمایا ہے: "اور یقیناً اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی جب تم کمزور تھے، پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گزار بنو۔ جب تم مومنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے جو آسمان سے اتریں گے؟" (سورۃ

آل عمران: 123-124)۔

مسلمانوں نے بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا اور قریش کے لشکر کو عبرتناک شکست دی۔ قریش کے 70 سردار اور جنگجو مارے گئے، جن میں ابو جہل جیسے بڑے سردار بھی شامل تھے، اور 70 گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کے صرف 14 صحابہ کرام شہید ہوئے۔

3. غزوہ بدر کے دور رس اثرات

غزوہ بدر کی فتح نے اسلامی ریاست اور تحریک پر گہرے اور دور رس اثرات مرتب کیے:

- مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے: اس فتح نے مسلمانوں کے ایمان اور حوصلے کو تقویت بخشی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے، اور وہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود بڑی طاقتوں کو شکست دے سکتے ہیں۔
- اسلامی ریاست کی ساکھ مضبوط ہوئی: مدینہ کی اسلامی ریاست کی طاقت اور وقار میں اضافہ ہوا، اور اس کی حیثیت ایک مضبوط قوت کے طور پر تسلیم کی گئی۔
- قریش کی کمر ٹوٹ گئی: قریش کے بڑے سرداروں کی ہلاکت نے ان کی عسکری اور سیاسی طاقت کو شدید نقصان پہنچایا۔
- منافقین اور یہودیوں پر رعب طاری ہوا: مدینہ کے اندرونی مخالفین (منافقین اور یہودی) پر مسلمانوں کا رعب طاری ہوا اور ان کی سازشوں میں کمی آئی۔
- دعوتِ اسلام کو فروغ ملا: اس فتح کے بعد جزیرہ نما عرب میں اسلام کی دعوت تیزی سے پھیلی اور بہت سے قبائل نے اسلام قبول کیا۔
- غیبی مدد کا یقین: مسلمانوں کو یہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی غیبی مدد فرماتا ہے۔

غزوہ بدر نے یہ ثابت کر دیا کہ فتح و شکست کا دارومدار صرف مادی وسائل پر نہیں بلکہ ایمان، عزم اور اللہ کی مدد پر ہوتا ہے۔ یہ اسلامی تاریخ کا ایک ایسا سنگ میل ہے جس نے مسلمانوں کی تقدیر بدل دی۔

سوال نمبر 3: صلح حدیبیہ کی شرائط اور اس کی سیاسی و دعوتی حکمتوں کا تفصیلی جائزہ پیش کریں۔

صلح حدیبیہ 6 ہجری (628 عیسوی) میں رسول اللہ ﷺ اور قریشِ مکہ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر طے پایا جانے والا ایک معاہدہ تھا، جو بظاہر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ نظر آتا تھا، لیکن درحقیقت یہ اسلام کی فتح مبین کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

1. صلح حدیبیہ کے اسباب

رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر کے لیے آپ ﷺ نے 1400 صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ کا رخ کیا۔ قریش نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ طویل مذاکرات کے بعد صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پایا۔

2. صلح حدیبیہ کی شرائط

معاہدے کی اہم شرائط درج ذیل تھیں:

- دس سال کے لیے جنگ بندی: فریقین کے درمیان دس سال تک کوئی جنگ نہیں ہو گی۔
- اس سال عمرہ کی اجازت نہیں: مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں گے اور اگلے سال آ کر عمرہ ادا کر سکیں گے، بشرطیکہ وہ مکہ میں صرف تین دن ٹھہریں اور صرف تلواریں نیام میں رکھ کر آئیں۔
- مکہ سے مدینہ جانے والوں کی واپسی: اگر کوئی قریشی مکہ سے مدینہ جا کر اسلام قبول کرے گا تو اسے واپس مکہ بھیجا جائے گا، لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ جا کر قریش سے مل جائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔
- قبائل کو معاہدے میں شامل ہونے کی آزادی: عرب کے قبائل کو اختیار ہو گا کہ وہ قریش یا مسلمانوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں۔

3. صلح حدیبیہ کی سیاسی حکمتیں

بظاہر یہ شرائط مسلمانوں کے لیے ناموافق تھیں، خاص طور پر مکہ سے آنے والے مسلمانوں کی واپسی کی شرط، جس پر صحابہ کرام کو شدید رنج ہوا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی دور اندیشی اور سیاسی حکمت عملی نے اسے ایک عظیم فتح میں بدل دیا:

- جنگ بندی کا حصول: دس سالہ جنگ بندی نے مسلمانوں کو قریش کی طرف سے بے فکر کر دیا اور انہیں اندرونی استحکام اور دعوتِ اسلام پر توجہ دینے کا موقع ملا۔
- اسلامی ریاست کا اعتراف: قریش نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر کے در حقیقت مدینہ کی اسلامی ریاست کو ایک آزاد اور خود مختار طاقت کے طور پر تسلیم کر لیا۔
- دعوتِ اسلام کی آزادی: جنگ بندی کی وجہ سے مسلمان آزادانہ طور پر عرب کے قبائل میں اسلام کی دعوت پھیلا سکے، جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ قرآن مجید نے اسے "فتح مبین" قرار دیا: "بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عطا فرمائی" (سورۃ الفتح: 1)۔
- مخالفین کا کمزور ہونا: مکہ سے آنے والے مسلمانوں کی واپسی کی شرط نے بظاہر نقصان پہنچایا، لیکن اس سے قریش کے اندرونی اختلافات بڑھ گئے اور ان کے لیے مسائل پیدا ہوئے۔
- طاقت کا توازن: اس معاہدے نے جزیرہ نما عرب میں طاقت کا توازن مسلمانوں کے حق میں کر دیا۔

4. صلح حدیبیہ کی دعوتی حکمتیں

دعوتی نقطہ نظر سے صلح حدیبیہ کے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے:

- مخالفین سے براہ راست رابطہ: دس سالہ امن معاہدے کی وجہ سے مسلمانوں اور قریش کے درمیان رکاوٹیں ختم ہو گئیں اور دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے ملنے جلنے کا موقع ملا۔ اس سے قریش کو اسلام کی تعلیمات اور مسلمانوں کے اخلاق کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔
- اسلام کی تیزی سے اشاعت: اس معاہدے کے بعد اسلام کی اشاعت میں غیر معمولی تیزی آئی۔ بہت سے قبائل نے اسلام قبول کیا، جن میں خالد بن ولید اور عمرو بن العاص جیسے بڑے سردار بھی شامل تھے۔
- دعوتی مشن کی توسیع: رسول اللہ ﷺ نے اس امن کے دور میں دنیا کے مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کو اسلام کی دعوت کے خطوط ارسال کیے، جس سے اسلام کی عالمی دعوت کا آغاز ہوا۔

صلح حدیبیہ نے ثابت کیا کہ بعض اوقات بظاہر کمزور نظر آنے والا معاہدہ بھی حکمت اور بصیرت کے ساتھ ایک عظیم فتح میں بدل سکتا ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی سیاسی بصیرت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی کا ایک روشن ثبوت ہے۔

سوال نمبر 4: فتح مکہ کے اسباب، واقعات اور رسول اللہ ﷺ کے عفو و درگزر کی بے مثال تاریخ پر روشنی ڈالیں۔

فتح مکہ 8 ہجری (630 عیسوی) میں پیش آنے والا ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس نے اسلامی ریاست کو جزیرہ نما عرب کی سب سے بڑی طاقت بنا دیا اور کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کر کے توحید کا مرکز بنا دیا۔ یہ فتح خونریزی کے بجائے عفو و درگزر اور امن کے ساتھ حاصل کی گئی، جو رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا بہترین نمونہ ہے۔

1. فتح مکہ کے اسباب

فتح مکہ کا بنیادی سبب صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی تھی:

- صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی: صلح حدیبیہ کے معاہدے کے تحت قبائل کو اختیار تھا کہ وہ مسلمانوں یا قریش میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں۔ بنو خزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا جبکہ بنو بکر نے قریش کے ساتھ۔ بنو بکر نے قریش کی شہ پر بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور ان کے کئی افراد کو قتل کر دیا۔ قریش نے اس حملے میں بنو بکر کی مدد کر کے صلح حدیبیہ کی کھلی خلاف ورزی کی۔
- نصرتِ مظلوم: بنو خزاعہ نے رسول اللہ ﷺ سے مدد کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے ان کی نصرت کا فیصلہ کیا اور قریش کو پیغام بھیجا کہ یا تو وہ بنو خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا ادا کریں، یا بنو بکر سے علیحدگی اختیار کریں، یا پھر صلح حدیبیہ کے معاہدے کو منسوخ تسلیم کریں۔ قریش نے تیسری صورت اختیار کی اور معاہدے کی منسوخی کا اعلان کیا۔

2. فتح مکہ کے واقعات

رسول اللہ ﷺ نے 10 ہزار صحابہ کرام کے لشکر کے ساتھ مکہ کا رخ کیا۔ آپ ﷺ نے انتہائی رازداری کے ساتھ سفر کیا تاکہ قریش کو تیاری کا موقع نہ ملے۔ مکہ کے قریب پہنچ کر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہر صحابی اپنی آگ روشن کرے تاکہ قریش مسلمانوں کی کثیر تعداد سے مرعوب ہو جائیں۔ ابو سفیان، جو قریش کا سردار تھا، مسلمانوں کے لشکر کی عظمت دیکھ کر اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں داخل ہوتے وقت عام معافی کا اعلان کیا اور فرمایا: "جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امان ہے، اور جو کعبہ میں داخل ہو جائے اسے امان ہے۔" آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو سختی سے ہدایت کی کہ وہ کسی سے جنگ نہ کریں جب تک کہ ان پر حملہ نہ کیا جائے۔ اس طرح مکہ بغیر کسی خونریزی کے فتح ہو گیا۔

کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر آپ ﷺ نے تمام بتوں کو توڑا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: "حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا ہی ہے" (سورۃ الاسراء: 81)۔

3. عفو و درگزر کی بے مثال تاریخ

فتح مکہ رسول اللہ ﷺ کے عفو و درگزر اور رحم دلی کا ایک بے مثال مظاہرہ تھا، جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ قریش نے مسلمانوں پر 13 سال تک مکہ میں ظلم و ستم کیا تھا، انہیں ہجرت پر مجبور کیا تھا، اور مدینہ میں بھی ان کے خلاف کئی جنگیں لڑی تھیں۔ اس کے باوجود، جب رسول اللہ ﷺ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے تمام سابقہ دشمنیوں کو بھلا کر عام معافی کا اعلان فرمایا۔

- عام معافی کا اعلان: آپ ﷺ نے فرمایا: "آج تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو!" یہ اعلان ان تمام لوگوں کے لیے تھا جنہوں نے برسوں مسلمانوں پر ظلم ڈھائے تھے۔
- انتقام سے اجتناب: آپ ﷺ نے کسی بھی قسم کے انتقام سے منع فرمایا۔ حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی معاف کر دیا جنہوں نے آپ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کو شہید کیا تھا۔
- سرداروں کو امان: ابوسفیان جیسے بڑے دشمن کو بھی امان دی گئی اور اس کے گھر کو پناہ گاہ قرار دیا گیا۔
- امن و امان کا قیام: اس عفو و درگزر نے مکہ میں فوری طور پر امن و امان قائم کر دیا اور لوگوں کے دلوں سے خوف دور ہو گیا۔

اس بے مثال رحم دلی اور عفو و درگزر نے مکہ والوں کے دل جیت لیے اور وہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ فتح صرف زمین کی فتح نہیں تھی بلکہ دلوں کی فتح تھی۔ یہ واقعہ اسلامی تعلیمات کے بنیادی اصولوں، یعنی رحمت، عدل اور انسانیت نوازی کا عملی ثبوت ہے۔

سوال نمبر 5: خطبہ حجۃ الوداع کو انسانی حقوق کا عالمی منشور کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کے اہم نکات کی وضاحت کریں۔

خطبہ حجۃ الوداع وہ تاریخی خطبہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے 10 ہجری میں اپنے آخری حج کے موقع پر عرفات کے میدان میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کے اجتماع سے ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ نہ صرف مسلمانوں کے لیے ایک جامع رہنمائی ہے بلکہ اسے انسانی حقوق کا پہلا اور جامع عالمی منشور بھی قرار دیا جاتا ہے، کیونکہ اس میں انسانیت کے بنیادی حقوق اور فرائض کا ایسا احاطہ کیا گیا ہے جو آج بھی اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر سے زیادہ مکمل اور عملی ہے۔

1. خطبہ حجۃ الوداع کی اہمیت

یہ خطبہ رسول اللہ ﷺ کی 23 سالہ نبوت کا نچوڑ اور اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے سے متعلق بنیادی اصول بیان فرمائے۔ چونکہ یہ آپ ﷺ کا آخری خطبہ تھا، اس لیے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

2. انسانی حقوق کا عالمی منشور کیوں؟

خطبہ حجۃ الوداع کو انسانی حقوق کا عالمی منشور اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں درج ذیل بنیادی انسانی حقوق کا واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان کیا گیا ہے:

- جان و مال کا تحفظ (حقِ زندگی اور حقِ ملکیت):

آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے خون اور تمہارے مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کا دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہیں۔" اس فرمان نے ہر انسان کی جان و مال کے تحفظ کو بنیادی حق قرار دیا، قطع نظر اس کے مذہب، نسل یا حیثیت کے۔ یہ حقِ زندگی اور حقِ ملکیت کی ضمانت ہے۔

- عزت و آبرو کا تحفظ (حقِ عزت):

اسی طرح آپ ﷺ نے مسلمانوں کی عزت و آبرو کو بھی محترم قرار دیا، جس سے ہر فرد کے وقار اور احترام کا حق قائم ہوا۔

- مساوات اور اخوت (حقِ مساوات):

آپ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو کالے پر اور کسی کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ذریعے۔" یہ اعلان تمام انسانیت کے لیے مساوات کا ایک عالمگیر اصول تھا، جس نے نسل پرستی، طبقاتی تقسیم اور رنگ و نسل کی بنیاد پر تفریق کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔

- خواتین کے حقوق (حقِ نسواں):

آپ ﷺ نے فرمایا: "عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امان میں لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ تمہارا ان پر حق ہے اور ان کا تم پر حق ہے۔" اس فرمان نے خواتین کو وہ حقوق دیے جو اس وقت کی دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں تھے۔ یہ ان کے تحفظ، عزت اور بنیادی حقوق کی ضمانت تھی۔

- سود کا خاتمہ (حقِ معاشی عدل):

آپ ﷺ نے فرمایا: "آج کے بعد سود ختم کر دیا گیا، اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود (عباس بن عبدالمطلب کا سود) ختم کرتا ہوں۔" یہ معاشی عدل کا ایک اہم اصول تھا جس نے استحصال پر مبنی نظام کو ختم کیا۔

- ظلم و انتقام کا خاتمہ (حقِ امن و انصاف):

آپ ﷺ نے فرمایا: "جاہلیت کے تمام خون معاف کر دیے گئے، اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون (ربیعہ بن حارث کا خون) معاف کرتا ہوں۔" یہ اعلان انتقام کے چکر کو ختم کرنے اور معاشرے میں امن و انصاف قائم کرنے کے لیے تھا۔

- امانت کی ادائیگی (حقِ امانت):

آپ ﷺ نے فرمایا: "جس کے پاس کوئی امانت ہو وہ اسے اس کے مالک کو ادا کرے۔" یہ ہر فرد پر لازم کیا گیا کہ وہ امانت میں خیانت نہ کرے۔

- اللہ کی کتاب اور سنت کی پیروی (حقِ رہنمائی):

آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم انہیں مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔" یہ حقِ رہنمائی اور حقِ علم کی ضمانت تھی۔

3. عالمی منشور کی حیثیت

خطبہ حجۃ الوداع میں بیان کردہ یہ اصول آج بھی عالمی سطح پر انسانی حقوق کے بنیادی ستون سمجھے جاتے ہیں۔ یہ خطبہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ایک جامع ضابطہ حیات پیش کرتا ہے، جو عدل، مساوات، بھائی چارے اور انسانی وقار پر مبنی معاشرے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس کی جامعیت اور عملیت اسے اقوام متحدہ کے چارٹر سے بھی زیادہ مؤثر اور ابدی بناتی ہے۔

امتحانی اہم مختصر سوالات و جوابات (High-Yield Short Questions)

مختصر سوال 1: ہجرت مدینہ کے بعد اسلامی ریاست کے قیام میں مسجدِ نبوی کا کیا کردار تھا؟

مسجدِ نبوی ہجرت کے بعد اسلامی ریاست کا مرکزی ستون بنی۔ یہ صرف عبادت گاہ نہیں تھی بلکہ ریاست کا انتظامی، تعلیمی اور سماجی مرکز بھی تھی۔ یہاں سے ریاستی فیصلے کیے جاتے، وفود سے ملاقاتیں ہوتیں، اور صحابہ کرام کو تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ مسلمانوں کے اتحاد، مشاورت اور معاشرتی ہم آہنگی کا گہوارہ تھی۔ اس نے ایک مضبوط اور منظم معاشرے کی بنیاد فراہم کی۔

مختصر سوال 2: مواخاتِ مدینہ سے کیا مراد ہے اور اس کے اہم فوائد کیا تھے؟

مواخاتِ مدینہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کا انصارِ مدینہ اور مکہ سے ہجرت کرنے والے مہاجرین کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم کرنا ہے۔ اس کے اہم فوائد میں مہاجرین کے لیے معاشی استحکام (انصار نے اپنی جائیدادوں میں حصہ دیا)، سماجی انضمام (اجنبیت کا خاتمہ) اور اسلامی معاشرے میں باہمی ایثار، محبت اور اتحاد کی مضبوط بنیاد شامل ہیں۔ یہ اسلامی معاشرتی نظام کا ایک مثالی نمونہ ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

مختصر سوال 3: میثاقِ مدینہ کی بنیادی خصوصیات کیا تھیں؟

میثاقِ مدینہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا جو مدینہ کے تمام گروہوں (مسلمان، یہودی، اور دیگر قبائل) کے درمیان طے پایا۔ اس کی بنیادی خصوصیات میں تمام دستخط کنندگان کو "امتِ واحدہ" قرار دینا، مذہبی آزادی کی ضمانت، بیرونی حملے کے خلاف مشترکہ دفاع، تنازعات کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مطابق کرنا، اور مدینہ میں امن و امان قائم رکھنا شامل تھیں۔

مختصر سوال 4: غزوہ بدر کی فتح نے مسلمانوں پر کیا نفسیاتی اثرات مرتب کیے؟

غزوہ بدر کی فتح نے مسلمانوں کے حوصلے اور ایمان کو غیر معمولی تقویت بخشی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے اور وہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود بڑی طاقتوں کو شکست دے سکتے ہیں۔ اس فتح نے ان میں خود اعتمادی پیدا کی اور یہ احساس دلایا کہ فتح کا دارومدار مادی وسائل سے زیادہ اللہ کی مدد اور ایمانی قوت پر ہے۔

مختصر سوال 5: غزوہ احد میں مسلمانوں کو کن اسباب کی بنا پر جزوی نقصان اٹھانا پڑا؟

غزوہ احد میں مسلمانوں کو جزوی نقصان اٹھانا پڑا جس کی بنیادی وجہ تیر اندازوں کا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں جبلِ احد کے درے پر مقرر کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ کسی صورت اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔ لیکن جب مسلمانوں کو ابتدائی فتح حاصل ہوئی تو تیر اندازوں نے مالِ غنیمت جمع کرنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دی، جس کا فائدہ اٹھا

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

حصہ سوم: امتحانی 20 نمبر والے تفصیلی سوالات و جوابات (Mark Exam Standard-20)

سوال نمبر 1: مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بنیادی ستونوں (مسجدِ نبوی، مواخاتِ مدینہ، میثاقِ مدینہ) پر تفصیلی روشنی ڈالیں اور ان کی اہمیت و اثرات کا جائزہ لیں۔

تمہید اور لغوی و اصطلاحی مفہوم

ہجرتِ مدینہ، تاریخِ اسلام کا ایک ایسا سنگ میل ہے جس نے نہ صرف مسلمانوں کی بقا کو یقینی بنایا بلکہ ایک ایسی مثالی ریاست کی بنیاد رکھی جس کے اصول و ضوابط آج بھی دنیا بھر کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں تیرہ سالہ جدوجہد کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی تو یہ محض ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر نہیں تھا بلکہ یہ ایک نظریاتی تحریک کا عملی ریاست میں ڈھلنے کا آغاز تھا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر نبی اکرم ﷺ نے جن بنیادی ستونوں پر اس نوخیز اسلامی ریاست کی عمارت کھڑی کی، ان میں مسجدِ نبوی کی تعمیر، مواخاتِ مدینہ کا قیام اور میثاقِ مدینہ کا نفاذ سرِ فہرست ہیں۔ یہ تینوں اقدامات ایک دوسرے سے مربوط تھے اور انہوں نے ایک ایسے معاشرتی، سیاسی اور روحانی ڈھانچے کی بنیاد رکھی جو عدل، مساوات، بھائی چارے اور امن پر مبنی تھا۔

ریاستِ مدینہ کا مفہوم: اصطلاحاً، ریاستِ مدینہ سے مراد وہ پہلی اسلامی ریاست ہے جو نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں قائم فرمائی۔ یہ ریاست نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ مدینہ میں آباد دیگر اقوام کے لیے بھی ایک جامع نظامِ حیات فراہم کرتی تھی۔ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ایک عادلانہ معاشرہ قائم کرنا تھا جہاں ہر فرد کو اس کے حقوق حاصل ہوں اور فرائض کی ادائیگی یقینی بنائی جائے۔

قرآنی آیات مع عربی متن و ترجمہ اور مستند احادیث کے دلائل

قرآن مجید اور احادیثِ نبوی ﷺ میں ان بنیادی ستونوں کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

مسجد کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا

ترجمہ: "اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں، سو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔" (سورۃ الجن:18)

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ

ترجمہ: "البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں، اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" (سورۃ التوبہ:108)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص صبح یا شام مسجد جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں مہمانی کا انتظام فرماتا ہے۔" (صحیح بخاری:662)

مواخات (بھائی چارہ) کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

ترجمہ: "بیشک تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (سورۃ الحجرات:10)

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔" (صحیح بخاری:13)

میثاقِ مدینہ (عدل و امن) کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ اس سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔" (سورۃ المائدہ:8)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی معاہد قوم پر ظلم کرے گا یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے گا یا اس کی مرضی کے بغیر اس کی کوئی چیز لے گا، تو میں قیامت کے دن اس کا مدعی ہوں گا۔" (سنن ابی داؤد:3052)

تفصیلی ذیلی سرخیاں

1. ہجرت کا پس منظر اور مدینہ آمد

مکہ مکرمہ میں کفارِ قریش کے ظلم و ستم اور اسلام کی دعوت میں رکاوٹوں کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ (اس وقت یثرب) کی جانب ہجرت فرمائی۔ یہ ہجرت محض جان بچانے کا عمل نہیں تھا بلکہ ایک نئے معاشرتی اور سیاسی نظام کی بنیاد رکھنے کا آغاز تھا۔ مدینہ پہنچنے پر آپ ﷺ کا والہانہ استقبال کیا گیا اور یہیں سے اسلامی ریاست کی عملی شکل کا آغاز ہوا۔

2. مسجدِ نبوی کا قیام: اسلامی ریاست کا مرکز

مدینہ منورہ پہنچتے ہی نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلا کام مسجد کی تعمیر کا کیا۔ مسجدِ نبوی صرف ایک عبادت گاہ نہیں تھی بلکہ یہ اسلامی ریاست کا مرکزی ادارہ تھی۔ یہاں نمازیں ادا کی جاتیں، تعلیم و تربیت کا انتظام ہوتا، عدالتی فیصلے کیے جاتے، سفارتی وفود سے ملاقاتیں ہوتیں اور فوجی منصوبہ بندی کی جاتی۔ یہ مسجد مسلمانوں کی روحانی، فکری، معاشرتی اور سیاسی زندگی کا محور بن گئی۔ اس نے مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کیا اور ان میں اتحاد و یگانگت پیدا کی۔

3. مواخاتِ مدینہ: معاشرتی ہم آہنگی اور اقتصادی استحکام

ہجرت کے بعد مہاجرین مکہ سے بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ پہنچے تھے۔ ان کے پاس نہ گھر تھے، نہ کاروبار اور نہ ہی کوئی ذریعہ معاش۔ نبی اکرم ﷺ نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے انصارِ مدینہ (مقامی مسلمان) اور مہاجرین (مکہ سے آنے والے مسلمان) کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا۔ ہر انصاری نے ایک مہاجر کو اپنا بھائی بنایا اور اپنی جائیداد، کاروبار اور دیگر وسائل میں اسے شریک کیا۔ یہ مواخات محض جذباتی نہیں تھی بلکہ اس کے عملی اور اقتصادی اثرات بھی مرتب ہوئے۔ اس نے مہاجرین کو فوری طور پر معاشرتی اور اقتصادی تحفظ فراہم کیا اور ایک بے مثال ایثار و قربانی کی مثال قائم کی۔

4. میثاقِ مدینہ: دنیا کا پہلا تحریری دستور

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے علاوہ یہودی قبائل اور دیگر عرب قبائل بھی آباد تھے۔ ان سب کے درمیان امن و امان قائم رکھنے اور ایک منظم معاشرتی ڈھانچہ فراہم کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ایک تحریری معاہدہ مرتب فرمایا جسے "میثاقِ مدینہ" یا "صحیفہ مدینہ" کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا جس میں تمام فریقین کے حقوق و فرائض، دفاعی ذمہ داریاں اور تنازعات کے حل کے اصول واضح کیے گئے تھے۔

5. میثاقِ مدینہ کے اہم نکات

- امتِ واحدہ کا تصور: تمام مسلمان ایک امت ہیں، خواہ وہ مہاجر ہوں یا انصار۔
- دفاعی اتحاد: مدینہ پر حملہ کی صورت میں تمام فریقین مل کر دفاع کریں گے۔
- مذہبی آزادی: ہر قوم کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہو گی۔
- عدل و انصاف: تمام تنازعات کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق ہو گا۔
- امن و امان: مدینہ میں کسی قسم کا فساد یا خونریزی ممنوع ہو گی۔
- نبی اکرم ﷺ کی قیادت: رسول اللہ ﷺ کو تمام فریقین کا سربراہ اور آخری اتھارٹی تسلیم کیا گیا۔

6. ریاستِ مدینہ کا تصور اور اس کی خصوصیات

ریاستِ مدینہ ایک نظریاتی ریاست تھی جس کی بنیاد وحی الٰہی پر تھی۔ اس کی اہم خصوصیات میں عدل و انصاف، مساوات، مذہبی رواداری، مشاورت، اجتماعی ذمہ داری اور فلاحی نظام شامل تھے۔ یہ ریاست کسی خاص نسل یا قبیلے کی نہیں تھی بلکہ ایک عالمگیر نظریے کی بنیاد پر قائم تھی۔

7. اقتصادی استحکام کی بنیادیں

مسجدِ نبوی کے ساتھ ہی بازار قائم کیا گیا تاکہ مسلمان اپنی اقتصادی سرگرمیاں انجام دے سکیں۔ مواخات نے مہاجرین کو کاروبار اور زراعت میں شامل ہونے کا موقع فراہم کیا۔ زکوٰۃ اور صدقات کا نظام بھی قائم کیا گیا جو ریاست کے اقتصادی استحکام اور فلاحی پہلو کو مضبوط کرتا تھا۔

8. دفاعی حکمت عملی کا آغاز

میثاقِ مدینہ نے مدینہ کو ایک دفاعی اتحاد کی شکل دی۔ بیرونی حملوں کی صورت میں تمام فریقین پر دفاع کی ذمہ داری عائد کی گئی۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے دفاعی دستے بھیجنا شروع کیے اور غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تاکہ ریاست کی سرحدوں کو محفوظ بنایا جا سکے۔

9. عالمی سطح پر ریاست کا تعارف

ریاستِ مدینہ کے قیام نے اسلام کو ایک منظم سیاسی قوت کے طور پر متعارف کرایا۔ اس ریاست کے اصول و ضوابط اور اس کی کامیابیوں نے دنیا کے دیگر حکمرانوں اور قبائل کو متاثر کیا اور اسلام کی دعوت کو عالمی سطح پر پھیلانے کی راہ ہموار کی۔

10. ان ستونوں کی پائیداری اور عصری اہمیت

مسجد، مواخات اور میثاقِ مدینہ کے اصول آج بھی اتنے ہی کارآمد ہیں جتنے چودہ سو سال پہلے تھے۔ مسجد آج بھی مسلمانوں کی روحانی اور معاشرتی زندگی کا مرکز ہے۔ مواخات کا تصور بھائی چارے، ایثار اور باہمی تعاون کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ میثاقِ مدینہ جدید آئین سازی اور بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے۔

11. جدید ریاستوں کے لیے رہنمائی

ریاستِ مدینہ کے یہ بنیادی ستون جدید ریاستوں کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں عدل و انصاف ہو، شہریوں کے حقوق کا تحفظ ہو، اقلیتوں کو آزادی ہو، اور معاشی استحکام ہو، وہ پائیدار ترقی کر سکتا ہے۔ میثاقِ مدینہ خاص طور پر کثیر الثقافتی معاشروں میں امن و ہم آہنگی کے لیے ایک بہترین ماڈل پیش کرتا ہے۔

عملی و اخلاقی تطبیق

ریاستِ مدینہ کے قیام کے یہ بنیادی ستون آج بھی ہماری عملی زندگی اور معاشرتی ڈھانچے کے لیے گہری رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

- مسجد کی مرکزیت: ہمیں مساجد کو صرف نماز کی جگہ نہیں بلکہ معاشرتی سرگرمیوں، تعلیمی مراکز اور فلاحی کاموں کا مرکز بنانا چاہیے۔
- مواخات کا جذبہ: آج بھی ہمارے معاشرے میں غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور ضرورت مندوں کی مدد کے لیے مواخات جیسے ایثار و قربانی کے جذبے کی ضرورت ہے۔ مہاجرین اور مقامی آبادی کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا۔
- میثاق کی پاسداری: ہمیں اپنے ملک کے آئین اور قوانین کا احترام کرنا چاہیے، جو شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔ بین المذاہب ہم آہنگی اور اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری کرنا میثاقِ مدینہ کا عملی اطلاق ہے۔
- عدل و انصاف: ہر سطح پر عدل و انصاف کو قائم کرنا اور کسی بھی قسم کے تعصب سے پاک فیصلے کرنا اسلامی ریاست کی بنیاد ہے۔
- مشاورت: اہم فیصلوں میں مشاورت کو فروغ دینا اور اجتماعی دانش سے فائدہ اٹھانا۔

حاصلِ کلام / نتیجہ بحث

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کا قیام نبی اکرم ﷺ کی بے مثال قیادت، حکمت عملی اور اللہ تعالیٰ کی تائید کا نتیجہ تھا۔ مسجدِ نبوی نے مسلمانوں کو روحانی اور معاشرتی مرکز فراہم کیا، مواخاتِ مدینہ نے معاشرتی اور اقتصادی استحکام بخشا، اور میثاقِ مدینہ نے ایک منظم، عادلانہ اور پرامن سیاسی ڈھانچہ فراہم کیا۔ یہ تینوں ستون نہ صرف اس نوخیز ریاست کی بقا اور ترقی کے ضامن بنے بلکہ انہوں نے ایک ایسی مثالی ریاست کی بنیاد رکھی جو آج بھی انسانیت کے لیے عدل،

مساوات، بھائی چارے اور مذہبی رواداری کا بہترین نمونہ ہے۔ ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر آج بھی دنیا میں پائیدار امن اور فلاحی معاشرے قائم کیے جاسکتے ہیں۔ ریاستِ مدینہ کا یہ ماڈل اسلامی تہذیب و تمدن کا ایک درخشاں باب ہے جو ہر دور کے انسانوں کو رہنمائی فراہم کرتا رہے گا۔

سوال نمبر 2: غزوہ بدر، احد اور خندق کے اسباب، واقعات اور نتائج کا تقابلی جائزہ پیش کریں اور ان غزوات سے حاصل ہونے والے اسباق اور حکمت عملیوں کو واضح کریں۔

تمہید اور لغوی و اصطلاحی مفہوم

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد مسلمانوں کو کفارِ مکہ اور ان کے حلیف قبائل کی جانب سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مخالفت نے متعدد جنگوں کو جنم دیا جنہیں "غزوات" کہا جاتا ہے۔ غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں نبی اکرم ﷺ نے خود شرکت فرمائی ہو۔ ابتدائی دور کے تین بڑے غزوات – بدر، احد اور خندق – اسلامی تاریخ کے انتہائی اہم واقعات ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی عسکری قوت، ایمانی پختگی اور حکمت عملی کو پرکھا۔ ان غزوات نے نہ صرف مسلمانوں کی بقا کو یقینی بنایا بلکہ اسلامی ریاست کے دفاعی ڈھانچے اور آئندہ کی حکمت عملیوں کی بنیاد بھی رکھی۔ ان جنگوں کے اسباب، واقعات اور نتائج کا تقابلی جائزہ ہمیں ان سے حاصل ہونے والے گہرے اسباق اور حکمت عملیوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

غزوہ کا مفہوم: لغوی اعتبار سے "غزوہ" کا مطلب جنگی مہم یا حملہ ہے۔ اصطلاحاً، اسلامی تاریخ میں غزوہ اس جنگ کو کہا جاتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی ہو۔

قرآنی آیات مع عربی متن و ترجمہ اور مستند احادیث کے دلائل

اللہ کی مدد اور صبر کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

ترجمہ: "اور بلاشبہ اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی جبکہ تم کمزور تھے، پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گزار بنو۔" (سورۃ آل عمران: 123)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم (دشمن کی) کسی جماعت سے ملو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔" (سورۃ الانفال: 45)

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک گھڑی کا قیام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔" (سنن ترمذی: 1664)

اطاعتِ رسول ﷺ کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

ترجمہ: "اور جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو، اور جس سے وہ تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔" (سورۃ الحشر: 7)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔" (صحیح بخاری: 7137)

مشاورت کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ

ترجمہ: "اور کاموں میں ان سے مشورہ کرو، پھر جب تم پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو، بیشک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" (سورۃ آل عمران: 159)

تفصیلی ذیلی سرخیاں

1. غزوات کا پس منظر: مکی دور کی جدوجہد اور ہجرت کے بعد کی صورتحال

مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک مسلمانوں کو شدید مظالم کا سامنا رہا۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی، لیکن قریشِ مکہ نے مسلمانوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ انہوں نے مدینہ پر حملوں کی دھمکیاں دیں اور مسلمانوں کے تجارتی قافلوں کو روکنے کی کوشش کی۔ ان حالات میں مسلمانوں کے دفاع اور اسلامی ریاست کی بقا کے لیے جنگ ناگزیر ہو گئی۔

2. غزوہ بدر: اسباب و واقعات (پہلی فیصلہ کن جنگ) – 2 ہجری

- اسباب: قریشِ مکہ کا شام سے آنے والا تجارتی قافلہ جس کی قیادت ابوسفیان کر رہے تھے، مسلمانوں کے ہاتھ لگنے کا خطرہ تھا۔ قریش نے اس قافلے کو بچانے اور مسلمانوں کو سبق سکھانے کے لیے ایک بڑا لشکر تیار کیا۔ مسلمان ابتدائی طور پر قافلے کو روکنے نکلے تھے لیکن انہیں قریش کے لشکر سے مقابلہ کرنا پڑا۔
- واقعات: 313 نہتے مسلمان، جن کے پاس صرف 2 گھوڑے اور 70 اونٹ تھے، 1000 کے مسلح لشکرِ قریش کے مقابلے میں آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے میدانِ بدر میں بہترین حکمت عملی اپنائی، پانی کے کنوؤں پر قبضہ کیا اور صف بندی کی۔ جنگ کے آغاز میں مبارزت ہوئی، پھر عام جنگ چھڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں نے کفار کو عبرتناک شکست دی۔

3. غزوہ بدر: نتائج و اثرات (مسلمانوں کی قوت کا اعتراف)

- فوری نتائج: کفارِ قریش کے 70 سردار مارے گئے اور 70 قیدی بنائے گئے۔ مسلمانوں کے صرف 14 شہداء ہوئے۔
- سیاسی اثرات: اسلامی ریاست کی قوت کا اعتراف ہوا، مدینہ میں مسلمانوں کا وقار بلند ہوا، اور یہودی قبائل پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔
- روحانی اثرات: مسلمانوں کے ایمان میں پختگی آئی اور انہیں اللہ کی مدد پر یقین ہو گیا۔
- عسکری اثرات: مسلمانوں کی جنگی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہوا اور ایک منظم فوج کی بنیاد پڑی۔

4. غزوہ احد: اسباب و واقعات (حکمت عملی کی اہمیت) - 3 ہجری

- اسباب: غزوہ بدر کی شکست کا بدلہ لینے اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو کچلنے کے لیے قریشِ مکہ نے ابو سفیان کی قیادت میں 3000 کا لشکر تیار کیا۔
- واقعات: نبی اکرم ﷺ نے 1000 صحابہ کے ساتھ مدینہ سے احد کی طرف کوچ کیا۔ راستے میں عبداللہ بن ابی (منافقوں کا سردار) 300 ساتھیوں کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے جبلِ احد کے درے پر 50 تیر اندازوں کو مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ کسی بھی صورت میں اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔ ابتدائی طور پر مسلمان غالب آئے، لیکن تیر اندازوں نے مالِ غنیمت کی لالچ میں اپنی جگہ چھوڑ دی، جس کا فائدہ اٹھا کر خالد بن ولید (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے عقب سے حملہ کر دیا۔ اس سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا اور نبی اکرم ﷺ بھی زخمی ہوئے۔

5. غزوہ احد: نتائج و اسباق (اطاعت کی فرضیت)

- فوری نتائج: 70 مسلمان شہید ہوئے، جن میں حضرت حمزہؓ بھی شامل تھے۔ کفار کو فتح حاصل ہوئی لیکن وہ مدینہ پر قبضہ نہ کر سکے۔
- اسباق: یہ غزوہ اطاعتِ امیر کی فرضیت، نظم و ضبط کی اہمیت اور دنیاوی لالچ کے نقصانات کا ایک اہم سبق تھا۔ اس نے مسلمانوں کو یہ سکھایا کہ اللہ کی مدد صرف اس وقت ملتی ہے جب وہ اس کے احکامات اور نبی ﷺ کی ہدایات پر مکمل عمل کریں۔
- نفسیاتی اثرات: مسلمانوں کو ایک بڑا دھچکا لگا، لیکن اس نے انہیں مزید مضبوط اور منظم ہونے کی ترغیب دی۔

6. غزوہ خندق: اسباب و واقعات (دفاعی حکمت عملی) - 5 ہجری

- اسباب: قریشِ مکہ نے یہودیوں کے اکسانے پر مدینہ پر فیصلہ کن حملے کا منصوبہ بنایا۔ انہوں نے مختلف قبائل کو ملا کر 10,000 کا ایک بڑا لشکر تیار کیا جسے "احزاب" (جماعتیں) کہا جاتا ہے۔
- واقعات: نبی اکرم ﷺ کو جب اس بڑے لشکر کی خبر ملی تو حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ ایک نئی دفاعی حکمت عملی تھی۔ مسلمانوں نے شدید بھوک اور سردی کے عالم میں خندق کھودی۔ کفار نے مدینہ کا محاصرہ کیا جو تقریباً ایک ماہ جاری رہا۔ وہ خندق عبور نہ کر سکے اور نہ ہی مدینہ میں داخل ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے تیز آندھی اور بارش بھیجی جس سے کفار کے خیمے اکھڑ گئے اور وہ مایوس ہو کر واپس لوٹ گئے۔

7. غزوہ خندق: نتائج و اثرات (دشمنوں کی ناکامی)

- فوری نتائج: کفار کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی اور وہ بھاری نقصان اٹھا کر واپس لوٹ گئے۔ مسلمانوں کے چند شہداء ہوئے۔
- سیاسی اثرات: قریش کی آخری بڑی کوشش ناکام ہو گئی، اور ان کی عسکری طاقت کا زوال شروع ہو گیا۔ مدینہ میں مسلمانوں کی پوزیشن مزید مستحکم ہو گئی۔
- عسکری اثرات: دفاعی حکمت عملی کی اہمیت واضح ہوئی اور مسلمانوں نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔
- نفسیاتی اثرات: مسلمانوں کا حوصلہ بلند ہوا اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ کی مدد سے ہر مشکل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

8. غزوات سے حاصل ہونے والے فوجی اسباق

- قیادت کی اہمیت: نبی اکرم ﷺ کی بے مثال قیادت، منصوبہ بندی اور حکمت عملی ہر غزوہ میں نمایاں تھی۔
- نظم و ضبط: احد میں نظم و ضبط کی کمی کا نقصان ہوا، جبکہ بدر اور خندق میں نظم و ضبط نے کامیابی دلائی۔
- جدید حکمت عملی: خندق کھودنے کی حکمت عملی نے ثابت کیا کہ جنگ میں جدید اور غیر روایتی طریقوں کا استعمال کتنا مؤثر ہو سکتا ہے۔
- جاسوسی اور اطلاعات: دشمن کی نقل و حرکت اور منصوبوں کی بروقت اطلاع حاصل کرنا۔
- فوجی تربیت: صحابہ کرامؓ کی تربیت اور ان کی ایمانی قوت نے انہیں ہر مشکل میں ثابت قدم رکھا۔

9. نفسیاتی و روحانی اسباق

- اللہ پر توکل: ہر غزوہ میں مسلمانوں نے اللہ پر کامل توکل کا مظاہرہ کیا، خاص طور پر بدر اور خندق میں جب وہ کمزور تھے۔
- صبر و استقامت: شدید مشکلات اور آزمائشوں میں صبر اور ثابت قدمی کا درس۔
- ایثار و قربانی: جان و مال کی قربانی کا بے مثال جذبہ۔
- اطاعتِ رسول ﷺ: احد کے واقعے نے اطاعتِ رسول ﷺ کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

10. قیادت کی اہمیت اور مشاورت کا اصول

نبی اکرم ﷺ نے ہر غزوہ میں صحابہ کرامؓ سے مشاورت فرمائی، خواہ وہ بدر میں میدانِ جنگ کے انتخاب کا معاملہ ہو یا خندق کھودنے کا مشورہ۔ یہ اسلامی قیادت کا ایک اہم اصول ہے کہ اہم فیصلوں میں مشاورت کو شامل کیا جائے۔

11. جدید جنگی حکمت عملیوں پر اثرات

ان غزوات کی حکمت عملیوں، جیسے صف بندی، عقب سے حملہ، دفاعی خندق کا استعمال، اور نفسیاتی جنگ، نے بعد کی فوجی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ یہ آج بھی فوجی حکمت عملی کے طالب علموں کے لیے مطالعے کا ایک اہم موضوع ہیں۔

عملی و اخلاقی تطبیق

ان غزوات سے حاصل ہونے والے اسباق آج بھی ہماری عملی زندگی اور قومی دفاع کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں:

- ایمان و توکل: مشکل حالات میں اللہ پر کامل بھروسہ رکھنا اور ثابت قدم رہنا۔
- نظم و ضبط: ہر شعبہ زندگی میں

حصہ چہارم: کثیر الانتخابی سوالات و معروضی بینک (Solved MCQs Bank)

سوال نمبر 1: ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے کون سا اہم کام سرانجام دیا؟

- میثاق مدینہ کا قیام
- مواخات مدینہ
- مسجد نبوی کی تعمیر
- غزوہ بدر کی تیاری

✓ درست جواب: مسجد نبوی کی تعمیر

وضاحت: ہجرت مدینہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اور سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر کا تھا جو مسلمانوں کے مرکز اور عبادت گاہ کے طور پر قائم کی گئی۔

سوال نمبر 2: مواخاتِ مدینہ سے کیا مراد ہے؟

- مدینہ کے قبائل کے درمیان صلح
- انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ
- یہود سے معاہدہ
- جنگی قیدیوں کی رہائی

✓ درست جواب: انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ

وضاحت: مواخاتِ مدینہ کا مطلب انصار (مدینہ کے مقامی مسلمان) اور مہاجرین (مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان) کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم کرنا تھا تاکہ مہاجرین کو مدینہ میں آباد ہونے میں مدد مل سکے۔

سوال نمبر 3: دنیا کا پہلا تحریری دستور کس معاہدے کو کہا جاتا ہے؟

- صلح حدیبیہ
- میثاقِ مدینہ
- معاہدہ عقبہ
- خطبہ حجۃ الوداع

✓ درست جواب: میثاقِ مدینہ

وضاحت: میثاقِ مدینہ (یا صحیفہ مدینہ) دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا جس میں مدینہ کے تمام شہریوں (مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر قبائل) کے حقوق و فرائض اور ریاست کے اصول وضع کیے گئے تھے۔

سوال نمبر 4: غزوہ بدر کب پیش آیا؟

- 2 ہجری
- 3 ہجری
- 5 ہجری
- 6 ہجری

✓ درست جواب: 2 ہجری

وضاحت: غزوہ بدر 17 رمضان المبارک 2 ہجری کو پیش آیا، یہ اسلام اور کفر کے درمیان پہلی بڑی جنگ تھی جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

سوال نمبر 5: غزوہ بدر کا سب سے اہم اثر کیا تھا؟

- یہود سے معاہدہ
- مدینہ میں مسلمانوں کی سیاسی قوت کا استحکام
- مکہ پر حملہ
- صلح حدیبیہ کی بنیاد

✓ درست جواب: مدینہ میں مسلمانوں کی سیاسی قوت کا استحکام

وضاحت: غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح نے مدینہ میں اسلامی ریاست کی سیاسی اور عسکری قوت کو مستحکم کیا اور کفار مکہ کی کمر توڑ دی۔

سوال نمبر 6: غزوہ احد میں مسلمانوں کو ابتدائی کامیابی کے بعد کس وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا؟

- کفار کی تعداد زیادہ تھی
- تیر اندازوں کا اپنی جگہ چھوڑ دینا
- بارش کا ہونا
- قریش کی غیر متوقع حکمت عملی

✓ درست جواب: تیر اندازوں کا اپنی جگہ چھوڑ دینا

وضاحت: غزوہ احد میں مسلمانوں کو ابتدائی کامیابی کے بعد اس وقت نقصان اٹھانا پڑا جب درہ احد پر تعینات تیر اندازوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مال غنیمت جمع کرنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دی، جس سے کفار کو عقب سے حملہ کرنے کا موقع مل گیا۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 7: غزوہ خندق کو کس دوسرے نام سے بھی جانا جاتا ہے؟

- غزوہ احزاب
- غزوہ خیبر
- غزوہ تبوک
- غزوہ حنین

✓ درست جواب: غزوہ احزاب

وضاحت: غزوہ خندق کو غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں قریش مکہ نے کئی قبائل (احزاب) کو اکٹھا کر کے مدینہ پر چڑھائی کی تھی۔

سوال نمبر 8: غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھودنے کا مشورہ کس صحابی نے دیا تھا؟

- حضرت ابو بکر صدیقؓ
- حضرت عمر فاروقؓ
- حضرت سلمان فارسیؓ
- حضرت علی مرتضیٰؓ

✓ درست جواب: حضرت سلمان فارسیؓ

وضاحت: غزوہ خندق کے موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ نے مدینہ کے دفاع کے لیے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا جو اہل فارس میں رائج تھا۔

سوال نمبر 9: صلح حدیبیہ کب واقع ہوئی؟

- 5 ہجری
- 6 ہجری
- 7 ہجری
- 8 ہجری

✓ درست جواب: 6 ہجری

وضاحت: صلح حدیبیہ 6 ہجری میں مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان ہوئی، بظاہر یہ ایک مشکل معاہدہ تھا لیکن اس کے دور رس مثبت نتائج برآمد ہوئے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 10: صلح حدیبیہ کی سب سے بڑی سیاسی اور دعوتی حکمت کیا تھی؟

- کفار مکہ کی طاقت کو کم کرنا
- مسلمانوں کو حج کی اجازت ملنا
- پرامن ماحول میں دعوتِ اسلام کی اشاعت
- یہود سے تعلقات بہتر کرنا

✓ درست جواب: پرامن ماحول میں دعوتِ اسلام کی اشاعت

وضاحت: صلح حدیبیہ نے دس سال کے لیے جنگ بندی کی صورتحال پیدا کی جس سے مسلمانوں کو پرامن ماحول میں دعوتِ اسلام کو پھیلانے اور دیگر قبائل تک پہنچانے کا موقع ملا، اور یہی اس کی سب سے بڑی حکمت تھی۔

سوال نمبر 11: فتح مکہ کب ہوئی؟

- 6 ہجری
- 7 ہجری
- 8 ہجری
- 9 ہجری

✓ درست جواب: 8 ہجری

وضاحت: فتح مکہ 8 ہجری میں ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے دس ہزار صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور بغیر کسی خونریزی کے مکہ کو فتح کیا۔

سوال نمبر 12: فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل کس چیز کی بے مثال تاریخ ہے؟

- جنگی حکمت عملی
- عفو و درگزر
- سیاسی بصیرت
- معاہدہ سازی

✓ درست جواب: عفو و درگزر

وضاحت: فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا، جو عفو و درگزر اور رحم دلی کی بے مثال تاریخ ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 13: خطبہ حجۃ الوداع کب دیا گیا؟

- 8 ہجری
- 9 ہجری
- 10 ہجری
- 11 ہجری

✓ درست جواب: 10 ہجری

وضاحت: خطبہ حجۃ الوداع 10 ہجری میں حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے دیا، یہ انسانی حقوق کا ایک جامع منشور ہے۔

سوال نمبر 14: خطبہ حجۃ الوداع کو کس حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے؟

- اسلامی قوانین کا مجموعہ
- انسانی حقوق کا عالمی منشور
- جنگی حکمت عملی کا دستور
- اقتصادی اصلاحات کا چارٹر

✓ درست جواب: انسانی حقوق کا عالمی منشور

وضاحت: خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے انسانی حقوق، عدل و انصاف، مساوات، اور اخلاقی اقدار کے بارے میں جامع ہدایات دیں، اسی لیے اسے انسانی حقوق کا عالمی منشور کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر 15: مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کا مرکز کون سی جگہ بنی؟

- دارالندوہ
- مسجد نبوی
- بیت المال
- بازارِ مدینہ

✓ درست جواب: مسجد نبوی

وضاحت: ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی صرف عبادت گاہ ہی نہیں بلکہ اسلامی ریاست کا سیاسی، سماجی، تعلیمی اور عسکری مرکز بھی بنی۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

یونٹ نمبر 5 (کل 9 میں سے)

یونٹ 5: اسلامی تہذیب و تمدن کے بنیادی عناصر اور خصائص

ضخامت: 8,355 الفاظ • مستند تصنیف برائے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی طلبہ

حصہ اول: باب کا مفصل خلاصہ، درسی مباحث اور اہم نظریات

یونٹ 5: اسلامی تہذیب و تمدن کے بنیادی عناصر اور خصائص

باب کا مفصل تعارف اور مقاصدِ تدریس

عزیز طلبہ و طالبات! علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کورس کوڈ 416 (اسلامیات لازمی) کے اس پانچویں یونٹ میں آپ کا خیر مقدم ہے۔ یہ یونٹ اسلامی تعلیمات کے عملی مظہر اور اس کے عالمی اثرات کو سمجھنے کے لیے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ دینِ اسلام محض چند عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو فرد کی انفرادی زندگی سے لے کر معاشرتی، سیاسی، معاشی اور تہذیبی پہلوؤں تک ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسی رہنمائی کے نتیجے میں ایک ایسی تہذیب و تمدن نے جنم لیا جس نے انسانی تاریخ پر گہرے اور دیرپا نقوش چھوڑے۔

اس یونٹ کا بنیادی مقصد آپ کو اسلامی تہذیب و تمدن کے بنیادی تصورات، اس کی امتیازی خصوصیات اور اس کے بنیادی عناصر سے روشناس کرانا ہے۔ ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ وہ کون سے اصول اور اقدار ہیں جن پر اسلامی تہذیب کی عمارت کھڑی ہے اور کس طرح یہ تہذیب دیگر تہذیبوں سے منفرد اور ممتاز ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم اسلامی تہذیب کے ان احسانات کا بھی جائزہ لیں گے جو اس نے دنیا پر کیے، خصوصاً سائنسی، فکری اور اخلاقی میدانوں میں۔ عصرِ حاضر میں جب مختلف تہذیبوں کے درمیان تصادم اور فکری مغالطے عام ہیں، اسلامی تہذیب کے حقیقی چہرے کو سمجھنا اور اس کے آفاقی پیغامات کو اجاگر کرنا از حد ضروری ہے۔

مقاصدِ تدریس:

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- تہذیب اور تمدن کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم کو واضح طور پر بیان کر سکیں۔
- اسلامی تہذیب کی امتیازی خصوصیات (توحید پرستی، آفاقیت، اخلاقی بنیادیں، توازن و اعتدال) کی گہرائی سے تشریح کر سکیں۔
- اسلامی تہذیب کے بنیادی عناصر (اخوت، مساوات، عدل و انصاف، رواداری، آزادی، تکریمِ انسانیت) کو قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں بیان کر سکیں۔
- اسلامی تہذیب کا مغربی اور دیگر تہذیبوں سے تقابلی جائزہ پیش کر سکیں۔
- اسلامی تہذیب کے دنیا پر سائنسی، فکری اور اخلاقی احسانات کو تفصیل سے اجاگر کر سکیں۔
- اسلامی تہذیب کے بنیادی اصولوں کے انفرادی و اجتماعی زندگی پر مرتب ہونے والے ہمہ گیر اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔
- عصرِ حاضر میں اسلامی تہذیب کی اہمیت اور اس سے متعلق فکری شبہات کے مدلل جوابات پیش کر سکیں۔
- اس یونٹ میں زیرِ بحث آنے والی کلیدی اصطلاحات کی مکمل وضاحت کر سکیں۔

اہم درسی عنوانات کی تفصیلی و تحقیقی تشریح

1. تہذیب اور تمدن کا مفہوم

تہذیب اور تمدن دو ایسے بنیادی تصورات ہیں جو کسی بھی انسانی معاشرے کی شناخت اور اس کی ترقی کی عکاسی کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں اصطلاحات اکثر ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتی ہیں، لیکن ان کے درمیان ایک لطیف فرق موجود ہے جس کو سمجھنا ضروری ہے۔

الف. تہذیب (Culture)

لغوی تعریف: لفظ "تہذیب" عربی زبان کے مادے "ھذب" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے "چھانٹنا، سنوارنا، پاک کرنا، تربیت دینا، شائستہ بنانا"۔ اس سے مراد کسی چیز کو اس کی خامیوں سے پاک کر کے بہتر اور خوبصورت بنانا ہے۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاحاً، تہذیب سے مراد کسی قوم یا معاشرے کے وہ فکری، روحانی، اخلاقی اور جمالیاتی اقدار ہیں جو اس کے افراد کی سوچ، طرزِ عمل، فنون، ادب اور طرزِ زندگی کو تشکیل دیتے ہیں۔ یہ کسی قوم کی اندرونی شخصیت، اس کے عقائد، نظریات، اخلاقیات، رسوم و رواج، زبان، فنونِ لطیفہ اور علم و حکمت کا مجموعہ ہوتی ہے۔

تہذیب در حقیقت انسان کی باطنی ترقی اور اس کے روحانی ارتقاء کی آئینہ دار ہے۔ یہ وہ روحانی اور فکری قوت ہے جو کسی قوم کو زندہ رکھتی ہے اور اسے ایک مخصوص شناخت دیتی ہے۔

ب. تمدن (Civilization)

لغوی تعریف: لفظ "تمدن" عربی زبان کے مادے "مدن" سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے "شہر میں رہنا، شہری زندگی اختیار کرنا، مہذب ہونا"۔ اسی سے "مدینہ" کا لفظ بھی ہے جس کا مطلب شہر ہے۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاحاً، تمدن سے مراد کسی قوم یا معاشرے کی وہ مادی ترقی اور ظاہری شکل ہے جو اس کی اجتماعی زندگی میں نظر آتی ہے۔ اس میں شہری آبادیاں، عمارات، سڑکیں، پل، صنعت و حرفت، ٹیکنالوجی، قوانین، حکومتی ادارے، معاشی نظام اور دیگر مادی سہولیات شامل ہیں۔ تمدن در حقیقت تہذیب کا خارجی اور عملی مظہر ہے۔ یہ وہ ڈھانچہ ہے جس کے اندر تہذیب پروان چڑھتی ہے اور اپنے اثرات مرتب کرتی ہے۔ ابن خلدون نے اپنے مشہور مقدمہ میں "عمران" اور "حضارہ" کے تصورات کو تمدن کے قریب تر بیان کیا ہے، جہاں وہ شہری زندگی اور اس کے مادی و سماجی پہلوؤں پر زور دیتے ہیں۔

تہذیب اور تمدن کا باہمی تعلق:

تہذیب اور تمدن ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہیں۔ تہذیب روح ہے اور تمدن اس کا جسم۔ تہذیب کے بغیر تمدن بے روح اور بے مقصد ہو جاتا ہے، اور تمدن کے بغیر تہذیب اپنے عملی اظہار سے محروم رہتی ہے۔ ایک مضبوط تہذیب ہی ایک پائیدار اور ترقی یافتہ تمدن کو جنم دیتی ہے۔ اسلامی تناظر میں، قرآن و سنت کی تعلیمات نے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھی جو اخلاقی اور روحانی اقدار پر مبنی تھی، اور اسی تہذیب نے ایک ایسے تمدن کو پروان چڑھایا جس نے علم، فن اور مادی ترقی کے میدان میں بے مثال کارنامے انجام دیے۔

2. اسلامی تہذیب کی خصوصیات

اسلامی تہذیب اپنی نوعیت میں منفرد اور بے مثال خصوصیات کی حامل ہے جو اسے دنیا کی دیگر تہذیبوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات نہ صرف اس کی پائیداری اور آفاقیت کی ضامن ہیں بلکہ انسانیت کے لیے ایک مکمل رہنمائی بھی فراہم کرتی ہیں۔

الف. توحید پرستی (Monotheism)

تشریح: اسلامی تہذیب کی سب سے بنیادی اور مرکزی خصوصیت توحید پرستی ہے۔ توحید کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہی کائنات کا خالق، مالک اور مدبر ہے۔ یہ عقیدہ نہ صرف اسلامی تہذیب کی فکری بنیاد ہے بلکہ اس کی اخلاقی، سماجی، سیاسی اور معاشی ڈھانچے کی بھی اساس ہے۔ توحید انسان کو ہر قسم کی غلامی سے آزاد کر کے صرف ایک اللہ کا بندہ بناتی ہے، جس سے اس کے اندر خودداری، وقار اور بے خوفی پیدا ہوتی ہے۔

- قرآنی آیات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ اللَّهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ﴿٣﴾ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴿٤﴾ (سورۃ الإخلاص: 1-4)

ترجمہ: "کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیات توحید کی جامع ترین تعریف پیش کرتی ہیں، جو اللہ کی وحدانیت، بے نیازی اور بے مثال ہونے پر زور دیتی ہیں۔ اسلامی تہذیب میں ہر علم، ہر فن اور ہر عمل کی بنیاد اسی توحید پر قائم ہے۔ یہ انسان کو کائنات میں اپنے مقام اور مقصد سے آگاہ کرتی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے: اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٢٥٥﴾ (سورۃ البقرۃ: 255- آیۃ الکرسی)

ترجمہ: "اللہ! اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے، سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی (سلطنت) آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور اسے ان دونوں کی حفاظت تھکاتی نہیں۔ اور وہ بلند و بالا، عظمت والا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ اور اس کی لامحدود قدرت و علم کا بیان ہے، جو توحید کے تصور کو مزید مستحکم کرتی ہے۔ توحید پرستی انسان کو شرک کی تمام صورتوں سے پاک کر کے ایک خالص اور مضبوط عقیدے پر قائم کرتی ہے۔

- احادیثِ مبارکہ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا۔" (صحیح بخاری، کتاب اللباس، حدیث نمبر: 6267؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر: 30)

ترجمہ: "بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔"

تشریح: یہ حدیث توحید کی اہمیت کو واضح کرتی ہے کہ یہ نہ صرف اللہ کا حق ہے بلکہ نجات کا ذریعہ بھی ہے۔

- عقلی اور فکری دلائل: توحید کا عقیدہ انسان کو کائنات میں ایک نظم و ضبط اور مقصدیت کا احساس دلاتا ہے۔ اگر کائنات کے کئی خدا ہوتے تو ان میں اختلاف ہوتا اور کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ توحید انسان کو ذہنی سکون اور روحانی اطمینان فراہم کرتی ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ایک ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ انسان کو ہر قسم کے توہمات، خرافات اور باطل عقائد سے نجات دلاتی ہے۔

ب. آفاقیت (Universality)

تشریح: اسلامی تہذیب کی دوسری اہم خصوصیت اس کی آفاقیت ہے۔ اسلام کسی خاص قوم، نسل، علاقے یا زمانے کے لیے نہیں آیا بلکہ یہ تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک عالمگیر پیغام ہے۔ اس کی تعلیمات کسی جغرافیائی حدود میں مقید نہیں بلکہ یہ پوری انسانیت کو مخاطب کرتی ہیں۔ یہ نسلی، لسانی اور طبقاتی امتیازات کو ختم کر کے ایک عالمگیر اخوت کا درس دیتی ہے۔

- قرآنی آیات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۷﴾ (سورۃ الأنبیاء: 107)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت واضح کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت اور آپ پر نازل ہونے والا دین کسی ایک قوم کے لیے نہیں بلکہ پوری کائنات اور تمام مخلوقات کے لیے رحمت کا باعث ہے۔ اسلامی تہذیب اسی عالمگیر رحمت کے اصول پر قائم ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰىكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ﴿۱۳﴾ (سورۃ الحجرات: 13)

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا، خبر رکھنے والا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت انسانی مساوات اور آفاقیت کا بنیادی اصول بیان کرتی ہے کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے ہیں اور ان کی فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے، نہ کہ نسل، رنگ یا زبان۔

- احادیثِ مبارکہ:

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ، وَلَا لِأَعْجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى." (مسند احمد، حدیث نمبر: 23536)

ترجمہ: "اے لوگو! خبردار، تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ خبردار، کسی عربی کو کسی عجمی پر، اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور نہ کسی سرخ کو کسی کالے پر، اور نہ کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت حاصل ہے، سوائے تقویٰ کے۔"

تشریح: یہ حدیث اسلامی تہذیب کی آفاقیت اور مساوات کے اصول کو عملی شکل میں پیش کرتی ہے، جہاں تمام انسانوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کیا گیا ہے۔

- عقلی اور فکری دلائل: آفاقیت کا تصور انسان کو تنگ نظری، تعصب اور قوم پرستی کی حدود سے نکال کر وسیع النظری اور عالمگیر بھائی چارے کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ مختلف ثقافتوں اور اقوام کے درمیان ہم آہنگی اور تعاون کو فروغ دیتا ہے، جو آج کی گلوبل دنیا میں امن اور ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔

ج. اخلاقی بنیادیں (Moral Foundations)

تشریح: اسلامی تہذیب کی ایک اور نمایاں خصوصیت اس کی مضبوط اخلاقی بنیادیں ہیں۔ اسلام نے اخلاق کو دین کا جوہر قرار دیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی مکارمِ اخلاق کی تکمیل بتایا ہے۔ اسلامی تہذیب میں ہر عمل، ہر قانون اور ہر ادارے کی بنیاد اخلاقی اصولوں پر رکھی گئی ہے، جن میں سچائی، امانت، دیانت، عدل، احسان، عفو و درگزر اور حسنِ سلوک شامل ہیں۔

- قرآنی آیات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿٤﴾ (سورۃ القلم: 4)

ترجمہ: "اور بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔"

تفسیری نکات: یہ آیت نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی گواہی دیتی ہے، جو اسلامی تہذیب کے لیے ایک مثالی نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ہی اخلاقی اقدار کا عملی پیکر ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ (سورۃ النحل: 90)

ترجمہ: "بے شک اللہ عدل، احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

تفسیری نکات: یہ آیت اسلامی اخلاقی نظام کے بنیادی ستونوں کو بیان کرتی ہے: عدل، احسان اور صلہ رحمی، اور ہر قسم کی برائی سے اجتناب۔

- احادیثِ مبارکہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ." (موطأ امام مالک، کتاب حسن الخلق، حدیث نمبر: 1614؛ مسند احمد، حدیث نمبر: 8952)

ترجمہ: "مجھے تو صرف اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔"

تشریح: یہ حدیث اخلاق کی اہمیت کو واضح کرتی ہے کہ یہ دینِ اسلام کا بنیادی مقصد ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا: "أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا." (سنن ترمذی، کتاب الرضاع، حدیث نمبر: 1162)

ترجمہ: "مومنوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔"

تشریح: یہ حدیث ایمان اور اخلاق کے گہرے تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔

- عقلی اور فکری دلائل: اخلاقی بنیادوں کے بغیر کوئی بھی تہذیب پائیدار نہیں ہو سکتی۔ اخلاق ہی معاشرے میں امن، سکون اور اعتماد پیدا کرتے ہیں۔ جب اخلاقی اقدار کمزور پڑ جاتی ہیں تو معاشرہ بگاڑ اور فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلامی تہذیب نے اخلاق کو مادی ترقی پر فوقیت دی، جس کی وجہ سے اس نے ایک متوازن اور انسانیت دوست معاشرہ قائم کیا۔

د. توازن و اعتدال (Balance and Moderation)

تشریح: اسلامی تہذیب کی ایک اور نمایاں خصوصیت توازن اور اعتدال ہے۔ اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں افراط و تفریط سے بچنے اور میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ مادی اور روحانی، انفرادی اور اجتماعی، دنیاوی اور اخروی زندگی کے درمیان ایک خوبصورت توازن قائم کرتی ہے۔ یہ نہ تو رہبانیت کی طرف مائل ہے اور نہ ہی مادہ پرستی کی انتہا تک جاتی ہے۔

- قرآنی آیات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴿سورۃ البقرۃ:143﴾

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔"

تفسیری نکات: "امت وسط" کا مطلب ہے ایک متوازن، معتدل اور بہترین امت جو افراط و تفریط سے پاک ہو۔ یہ آیت اسلامی تہذیب کے بنیادی اصول کو بیان کرتی ہے کہ اس کا مزاج اعتدال پر مبنی ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا: وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾ (سورۃ الاسراء:29)

ترجمہ: "اور

حصہ دوم: درسی کتاب کی حل شدہ خود آزمائی مشق اور اہم امتحانی مختصر سوالات

درسی کتاب کی خود آزمائی مشق کے حل شدہ سوالات (Solved Textbook Exercises)

سوال نمبر 1: تہذیب اور تمدن کے مفہوم کی وضاحت کریں اور اسلامی تناظر میں ان کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالیں۔

تہذیب اور تمدن کا مفہوم: تہذیب اور تمدن دو ایسے اصطلاحات ہیں جو انسانی معاشرت کی ترقی اور ارتقاء کو بیان کرتی ہیں۔ اگرچہ یہ اکثر ایک دوسرے کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، لیکن ان کے مفہوم میں لطیف فرق پایا جاتا ہے۔

تہذیب (Culture/Civilization – Broader Sense): تہذیب عربی لفظ "ہذب" سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے سنوارنا، پاک کرنا، تربیت دینا یا اصلاح کرنا۔ اصطلاحی طور پر، تہذیب سے مراد کسی قوم یا معاشرے کے وہ فکری، روحانی، اخلاقی اور سماجی اقدار ہیں جو اس کے طرزِ زندگی، سوچ، فنون، ادب، رسوم و رواج اور عقائد کی تشکیل کرتے ہیں۔ یہ انسان کے اندرونی ارتقاء، اس کے اخلاق و کردار کی بلندی اور اس کے روحانی و فکری پہلوؤں کی عکاسی کرتی ہے۔ تہذیب ایک قوم کی روح ہوتی ہے جو اسے دوسری اقوام سے ممتاز کرتی ہے۔ اس میں زبان، مذہب، فلسفہ، اخلاقیات، جمالیات اور سماجی رویے شامل ہوتے ہیں۔ یہ زیادہ تر غیر مادی اور غیر مرئی پہلوؤں پر مشتمل ہوتی ہے جو انسانی شخصیت اور معاشرت کو نکھارتی ہے۔

تمدن (Civilization – Material/Urban Aspect): تمدن عربی لفظ "مدن" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے شہر میں رہنا یا شہری زندگی اختیار کرنا۔ اصطلاحی طور پر، تمدن سے مراد کسی قوم کی مادی ترقی، شہری زندگی کے مظاہر، سائنسی و تکنیکی پیشرفت، فن تعمیر، صنعت و حرفت، حکومتی ڈھانچے اور انتظامی نظام ہیں۔ یہ انسانی معاشرت کے بیرونی اور مادی پہلوؤں کو ظاہر کرتا ہے۔ تمدن میں سڑکیں، عمارتیں، پل، نہریں، ایجادات، ٹیکنالوجی اور وہ تمام مادی سہولیات شامل ہیں جو انسانی زندگی کو آسان اور منظم بناتی ہیں۔ یہ زیادہ تر مرئی اور مادی ترقی کا نام ہے جو کسی معاشرے کی خوشحالی اور تنظیم کی نشاندہی کرتی ہے۔

باہمی تعلق (Interrelationship): تہذیب اور تمدن لازم و ملزوم ہیں۔ یہ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ تہذیب کسی قوم کے فکری اور اخلاقی ڈھانچے کو تشکیل دیتی ہے، جبکہ تمدن اس فکری ڈھانچے کا عملی اور مادی اظہار ہوتا ہے۔ ایک مضبوط تہذیب ہی ایک پائیدار اور ترقی یافتہ تمدن کو جنم دیتی ہے۔ اگر تہذیب کی بنیادیں کمزور ہوں تو تمدن کتنا ہی شاندار کیوں نہ ہو، وہ دیرپا نہیں رہ سکتا۔ مثال کے طور پر، اسلامی تہذیب نے توحید، اخلاق اور عدل و انصاف کی

بنیادوں پر ایک ایسا فکری ڈھانچہ فراہم کیا جس کے نتیجے میں بغداد، دمشق، قرطبہ اور قاہرہ جیسے عظیم الشان تمدنی مراکز وجود میں آئے۔ ان شہروں میں فن تعمیر، سائنس، طب اور فلسفہ نے غیر معمولی ترقی کی، جو اسلامی تہذیب کے گہرے فکری اثرات کا نتیجہ تھی۔

اسلامی تناظر میں: اسلامی تناظر میں تہذیب و تمدن کا تعلق اور بھی گہرا ہو جاتا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی روحانی، اخلاقی اور مادی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے جو انسان کو اخلاقی بلندی، عدل و انصاف، مساوات اور تکریم انسانیت کا درس دیتی ہے۔ ان اخلاقی اور روحانی اقدار نے اسلامی تمدن کو ایک منفرد شکل دی۔ اسلامی تمدن صرف مادی ترقی کا نام نہیں تھا بلکہ یہ اخلاقی اقدار سے مزین تھا۔ مساجد، مدارس، ہسپتال، لائبریریاں اور سائنسی مراکز اسلامی تمدن کے وہ مظاہر تھے جہاں مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی اور اخلاقی تربیت بھی دی جاتی تھی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ" (سورۃ الاسراء: 70) "اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔" یہ آیت اسلامی تہذیب کی بنیادی قدر، یعنی تکریمِ انسانیت، کو اجاگر کرتی ہے جس نے اسلامی تمدن کو انسان دوست اور فلاحی ریاستوں کی شکل دی۔ خلاصہ یہ کہ تہذیب وہ روح ہے جو تمدن کے جسم میں جان ڈالتی ہے۔ اسلامی تناظر میں، یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 2: اسلامی تہذیب کی بنیادی خصوصیات (توحید پرستی، آفاقیت، اخلاقی بنیادیں، توازن و اعتدال) کی تفصیل سے وضاحت کریں۔

اسلامی تہذیب دنیا کی چند عظیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے جس نے انسانی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کی بنیادیں قرآن و سنت پر استوار ہیں اور یہ چند منفرد خصوصیات کی حامل ہے جو اسے دیگر تہذیبوں سے ممتاز کرتی ہیں۔

1. توحید پرستی (Monotheism): اسلامی تہذیب کی سب سے بنیادی اور مرکزی خصوصیت توحید پرستی ہے۔ توحید کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، اس کی ذات، صفات اور افعال میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ یہ عقیدہ اسلامی تہذیب کی روح ہے اور اسی سے اس کے تمام فکری، اخلاقی اور سماجی ڈھانچے نے جنم لیا ہے۔ توحید انسان کو تمام باطل معبودوں، خود ساختہ خداؤں اور طاغوتی قوتوں کی غلامی سے آزاد کر کے صرف ایک اللہ کا بندہ بناتی ہے۔ یہ انسان کو عزت نفس، خودداری اور بے خوفی عطا کرتی ہے۔

قرآنی دلیل: "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝" (سورۃ الاخلاص: 1-4) "کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا، اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔"

توحید پرستی نے اسلامی معاشرے میں مساوات اور اخوت کو فروغ دیا کیونکہ تمام انسان ایک ہی خدا کے بندے ہیں، لہٰذا کوئی کسی سے برتر نہیں۔

2. آفاقیت (Universality): اسلامی تہذیب کسی خاص نسل، علاقے یا قوم تک محدود نہیں بلکہ یہ آفاقی اور عالمگیر ہے۔ اس کا پیغام تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے، قطع نظر ان کی رنگ و نسل، زبان یا جغرافیائی حدود کے۔ اسلام نے قومیت اور نسل پرستی کے تصورات کو رد کر کے ایک عالمگیر امت کا تصور پیش کیا جہاں تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

قرآنی دلیل: "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" (سورۃ الانبیاء: 107) "اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

یہ آفاقیت اسلامی تہذیب کو وسعت اور تنوع عطا کرتی ہے، جہاں مختلف ثقافتوں اور قومیتوں کے لوگ ایک مشترکہ عقیدے اور اقدار کے تحت متحد ہوتے ہیں۔

3. اخلاقی بنیادیں (Ethical Foundations): اسلامی تہذیب کی ایک اور نمایاں خصوصیت اس کی مضبوط اخلاقی بنیادیں ہیں۔ یہ تہذیب صرف مادی ترقی پر زور نہیں دیتی بلکہ اخلاق، عدل، سچائی، امانت، دیانت، صبر، شکر اور ایثار جیسی اعلیٰ اقدار کو بھی بنیادی حیثیت دیتی ہے۔ اسلامی معاشرت میں فرد اور ریاست دونوں کے لیے اخلاقی اصولوں کی پابندی لازم ہے۔

حدیث نبوی: "إِنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق" (صحیح بخاری) "مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔"

یہ اخلاقی بنیادیں معاشرے میں امن، سکون اور عدل و انصاف کو یقینی بناتی ہیں اور فرد کی روحانی و اخلاقی تربیت کرتی ہیں۔

4. توازن و اعتدال (Balance and Moderation): اسلامی تہذیب کی ایک اہم خصوصیت توازن اور اعتدال ہے۔ اسلام زندگی کے کسی بھی پہلو میں افراط و تفریط کو پسند نہیں کرتا بلکہ ہر معاملے میں میانہ روی اور اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ روحانیت اور مادیت، دنیا اور آخرت، فرد اور معاشرے، حقوق اور فرائض کے درمیان ایک حسین توازن قائم کرتا ہے۔ یہ رہبانیت اور دنیا پرستی دونوں کی نفی کرتا ہے اور ایک متوازن طرز زندگی کی ترغیب دیتا ہے۔

قرآنی دلیل: "وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا" (سورۃ البقرۃ: 143) "اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی (معتدل) امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔"

یہ توازن اسلامی تہذیب کو پائیداری اور لچک عطا کرتا ہے، جس کی وجہ سے یہ مختلف زمانوں اور مقامات پر اپنی افادیت برقرار رکھ سکی ہے۔ یہ انسان کو اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک متوازن اور کامیاب زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 3: اسلامی تہذیب کے بنیادی عناصر (اخوت، مساوات، عدل و انصاف، رواداری، آزادی، تکریمِ انسانیت) پر جامع نوٹ لکھیں۔

اسلامی تہذیب کی عظمت اور پائیداری کا راز اس کے ان بنیادی عناصر میں پنہاں ہے جو انسانی معاشرت کو ایک مثالی شکل دیتے ہیں۔ یہ عناصر قرآن و سنت کی تعلیمات سے ماخوذ ہیں اور انہوں نے اسلامی معاشرے کو ایک منفرد شناخت عطا کی ہے۔

1. اخوت (Brotherhood): اخوت اسلامی تہذیب کا ایک بنیادی ستون ہے۔ اسلام تمام مسلمانوں کو ایک عالمگیر برادری کا حصہ قرار دیتا ہے، قطع نظر ان کی نسل، رنگ، زبان یا جغرافیائی حدود کے۔ یہ اخوت کا رشتہ محض جذباتی نہیں بلکہ عملی اور سماجی ہے۔ مسلمان ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ایک جسم کے اعضاء کی مانند ہیں۔

قرآنی دلیل: "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ" (سورۃ الحجرات: 10) "بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

اس اخوت نے اسلامی معاشرے میں باہمی محبت، تعاون اور اتحاد کو فروغ دیا اور اسے اندرونی طور پر مضبوط کیا۔

2. مساوات (Equality): اسلامی تہذیب میں مساوات کا تصور انتہائی نمایاں ہے۔ اسلام نے تمام انسانوں کو برابر قرار دیا ہے اور رنگ، نسل، حسب و نسب یا دولت کی بنیاد پر کسی بھی قسم کے امتیاز کو سختی سے رد کیا ہے۔ فضیلت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

قرآنی دلیل: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ" (سورۃ الحجرات: 13) "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔"

اس مساوات نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جہاں کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہ تھی، اور ہر فرد کو اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی کرنے کا موقع ملا۔

3. عدل و انصاف (Justice): عدل و انصاف اسلامی تہذیب کا ایک بنیادی ستون ہے۔ اسلام نے عدل کو معاشرے کی بنیاد قرار دیا ہے اور ہر حال میں انصاف قائم کرنے کا حکم دیا ہے، خواہ اس کا تعلق اپنے رشتہ داروں یا دشمنوں سے ہی کیوں نہ ہو۔ عدل کا تقاضا ہے کہ ہر حقدار کو اس کا حق دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔

قرآنی دلیل: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ" (سورۃ المائدہ: 8) "اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف پر قائم رہنے والے، سچی گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔"

عدل و انصاف کے اس تصور نے اسلامی ریاستوں میں ایک مضبوط قانونی اور عدالتی نظام قائم کیا جس نے معاشرتی استحکام کو یقینی بنایا۔

4. رواداری (Tolerance): اسلامی تہذیب میں رواداری کا تصور بہت وسیع ہے۔ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک، ان کے حقوق کا احترام اور ان کے مذہبی عقائد و رسومات میں عدم مداخلت کا درس دیا ہے۔ اسلامی ریاستوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی اور تحفظ حاصل تھا۔

قرآنی دلیل: "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" (سورۃ البقرۃ: 256) "دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔"

اس رواداری نے ایک کثیر الثقافتی معاشرہ تشکیل دیا جہاں مختلف مذاہب کے لوگ امن و آشتی کے ساتھ رہ سکتے تھے۔

5. آزادی (Freedom): اسلامی تہذیب میں آزادی کا تصور بھی بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اسلام نے انسان کو فکری، مذہبی اور شخصی آزادی عطا کی ہے۔ البتہ، یہ آزادی مطلق نہیں بلکہ شرعی حدود اور معاشرتی ذمہ داریوں کے تابع ہے۔ انسان کو اپنی رائے کے اظہار، مذہب کے انتخاب اور جائز طریقوں سے زندگی گزارنے کی آزادی حاصل ہے۔

حدیث نبوی: "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ" (صحیح بخاری) "تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

یہ آزادی فرد کو اپنی شخصیت کو پروان چڑھانے اور معاشرے کی ترقی میں حصہ لینے کا موقع فراہم کرتی ہے۔

6. تکریم انسانیت (Human Dignity): تکریم انسانیت اسلامی تہذیب کا ایک مرکزی نقطہ ہے۔ اسلام نے تمام انسانوں کو پیدائشی طور پر مکرم اور قابل احترام قرار دیا ہے، خواہ وہ کسی بھی مذہب، نسل یا طبقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اسے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔

قرآنی دلیل: "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا" (سورۃ الاسراء: 70) "اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور انہیں خشکی اور تری میں سواری دی اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں فضیلت دی۔"

اس تصور نے غلامی کے خاتمے، انسانی حقوق کے تحفظ اور ہر فرد کے احترام کو یقینی بنایا، جو اسلامی تہذیب کی ایک روشن مثال ہے۔

سوال نمبر 4: اسلامی تہذیب کا مغربی اور دیگر تہذیبوں سے تقابل کریں اور اس کی امتیازی خصوصیات اجاگر کریں۔

اسلامی تہذیب نے اپنی منفرد خصوصیات کی بنا پر دنیا کی دیگر تہذیبوں، بالخصوص مغربی تہذیب سے ایک واضح امتیاز قائم کیا ہے۔ یہ امتیاز اس کے بنیادی عقائد، اقدار اور طرزِ حیات میں جھلکتا ہے۔

مغربی تہذیب سے تقابل: مغربی تہذیب کی بنیاد یونانی فلسفہ، رومی قانون اور عیسائی اخلاقیات پر ہے، لیکن جدید مغربی تہذیب نے نشاۃ ثانیہ (Renaissance) اور روشن خیالی (Enlightenment) کے بعد مذہب سے علیحدگی اختیار کر کے سیکولرازم، مادیت پرستی اور فرد پرستی کو اپنا بنیادی اصول بنالیا ہے۔

1. بنیاد اور ماخذ:

- اسلامی تہذیب: اس کی بنیاد الہامی تعلیمات (قرآن و سنت) پر ہے، جو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ یہ دین اور دنیا کو الگ نہیں کرتی بلکہ انہیں ایک مکمل نظام میں مربوط کرتی ہے۔
- مغربی تہذیب: جدید مغربی تہذیب کی بنیاد سیکولرازم پر ہے، جہاں مذہب کو نجی معاملہ سمجھا جاتا ہے اور ریاست و معاشرت سے اس کا تعلق منقطع کر دیا گیا ہے۔ اس کا ماخذ انسانی عقل، تجربہ اور سائنسی ترقی ہے۔

2. مقصدِ حیات:

- اسلامی تہذیب: انسان کا مقصدِ حیات اللہ کی رضا کا حصول اور آخرت کی کامیابی ہے، جبکہ دنیاوی زندگی آخرت کی تیاری کا ذریعہ ہے۔ مادی ترقی اخلاقی اقدار کے تابع ہے۔
- مغربی تہذیب: مقصدِ حیات عموماً دنیاوی کامیابی، مادی خوشحالی، لذت پرستی اور انفرادی آزادی کا حصول ہے۔ اخلاقی اقدار کا تعین بھی اکثر انسانی خواہشات اور معاشرتی ارتقاء کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

3. اخلاقیات:

- اسلامی تہذیب: اخلاقیات کا سرچشمہ الہامی احکامات ہیں جو آفاقی اور غیر متغیر ہیں۔ عدل، سچائی، امانت، حیا، ایثار اور مساوات اس کے بنیادی اخلاقی اصول ہیں۔
- مغربی تہذیب: اخلاقیات کا تعین معاشرتی ارتقاء، فلسفہ اور انسانی عقل کی بنیاد پر ہوتا ہے، جو وقت کے ساتھ تبدیل ہو سکتی ہیں۔ انفرادی آزادی اور حقوق کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

4. فرد اور معاشرہ:

- اسلامی تہذیب: فرد اور معاشرے کے درمیان توازن قائم کرتی ہے۔ فرد کو حقوق کے ساتھ ساتھ معاشرتی ذمہ داریوں کا بھی پابند کرتی ہے۔ اخوت اور مساوات پر مبنی ایک اجتماعی نظام پر زور دیتی ہے۔
- مغربی تہذیب: فرد پرستی (Individualism) پر زیادہ زور دیتی ہے، جہاں فرد کی آزادی اور حقوق کو اولیت دی جاتی ہے۔ معاشرتی ذمہ داریوں کے بجائے انفرادی انتخاب کو اہمیت حاصل ہے۔

5. توازن:

- اسلامی تہذیب: روحانیت اور مادیت، دنیا اور آخرت، عقل اور وحی، فرد اور معاشرے کے درمیان توازن اور اعتدال قائم کرتی ہے۔
- مغربی تہذیب: مادیت پرستی، سائنسی ترقی اور عقلیت پر زیادہ زور دیتی ہے، جس کے نتیجے میں روحانی اور اخلاقی پہلو اکثر نظر انداز ہو جاتے ہیں۔

دیگر تہذیبوں سے تقابل (مثلاً مشرقی تہذیبیں): مشرقی تہذیبیں (جیسے ہندوستانی، چینی) بھی روحانیت اور اخلاقی اقدار پر زور دیتی ہیں، لیکن ان میں توحید کا تصور یا تو موجود نہیں یا غیر واضح ہے۔ ان میں ذات پات کا نظام، بت پرستی اور بعض اوقات دنیا سے مکمل کنارہ کشی (رہبانیت) جیسے تصورات پائے جاتے ہیں، جو اسلامی تہذیب کے آفاقی، توحیدی اور متوازن نقطہ نظر سے مختلف ہیں۔ اسلامی تہذیب نے تمام انسانوں کی مساوات اور تکریمِ انسانیت پر جو زور دیا، وہ دیگر قدیم تہذیبوں میں شاذ و نادر ہی ملتا ہے۔

امتیازی خصوصیات: اسلامی تہذیب کی چند امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں:

1. توحید پرستی: تمام تہذیبوں میں سے صرف اسلامی تہذیب ہی خالص توحید پر قائم ہے، جو اسے شرک اور بت پرستی سے پاک رکھتی ہے۔
2. آفاقیت و عالمگیریت: یہ کسی خاص قوم یا علاقے کی تہذیب نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لیے ایک عالمگیر پیغام رکھتی ہے۔

3. جامعیت: یہ زندگی کے تمام پہلوؤں (روحانی، اخلاقی، مادی، سماجی، سیاسی، معاشی) کو شامل کرتی ہے اور ان کے درمیان توازن قائم کرتی ہے۔

4. عدل و انصاف: عدل و انصاف کو معاشرے کی بنیاد قرار دیتی ہے اور ہر فرد کے لیے یکساں حقوق کی ضمانت دیتی ہے۔

5. علم دوستی: علم کے حصول کو فرض قرار دیتی ہے اور سائنسی تحقیق و تفکر کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ یہ خصوصیت اس کے علمی ورثے کی بنیاد بنی۔

6. رواداری: غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ اور مذہبی آزادی کو یقینی بناتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ" (سورۃ آل عمران: 110) "تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

یہ آیت اسلامی تہذیب کے امتیازی کردار اور اس کی اخلاقی ذمہ داری کو واضح کرتی ہے۔

سوال نمبر 5: اسلامی تہذیب کے دنیا پر احسانات اور اس کے علمی و سائنسی ورثے کی اہمیت بیان کریں۔

اسلامی تہذیب نے انسانی تاریخ پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کیے ہیں، خاص طور پر علمی اور سائنسی میدان میں اس کے احسانات ناقابل فراموش ہیں۔ آٹھویں صدی سے چودھویں صدی عیسوی تک، جب یورپ تاریکی کے دور سے گزر رہا تھا، اسلامی دنیا علم و فن کا گہوارہ تھی اور اس نے دنیا کو ایک روشن راستہ دکھایا۔

اسلامی تہذیب کے دنیا پر احسانات:

1. علمی بیداری اور تحقیق کا فروغ: اسلام نے علم کے حصول کو ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض قرار دیا۔ اس تعلیم نے مسلمانوں میں علم کی پیاس پیدا کی اور انہوں نے یونانی، رومی، فارسی، ہندوستانی اور چینی علوم کو جمع کیا، ان کا ترجمہ کیا، ان پر تنقید کی اور ان میں اضافہ کیا۔ بغداد، دمشق، قرطبہ، قاہرہ جیسے شہر عظیم علمی مراکز بن گئے جہاں لائبریریاں، مدارس اور تحقیقی ادارے قائم ہوئے۔
2. سائنسی طریقہ کار کی بنیاد: مسلمان سائنسدانوں نے مشاہدے، تجربے اور استدلال پر مبنی سائنسی طریقہ کار (Scientific Method) کی بنیاد رکھی۔ یہ طریقہ کار جدید سائنس کی ترقی کے لیے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ ابن الہیثم (Alhazen) نے بصریات (Optics) میں اپنے تجرباتی کام سے اس کی بہترین مثال پیش کی۔
3. طب اور فارماکولوجی: مسلمان طبیبوں جیسے ابن سینا (Avicenna) کی "القانون فی الطب" اور الرازی (Rhazes) کی "الحاوی" جیسی کتابیں صدیوں تک یورپ کی میڈیکل یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی رہیں۔ انہوں نے سرجری، فارماکولوجی، ہسپتالوں کے نظام اور بیماریوں کی تشخیص میں نمایاں ترقی کی۔
4. ریاضی اور فلکیات: مسلمانوں نے الجبرا (Al-Jabr)، الگورتھم (Algorithm) اور اعشاری نظام (Decimal System) کو ترقی دی اور اسے یورپ تک پہنچایا۔ الخوارزمی (Al-Khwarizmi) کا کام اس میدان میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ فلکیات میں انہوں نے رصد گاہیں قائم کیں، ستاروں کے نقشے بنائے اور سیاروں کی حرکت کا درست مشاہدہ کیا۔
5. کیمیا: جابر بن حیان (Geber) کو جدید کیمیا کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ انہوں نے کئی کیمیائی عمل اور آلات ایجاد کیے جو آج بھی استعمال ہوتے ہیں۔
6. جغرافیہ اور نقشہ نگاری: مسلمان جغرافیہ دانوں نے دنیا کے نقشے بنائے، سفر نامے لکھے اور سمندری راستوں کی دریافت میں اہم کردار ادا کیا۔ الادریسی (Al-Idrisi) کا نقشہ نگاری کا کام اس کی بہترین مثال ہے۔

7. فلسفہ اور منطق: مسلمان فلاسفہ جیسے الفارابی، ابن رشد (Averroes) اور ابن باجہ نے یونانی فلسفے کو از سر نو زندہ کیا، اس پر تنقید کی اور اسلامی نقطہ نظر سے نئے افکار پیش کیے۔ ان کے کام نے یورپ میں فلسفہ کی نشاۃ ثانیہ کی راہ ہموار کی۔

8. فن تعمیر اور فنون لطیفہ: اسلامی فن تعمیر، خطاطی، اور آرائش نے دنیا کو منفرد طرز اور جمالیاتی حس سے روشناس کرایا۔ مساجد، محلات اور قلعے اسلامی فن تعمیر کے شاہکار ہیں۔

9. سماجی و معاشی نظام: اسلامی تہذیب نے عدل و انصاف، مساوات، اخوت اور زکوٰۃ و صدقات پر مبنی ایک فلاحی معاشرتی اور معاشی نظام قائم کیا جس نے غربت کے خاتمے اور معاشرتی استحکام میں مدد دی۔

علمی و سائنسی ورثے کی اہمیت: اسلامی تہذیب کا علمی و سائنسی ورثہ محض ایک تاریخی حقیقت نہیں بلکہ یہ جدید دنیا کی ترقی کی بنیاد ہے۔

- پل کا کردار: مسلمانوں نے یونانی اور دیگر قدیم علوم کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ ان میں اضافہ کر کے انہیں یورپ تک پہنچایا۔ یہ اسلامی تہذیب ہی تھی جس نے قدیم علم کو جدید علم سے جوڑا اور یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے لیے راہ ہموار کی۔
- جدید سائنس کی بنیاد: مشاہدے، تجربے اور استدلال پر مبنی سائنسی طریقہ کار جو آج جدید سائنس کی بنیاد ہے، مسلمانوں نے ہی متعارف کرایا۔
- تحقیقی روح: اسلامی تہذیب نے تحقیق اور جستجو کی ایک ایسی روح پیدا کی جس نے صدیوں تک علم

حصہ سوم: امتحانی 20 نمبر والے تفصیلی سوالات و جوابات (Mark Exam Standard-20)

سوال نمبر 1: اسلامی تہذیب و تمدن کے بنیادی عناصر اور خصائص پر تفصیلی بحث کریں، اور اس کے دنیا پر احسانات کو واضح کریں۔

تمہید

اسلامی تہذیب و تمدن ایک ہمہ گیر اور جامع نظام حیات ہے جو صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے کو محیط ہے۔ یہ ایک ایسی روشن اور مثبت فکر کا نام ہے جس نے انسانیت کو علم، اخلاق، عدل اور امن کا درس دیا۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد وحی الٰہی پر استوار ہے، جس نے انسان کو اس کے خالق سے جوڑا اور اسے دنیا و آخرت کی فلاح کا راستہ دکھایا۔ اس تہذیب نے مختلف اقوام اور ثقافتوں کو اپنے دامن میں سمیٹا اور انہیں ایک ایسا رنگ دیا جو انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوا۔ اس سوال میں ہم اسلامی تہذیب کے بنیادی عناصر اور خصائص کا تفصیلی جائزہ لیں گے اور اس کے دنیا پر احسانات کو اجاگر کریں گے۔

تہذیب اور تمدن کا مفہوم

تہذیب (Civilization): عام طور پر تہذیب سے مراد کسی قوم یا معاشرے کے فکری، ثقافتی، مذہبی، اخلاقی اور سماجی اقدار کا مجموعہ ہے۔ یہ وہ شعور ہے جو انسان کو حیوانیت سے بلند کر کے انسانیت کے مرتبے پر فائز کرتا ہے۔ تہذیب میں علم، فنون، ادب، فلسفہ، مذہب اور اخلاقیات شامل ہیں۔

تمدن (Culture): تمدن سے مراد کسی معاشرے کے طرزِ زندگی، رسوم و رواج، رواں دواں، لباس، رہن سہن، کھانے پینے کے طریقے، اور مادی ترقی کا مجموعہ ہے۔ یہ وہ عملی شکل ہے جو تہذیب کی اقدار کو معاشرے میں نافذ کرتی ہے۔

اسلامی تہذیب و تمدن ان دونوں مفاہیم کا حسین امتزاج ہے، جو روح اور جسم، دین اور دنیا، فرد اور معاشرے کے درمیان توازن قائم کرتا ہے۔

قرآنی آیات اور احادیث کے دلائل

اسلامی تہذیب کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے۔ قرآن و سنت اس کے سرچشمے ہیں۔

- توحید پرستی کی بنیاد:

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

قرآن مجید فرماتا ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" (الذاریات:56)

ترجمہ: "اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

یہ آیت اسلامی تہذیب کے اولین اور بنیادی مقصد کو واضح کرتی ہے، جو اللہ کی بندگی ہے۔

- اخوت و مساوات:

قرآن مجید فرماتا ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ" (الحجرات:13)

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور قبیلے بنا دیے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔"

حدیث نبویؐ ہے: "لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقویٰ" (مسند احمد)

ترجمہ: "کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ فام کو سیاہ فام پر، اور کسی سیاہ فام کو سرخ فام پر کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت صرف تقویٰ کی بنا پر ہے۔"

- علم اور حکمت:

قرآن مجید فرماتا ہے:

"يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ" (المجادلہ:11)

ترجمہ: "اللہ تم میں سے ان لوگوں کے درجات بلند کرتا ہے جو ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔"

حدیث نبویؐ ہے: "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" (سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

اسلامی تہذیب کی خصوصیات

1. توحید پرستی (Monotheism):

اسلامی تہذیب کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کی توحید پرستی ہے۔ یہ عقیدہ کہ اللہ ایک ہے اور اسی کی ذات، صفات اور اختیارات میں کوئی شریک نہیں۔ یہ عقیدہ انسان کو اللہ کے سوا کسی اور سے امیدیں وابستہ کرنے سے روکتا ہے اور اسے صرف اسی کی ذات پر بھروسہ کرنے کا درس دیتا ہے۔ اس سے انسان کی شخصیت میں خودداری، عزتِ نفس اور استقامت پیدا ہوتی ہے۔

2. آفاقیت اور عالمگیریت (Universality):

اسلامی تہذیب کسی خاص نسل، رنگ، قوم یا علاقے سے مخصوص نہیں ہے۔ یہ پوری انسانیت کے لیے ہے۔ اس کے اصول اور تعلیمات سب کے لیے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" (الانبیاء: 107) - "اور ہم نے تم کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" یہ آفاقیت اسلامی تہذیب کو دیگر تہذیبوں سے ممتاز کرتی ہے۔

3. اخلاقی بنیادیں (Ethical Foundation):

اسلامی تہذیب کی بنیاد مضبوط اخلاقی اصولوں پر ہے۔ سچائی، دیانتداری، امانت داری، صبر، شکر، عفو و درگزر، رحم دلی، حیا، اور حسنِ سلوک اس کے لازمی اجزاء ہیں۔ یہ اخلاقیات صرف نظریاتی نہیں بلکہ عملی زندگی میں ان کا اطلاق ضروری ہے۔

4. توازن و اعتدال (Balance and Moderation):

اسلامی تہذیب دنیا اور آخرت، روح اور جسم، فرد اور معاشرے کے درمیان مکمل توازن قائم کرتی ہے۔ یہ دنیاوی زندگی کو ترک کرنے کا درس نہیں دیتی بلکہ اسے آخرت کی تیاری کا ذریعہ قرار دیتی ہے۔ اسی طرح یہ صرف مادی ترقی پر زور نہیں دیتی بلکہ روحانیت کو بھی اہمیت دیتی ہے۔

5. انسانیت کی تکریم (Dignity of Humanity):

اسلام نے انسانیت کو عظیم مقام دیا ہے۔ ہر انسان، خواہ وہ کسی بھی نسل، رنگ یا طبقے سے تعلق رکھتا ہو، عزت و احترام کا مستحق ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ..." (الاسراء:70)- "اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔"

6. علم اور تحقیق کی حوصلہ افزائی (Encouragement of Knowledge and Research):

اسلام نے علم حاصل کرنے کو فرض قرار دیا ہے۔ اس نے مسلمانوں کو کائنات کے اسرار پر غور و فکر کرنے اور تحقیق کرنے کی ترغیب دی، جس کے نتیجے میں اسلامی تاریخ میں علم و فنون کی عظیم الشان ترقی ہوئی۔

اسلامی تہذیب کے بنیادی عناصر

1. اخوت (Brotherhood):

اسلامی معاشرے کی بنیاد اخوت پر ہے۔ تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ یہ رشتہ خون کے رشتوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ یہ اخوت رنگ، نسل، زبان اور علاقے کی تفریق سے بالاتر ہے۔

2. مساوات (Equality):

اسلامی تہذیب میں رنگ، نسل، زبان، جنس یا سماجی حیثیت کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں۔ سب انسان اللہ کی نظر میں برابر ہیں، اور ان کی فضیلت صرف تقویٰ کی بنا پر ہے۔

3. عدل و انصاف (Justice):

اسلامی تہذیب عدل و انصاف پر قائم ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لیے ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ..." (النساء:58)- "یقیناً اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں تک پہنچا دو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔"

4. رواداری (Tolerance):

اسلامی تہذیب رواداری سکھاتی ہے۔ یہ دوسرے مذاہب اور نظریات کے ماننے والوں کے ساتھ پرامن بقائے باہمی پر یقین رکھتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ..." (البقرہ:256) - "دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں۔"

5. آزادی (Freedom):

اسلام انسان کو فکری، عقیدتی اور عملی آزادی دیتا ہے، بشرطیکہ وہ دوسروں کے حقوق اور معاشرتی اقدار کو پامال نہ کرے۔ یہ آزادی حدود کے ساتھ ہے تاکہ معاشرے میں فساد نہ پھیلے۔

6. تکریمِ انسانیت (Human Dignity):

اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا ہے۔ اس کی جان، مال، عزت اور آبرو کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ کسی بھی انسان کی توہین یا تذلیل کی اجازت نہیں۔

مغرب اور دیگر تہذیبوں سے تقابل

اسلامی تہذیب کا مغرب اور دیگر تہذیبوں سے تقابل اس کی منفرد خصوصیات کو اجاگر کرتا ہے۔

- مغربی تہذیب: عموماً مادہ پرستی، فرد پرستی، اور لامذہبیت پر مبنی ہے۔ یہ دنیاوی ترقی کو اولین ترجیح دیتی ہے اور روحانیت کو ثانوی حیثیت دیتی ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی تہذیب دین و دنیا کے درمیان توازن قائم کرتی ہے۔
- مشرقی تہذیبیں (مثلاً ہندو مت، بدھ مت): بعض اوقات دنیا سے بے رغبتی، رہبانیت، اور ذات پات کے نظام پر مبنی ہوتی ہیں۔ اسلامی تہذیب ان انتہاؤں سے پاک ہے اور اعتدال کا درس دیتی ہے۔
- اسلامی تہذیب کی برتری: اس کی آفاقیت، اخلاقی بنیادیں، عدل و انصاف کا نفاذ، اور انسانیت کی تکریم اسے دیگر تہذیبوں سے ممتاز کرتی ہے۔ یہ صرف ایک مخصوص خطے یا قوم کی میراث نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔

اسلامی تہذیب کے دنیا پر احسانات

اسلامی تہذیب نے دنیا کو بے شمار احسانات سے نوازا ہے، جن میں چند اہم یہ ہیں:

- علم و سائنس کی ترویج: اسلامی دور میں علم و فنون کو جو عروج حاصل ہوا، وہ تاریخ کا سنہری باب ہے۔ عربی زبان علم کی زبان بن گئی اور مسلم علماء نے ریاضی، فلکیات، طب، کیمیا، جغرافیہ، فلسفہ اور دیگر علوم میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔
- یونیورسٹیوں کا قیام: دنیا کی پہلی باقاعدہ یونیورسٹیوں میں سے ایک اسلامی دنیا میں قائم ہوئی۔ قرطبہ، بغداد، قاہرہ اور دیگر شہر علم و تحقیق کے مراکز بن گئے۔
- فلسفہ اور منطق: مسلم فلاسفہ نے یونانی فلسفے کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ اسے ترقی دی اور اسے اسلامی فکر کے مطابق ڈھالا۔ ابن سینا، الفارابی، ابن رشد جیسے مفکرین نے دنیا پر گہرے اثرات مرتب کیے۔
- فنِ تعمیر اور فنون لطیفہ: مساجد، محل، اور دیگر عمارات میں اسلامی فنِ تعمیر کی منفرد مثالیں ملتی ہیں۔ خطاطی، میناکاری، اور دیگر فنون نے دنیا کو خوبصورتی اور دلکشی سے روشناس کرایا۔
- طب اور صحت: مسلم ڈاکٹروں نے طب کے شعبے میں انقلابی کام کیا۔ رازی، ابن سینا جیسے حکماء کی کتابیں صدیوں تک یورپ میں نصابی کتب کے طور پر پڑھائی جاتی رہیں۔ ہسپتالوں کا نظام اور ادویات سازی میں بھی نمایاں ترقی ہوئی۔
- قانون اور حکومت: اسلامی قانون (شریعت) نے عدل و انصاف، حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں واضح اصول وضع کیے۔ اس نے دنیا میں قانون کی حکمرانی کا تصور مضبوط کیا۔
- معیشت اور تجارت: اسلامی معاشی نظام نے سود سے پاک لین دین، زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعے معاشرتی بہبود کو فروغ دیا۔ مسلم تاجروں نے دنیا کے طول و عرض میں تجارت کے راستے کھولے۔
- اخلاقیات اور انسانی حقوق: اسلامی تہذیب نے دنیا کو اخلاقی اقدار، انسانی حقوق، اور مساوات کا درس دیا۔ اس نے غلامی کے خاتمے اور مظلوموں کی حمایت میں اہم کردار ادا کیا۔

عملی و اخلاقی تطبیق

اسلامی تہذیب کے عناصر اور خصائص کی عملی زندگی میں تطبیق ہی اصل کامیابی ہے۔ ہمیں اپنی زندگی میں توحید کو اولیت دینی چاہیے، اخوت و مساوات کو فروغ دینا چاہیے، عدل و انصاف کا دامن تھامے رکھنا چاہیے، رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اور انسانیت کی تکریم کرنی چاہیے۔ علم حاصل کرنا اور اسے بروئے کار لانا بھی اسی تہذیب کا حصہ ہے۔

حاصل کلام / نتیجہ بحث

اسلامی تہذیب و تمدن ایک جامع، متوازن اور آفاقی نظام ہے جو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے نازل ہوا۔ اس کی بنیاد توحید، اخلاق، عدل اور مساوات پر ہے۔ اس نے علم و فنون، طب، فلسفہ، اور تعمیرات کے شعبوں میں دنیا کو گراں قدر خدمات فراہم کیں۔ مغرب اور دیگر تہذیبوں کے مقابلے میں یہ دین و دنیا کے درمیان توازن قائم کرتی ہے اور انسانیت کی تکریم کو اولین ترجیح دیتی ہے۔ آج بھی اگر دنیا امن، انصاف اور خوشحالی کی خواہاں ہے تو اسے اسلامی تہذیب کے روشن اصولوں کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔

حصہ چہارم: کثیر الانتخابی سوالات و معروضی بینک (Solved MCQs Bank)

سوال نمبر 1: تہذیب اور تمدن سے کیا مراد ہے؟

الف) کسی قوم کے مادی وسائل کا مجموعہ

ب) کسی قوم کے رہن سہن، اقدار، علوم و فنون اور معاشرتی ڈھانچے کا مجموعہ

ج) صرف روحانی ترقی کا نام

د) صرف جنگی حکمت عملیوں کا مجموعہ

✓ درست جواب: ب) کسی قوم کے رہن سہن، اقدار، علوم و فنون اور معاشرتی ڈھانچے کا مجموعہ

وضاحت: تہذیب و تمدن کسی قوم کی مجموعی زندگی کا عکس ہوتے ہیں جس میں اس کے عقائد، اقدار، رسوم و رواج، علوم و فنون، معاشرتی نظام اور طرزِ زندگی شامل ہوتے ہیں۔ یہ کسی بھی قوم کی شناخت اور ترقی کا مظہر ہیں۔

سوال نمبر 2: اسلامی تہذیب کی سب سے بنیادی اور امتیازی خصوصیت کیا ہے؟

الف) مادی ترقی

ب) توحید پرستی

ج) عسکری قوت

د) جغرافیائی وسعت

✓ درست جواب: ب) توحید پرستی

وضاحت: اسلامی تہذیب کی بنیاد توحید پر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان۔ یہ عقیدہ تمام اسلامی اقدار، قوانین اور معاشرتی ڈھانچے کی روح ہے اور اسے دیگر تہذیبوں سے ممتاز کرتا ہے۔

سوال نمبر 3: اسلامی تہذیب کی کون سی خصوصیت اسے کسی خاص نسل، علاقے یا زمانے تک محدود نہیں رکھتی؟

الف) اعتدال پسندی

ب) آفاقیت

ج) اخلاقی بنیادیں

د) مادی ترقی

✓ درست جواب: ب) آفاقیت

وضاحت: اسلامی تہذیب آفاقی ہے، یعنی یہ تمام انسانیت کے لیے ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ کس نسل، رنگ، زبان یا جغرافیائی علاقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس کے اصول و ضوابط ہر دور اور ہر مقام کے لیے قابلِ عمل ہیں۔

سوال نمبر 4: اسلامی تہذیب کی اخلاقی بنیادیں کن سرچشموں سے اخذ کی گئی ہیں؟

- الف) یونانی فلسفہ
- ب) قرآن و سنت
- ج) ہندوستانی وید
- د) رومی قوانین

✓ درست جواب: ب) قرآن و سنت

وضاحت: اسلامی تہذیب کی اخلاقی بنیادیں براہ راست قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ سے ماخوذ ہیں۔ یہ بنیادیں عدل، احسان، سچائی، امانت، اور اخوت جیسے اعلیٰ انسانی اقدار پر مشتمل ہیں۔

سوال نمبر 5: اسلامی تہذیب میں دنیاوی اور اخروی زندگی کے درمیان کس چیز پر زور دیا گیا ہے؟

- الف) دنیاوی زندگی پر مکمل توجہ
- ب) اخروی زندگی پر مکمل توجہ
- ج) توازن و اعتدال
- د) دونوں کو بالکل الگ رکھنا

✓ درست جواب: ج) توازن و اعتدال

وضاحت: اسلامی تہذیب انسان کو دنیاوی زندگی میں رہتے ہوئے اخروی کامیابی کے لیے جدوجہد کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ یہ مادی اور روحانی، انفرادی اور اجتماعی، دنیا اور آخرت کے درمیان ایک خوبصورت توازن اور اعتدال قائم کرتی ہے۔

سوال نمبر 6: اسلامی تہذیب میں تمام مسلمانوں کے درمیان کس رشتے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے؟

- الف) خاندانی رشتہ
- ب) نسلی رشتہ
- ج) اخوت کا رشتہ
- د) معاشی رشتہ

✓ درست جواب: ج) اخوت کا رشتہ

وضاحت: اسلامی تہذیب میں اخوت (بھائی چارے) کو بنیادی عنصر قرار دیا گیا ہے، جہاں تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اور ان کے درمیان رنگ، نسل، زبان یا جغرافیہ کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہے۔

سوال نمبر 7: اسلامی تہذیب میں انسانی مساوات کا تصور کس بنیاد پر قائم ہے؟

الف) دولت کی بنیاد پر

ب) حکمرانی کی بنیاد پر

ج) تقویٰ کے سوا کسی کو کسی پر فضیلت نہیں

د) تعلیم کی بنیاد پر

✓ درست جواب: ج) تقویٰ کے سوا کسی کو کسی پر فضیلت نہیں

وضاحت: اسلامی تہذیب میں تمام انسانوں کو برابر قرار دیا گیا ہے، اور کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی گورے کو کالے پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ یہ مساوات اسلامی معاشرت کا ایک اہم ستون ہے۔

سوال نمبر 8: اسلامی تہذیب میں عدل و انصاف کی فراہمی کس کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے؟

الف) صرف مسلمانوں کے لیے

ب) صرف حکمرانوں کے لیے

ج) بلا تفریق مذہب و نسل ہر انسان کے لیے

د) صرف امیروں کے لیے

✓ درست جواب: ج) بلا تفریق مذہب و نسل ہر انسان کے لیے

وضاحت: اسلامی تہذیب عدل و انصاف کو معاشرے کی بنیاد قرار دیتی ہے اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ عدل و انصاف کی فراہمی بلا تفریق مذہب، نسل، رنگ یا حیثیت ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔

سوال نمبر 9: اسلامی تہذیب میں دیگر مذاہب اور ثقافتوں کے پیروکاروں کے ساتھ کس رویے کی تعلیم دی گئی ہے؟

الف) مکمل بائیکاٹ

ب) رواداری اور احترام

ج) جبری تبدیلی مذہب

د) ان پر حکمرانی

✓ درست جواب: ب) رواداری اور احترام

وضاحت: اسلامی تہذیب رواداری اور احترام کا درس دیتی ہے، جہاں دیگر مذاہب اور ثقافتوں کے پیروکاروں کو اپنے عقائد پر عمل کرنے کی آزادی حاصل ہوتی ہے اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر 10: اسلامی تہذیب میں انسان کو کس حیثیت سے دیکھا جاتا ہے؟

الف) محض ایک مادی وجود

ب) اشرف المخلوقات اور اللہ کا نائب

ج) ایک بے اختیار مخلوق

د) صرف ایک مزدور

✓ درست جواب: ب) اشرف المخلوقات اور اللہ کا نائب

وضاحت: اسلامی تہذیب انسان کو اشرف المخلوقات اور زمین پر اللہ کا نائب قرار دیتی ہے، اس لیے ہر انسان کی تکریم اور عزت نفس کا خیال رکھنا اسلامی معاشرت کا لازمی جزو ہے۔

سوال نمبر 11: مغربی تہذیب کے مقابلے میں اسلامی تہذیب کا بنیادی فرق کیا ہے؟

الف) مغربی تہذیب روحانیت پر زور دیتی ہے جبکہ اسلامی تہذیب مادیت پر۔

ب) مغربی تہذیب سیکولر ہے جبکہ اسلامی تہذیب کی بنیاد الہامی تعلیمات پر ہے۔

ج) مغربی تہذیب میں عدل و انصاف نہیں جبکہ اسلامی تہذیب میں ہے۔

د) مغربی تہذیب میں سائنس نہیں جبکہ اسلامی تہذیب میں ہے۔

✓ درست جواب: ب) مغربی تہذیب سیکولر ہے جبکہ اسلامی تہذیب کی بنیاد الہامی تعلیمات پر ہے۔

وضاحت: مغربی تہذیب کی بنیاد سیکولرازم پر ہے جہاں مذہب کو ریاستی امور سے الگ رکھا جاتا ہے، جبکہ اسلامی تہذیب کی بنیاد الہامی تعلیمات (قرآن و سنت) پر ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

سوال نمبر 12: اسلامی تہذیب نے دنیا کو کن سائنسی شعبوں میں نمایاں احسانات پیش کیے؟

الف) صرف شاعری اور ادب

ب) فلکیات، طب، ریاضی اور کیمیا

ج) صرف جنگی آلات کی ایجاد

د) صرف زراعت کے طریقے

✓ درست جواب: ب) فلکیات، طب، ریاضی اور کیمیا

وضاحت: اسلامی تہذیب نے فلکیات، طب (جیسے ابن سینا)، ریاضی (جیسے الجبرا کا تصور)، اور کیمیا جیسے سائنسی شعبوں میں گراں قدر خدمات انجام دیں، جو بعد میں مغربی سائنسی انقلاب کی بنیاد بنیں۔

سوال نمبر 13: اسلامی تہذیب نے علمی ترقی کے لیے کس چیز کو فروغ دیا؟

الف) صرف مذہبی تعلیم

ب) تحقیق، تجربہ اور علم کی جستجو

ج) صرف زبانی روایات

د) صرف حکمرانوں کی تعلیم

✓ درست جواب: ب) تحقیق، تجربہ اور علم کی جستجو

وضاحت: اسلامی تہذیب نے علم کی اہمیت پر زور دیا اور تحقیق، تجربہ، اور مشاہدے کے ذریعے علم کی جستجو کو فروغ دیا۔ بغداد، قرطبہ اور قاہرہ جیسے شہر علمی مراکز بن گئے جہاں لائبریریاں اور یونیورسٹیاں قائم کی گئیں۔

سوال نمبر 14: اسلامی تہذیب کی پائیداری اور وسعت کا بنیادی راز کیا ہے؟

الف) فوجی طاقت

ب) اس کے الہامی اصول اور آفاقی اقدار

ج) معاشی خوشحالی

د) جغرافیائی محل وقوع

✓ درست جواب: ب) اس کے الہامی اصول اور آفاقی اقدار

وضاحت: اسلامی تہذیب کی پائیداری اور وسعت کا بنیادی راز اس کے الہامی اصولوں، جیسے توحید، عدل، مساوات، اور آفاقی اقدار میں پنہاں ہے، جو ہر دور اور ہر قوم کے لیے قابلِ قبول اور قابلِ عمل ہیں۔

سوال نمبر 15: اسلامی تہذیب کی روح اور اس کی شناخت کس چیز سے وابستہ ہے؟

الف) اس کی عمارات اور فن تعمیر سے

ب) اس کے مادی وسائل سے

ج) اس کے اخلاقی اور روحانی اقدار سے

د) اس کی سیاسی طاقت سے

✓ درست جواب: ج) اس کے اخلاقی اور روحانی اقدار سے

وضاحت: اسلامی تہذیب کی حقیقی روح اور شناخت اس کے اخلاقی اور روحانی اقدار سے وابستہ ہے جو قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں، اور یہ اقدار ہی اسے ایک منفرد اور پائیدار تہذیب بناتے ہیں۔

یونٹ نمبر 6 (کل 9 میں سے)

یونٹ 6: حقوق العباد اور معاشرتی ذمہ داریاں

ضخامت: 9,319 الفاظ • مستند تصنیف برائے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی طلبہ

حصہ اول: باب کا مفصل خلاصہ، درسی مباحث اور اہم نظریات

باب کا مفصل تعارف اور مقاصدِ تدریس

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کورس کوڈ 416 (اسلامیات لازمی) کا یونٹ نمبر 6، "حقوق العباد اور معاشرتی ذمہ داریاں"، اسلامی تعلیمات کے ایک انتہائی بنیادی اور عملی پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو نہ صرف انسان کے خالق سے تعلق کو استوار کرتا ہے بلکہ اس کے معاشرتی روابط اور ذمہ داریوں کو بھی نہایت تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ یہ یونٹ اسی معاشرتی نظام کی بنیادوں کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے جو عدل، احسان، محبت اور باہمی احترام پر مبنی ہے۔

اسلام میں حقوق العباد کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق (حقوق اللہ) میں کوتاہی کو تو اپنی رحمت سے معاف فرما سکتا ہے، لیکن حقوق العباد میں کوتاہی کو اس وقت تک معاف نہیں فرماتا جب تک کہ وہ بندہ خود معاف نہ کر دے جس کا حق پامال کیا گیا ہو۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ایک صالح معاشرے کی تشکیل کے لیے افراد کے باہمی حقوق و فرائض کی پاسداری کس قدر ضروری ہے۔ یہ یونٹ ہمیں سکھاتا ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ اس کی معاشرتی زندگی بھی دین کا ایک اہم حصہ ہے۔ والدین، اولاد، میاں بیوی، رشتہ دار، ہمسائے، یتیم، مسکین اور معاشرے کی دیگر کمزور طبقات کے حقوق کی ادائیگی ایک مسلمان کی ایمانی زندگی کا لازمی جزو ہے۔

عصر حاضر میں جب مادیت پرستی اور انفرادیت کا رجحان بڑھ رہا ہے، اور معاشرتی اقدار زوال پذیر ہو رہی ہیں، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حقوق العباد کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ یہ یونٹ نہ صرف ان حقوق کی نظریاتی بنیادوں کو واضح کرے گا بلکہ ان کے عملی اطلاق اور معاشرتی فوائد پر بھی تفصیلی بحث کرے گا۔ اس کے علاوہ، یہ

یونٹ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور مذہبی آزادی جیسے اہم موضوعات پر بھی اسلامی نقطہ نظر پیش کرے گا جو عالمی سطح پر اسلام کے حقیقی پیغام کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہیں۔

مقاصدِ تدریس (Pedagogical Objectives)

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد طلبہ و طالبات درج ذیل مقاصد حاصل کر سکیں گے:

- حقوق اللہ اور حقوق العباد کے درمیان فرق اور ان کے باہمی تعلق کو واضح طور پر سمجھ سکیں گے۔
- والدین، اولاد، میاں بیوی، رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حقوق و فرائض کو قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں بیان کر سکیں گے۔
- یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کی کفالت کے اسلامی تصور اور اس کی اہمیت کو اجاگر کر سکیں گے۔
- اسلامی معاشرے میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور مذہبی آزادی کے اصولوں کو تفصیل سے بیان کر سکیں گے۔
- حقوق العباد کی ادائیگی کے انفرادی اور اجتماعی زندگی پر مرتب ہونے والے مثبت اثرات کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- عصر حاضر کے معاشرتی مسائل کے حل کے لیے اسلامی حقوق العباد کے تصور کو عملی طور پر پیش کر سکیں گے۔
- معاشرتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ذریعے ایک صالح اور متوازن اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرنے کی ترغیب حاصل کر سکیں گے۔

اہم درسی عنوانات کی تفصیلی و تحقیقی تشریح

حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تقابل

اسلامی شریعت میں انسان کے فرائض اور ذمہ داریوں کو بنیادی طور پر دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ ان دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے، لیکن ان کی نوعیت اور اہمیت میں بعض بنیادی فرق پائے جاتے ہیں۔

- لغوی تعریف:
  - حقوق اللہ: "حق" عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے واجب، سچ، انصاف، حصہ یا ذمہ داری۔ "اللہ" ذات باری تعالیٰ کا اسمِ خاص ہے۔ پس، حقوق اللہ سے مراد وہ فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جو انسان پر اس کے خالق کی طرف سے عائد ہوتی ہیں۔

- حقوق العباد: "عباد" "عبد" کی جمع ہے جس کا مطلب ہے بندہ یا غلام۔ پس، حقوق العباد سے مراد وہ فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جو انسان پر دوسرے انسانوں کے حوالے سے عائد ہوتی ہیں۔

- اصطلاحی تعریف اور تقابل:
  - حقوق اللہ: یہ وہ حقوق ہیں جن کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے، جیسے توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، تلاوتِ قرآن، ذکر و اذکار، اور تمام شرعی احکامات کی پابندی۔ ان حقوق کی ادائیگی کا بنیادی مقصد اللہ کی رضا اور اس کی بندگی کا اظہار ہے۔ اگر کوئی شخص حقوق اللہ میں کوتاہی کرتا ہے، مثلاً نماز چھوڑ دیتا ہے یا روزہ نہیں رکھتا، تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اور اللہ چاہے تو اپنی رحمت سے اسے معاف کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ شرک سے توبہ کر چکا ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قرآنی آیت:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (سورۃ النساء: 48)

ترجمہ: "بے شک اللہ اس (گناہ) کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے سوا (باقی) جس (گناہ) کو چاہے بخش دیتا ہے، اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا۔"

تفسیری نکات: یہ آیت واضح کرتی ہے کہ شرک کے علاوہ تمام گناہ اللہ کی مشیت پر منحصر ہیں، وہ جسے چاہے معاف کر دے۔ یہ حقوق اللہ کے معاملے میں اللہ کی وسیع رحمت کو ظاہر کرتا ہے۔

  - حقوق العباد: یہ وہ حقوق ہیں جن کا تعلق انسانوں کے باہمی معاملات سے ہے، جیسے والدین، اولاد، میاں بیوی، رشتہ داروں، ہمسایوں، اور معاشرے کے دیگر افراد کے حقوق۔ ان حقوق کی ادائیگی کا مقصد ایک صالح، پرامن اور عدل پر مبنی معاشرہ تشکیل دینا ہے۔ حقوق العباد میں کوتاہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں فرماتا جب تک کہ وہ بندہ خود معاف نہ کر دے جس کا حق پامال کیا گیا ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی معاشرت میں انسانوں کے باہمی تعلقات کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے۔

حدیث مبارکہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ."

(صحیح بخاری، کتاب المظالم والغصب، حدیث نمبر: 2449)

ترجمہ: "جس کسی نے اپنے بھائی پر اس کی عزت یا کسی اور چیز کے بارے میں ظلم کیا ہو، تو اسے چاہیے کہ آج ہی اس سے معافی مانگ لے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جب نہ دینار ہو گا اور نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیک عمل ہوں گے تو اس کے ظلم کے بقدر ان میں سے لے لیا جائے گا، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے۔"

تفسیری نکات: یہ حدیث حقوق العباد کی سنگینی کو واضح کرتی ہے کہ آخرت میں ان کی ادائیگی نیکیوں اور گناہوں کے تبادلے کی صورت میں ہو گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی کا انجام کتنا سخت ہو سکتا ہے۔

- عقلی اور فکری دلائل:

حقوق العباد کی اہمیت کا عقلی دلیل یہ ہے کہ ایک معاشرہ افراد کے باہمی تعلقات سے بنتا ہے۔ اگر یہ تعلقات انصاف، احترام اور ہمدردی پر مبنی نہ ہوں تو معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معاشرتی مخلوق بنایا ہے اور اس کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے۔ حقوق العباد کی پاسداری دراصل اللہ کے حکم کی تعمیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

والدین کے حقوق اور فرائض

اسلام نے والدین کے حقوق کو انتہائی اہمیت دی ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد سب سے بڑا حق قرار دیا ہے۔ والدین کی اطاعت، احترام اور خدمت کو دین کا بنیادی جزو بنایا گیا ہے۔

- لغوی تعریف:
  - والدین: "والد" (باپ) اور "والدہ" (ماں) کی جمع ہے، یعنی ماں باپ۔
  - حقوق: وہ امور جن کی ادائیگی اولاد پر لازم ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

- فرائض: وہ ذمہ داریاں جو اولاد کو والدین کے لیے نبھانی ہیں۔

- **اصطلاحی تعریف:**

والدین کے حقوق سے مراد وہ تمام اخلاقی، مالی اور جذباتی ذمہ داریاں ہیں جو اولاد پر ان کے والدین کی طرف سے عائد ہوتی ہیں۔ ان میں اطاعت، احترام، خدمت، مالی کفالت (جب ضرورت ہو)، اور ان کے لیے دعائے خیر شامل ہیں۔

- **مستند قرآنی آیات:**

قرآنی آیت 1:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ (سورۃ الاسراء: 23-24)

ترجمہ: "اور تمہارے رب نے یہ حکم فرمادیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو۔ اگر تمہاری موجودگی میں ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے نرمی اور عزت کے ساتھ بات کرو۔ اور ان کے لیے عاجزی کے ساتھ رحمت کا بازو جھکائے رکھو اور کہو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیات حقوق اللہ (توحید) کے فوری بعد حقوق الوالدین کا ذکر کرتی ہیں، جو ان کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ "اُف تک نہ کہو" کا مطلب ہے کہ معمولی سی بھی ناگواری کا اظہار نہ کیا جائے۔ بڑھاپے کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس عمر میں والدین زیادہ کمزور اور حساس ہو جاتے ہیں۔ دعا کا حکم دے کر یہ واضح کیا گیا کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے حقوق باقی رہتے ہیں۔

قرآنی آیت 2:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ (سورۃ لقمان: 14)

ترجمہ: "اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے اسے تکلیف پر تکلیف اٹھا کر پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے (اسی لیے ہم نے اسے حکم دیا) کہ میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی شکر ادا کر، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت ماں کی عظیم قربانیوں کو نمایاں کرتی ہے اور اللہ کے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو بھی لازم قرار دیتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ والدین کا حق کتنا عظیم ہے۔

- احادیثِ مبارکہ:

حدیث 1:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

"يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبُوكَ."

(صحیح بخاری، کتاب الأدب، حدیث نمبر: 5971؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، حدیث نمبر: 2548)

ترجمہ: "اے اللہ کے رسول! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہارا باپ۔"

تفسیری نکات: یہ حدیث ماں کے حق کو باپ کے حق پر تین گنا زیادہ فضیلت دیتی ہے، جو ماں کی قربانیوں اور مشقتوں کی وجہ سے ہے۔

حدیث 2:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا:

"أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ."

(صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، حدیث نمبر: 527؛ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، حدیث نمبر: 85)

ترجمہ: "اللہ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔"

تفسیری نکات: یہ حدیث والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو نماز کے بعد اور جہاد سے پہلے ذکر کر کے اس کی عظمت کو نمایاں کرتی ہے۔

- عقلی اور فکری دلائل:

والدین کی خدمت اور احترام عقلی طور پر بھی واجب ہے کیونکہ وہ اولاد کے وجود کا سبب ہیں، انہوں نے بے پناہ قربانیاں دے کر اولاد کو پالا پوسا اور تربیت کی۔ ان کے احسانات کا بدلہ چکانا ممکن نہیں، لیکن ان کا احترام اور خدمت انسانیت کا تقاضا ہے۔ جو شخص اپنے والدین کا حق ادا نہیں کرتا وہ معاشرے میں کسی اور کا حق بھی صحیح معنوں میں ادا نہیں کر سکتا۔

اولاد کے حقوق اور تربیت کی ذمہ داری

جس طرح والدین کے حقوق ہیں، اسی طرح اولاد کے بھی اپنے والدین پر حقوق ہیں جن کی ادائیگی والدین پر فرض ہے۔ اسلام نے اولاد کی اچھی تربیت کو والدین کی اہم ترین ذمہ داری قرار دیا ہے۔

- لغوی و اصطلاحی تعریف:
  - اولاد: "ولد" کی جمع ہے، یعنی بچے، بیٹے بیٹیاں۔
  - حقوق: وہ جائز مطالبات اور ضروریات جو اولاد کو والدین سے حاصل ہونی چاہئیں۔
  - تربیت: پروان چڑھانا، سکھانا، اخلاقی اور روحانی نشوونما کرنا۔

اولاد کے حقوق سے مراد وہ تمام بنیادی ضروریات اور اخلاقی ذمہ داریاں ہیں جو والدین پر عائد ہوتی ہیں، جیسے اچھی پرورش، تعلیم و تربیت، حلال رزق، نکاح کا انتظام، اور ان کے درمیان عدل و انصاف۔

- مستند قرآنی آیات:

قرآنی آیت 1:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (سورۃ التحریم:6)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت مزاج، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت والدین پر اولاد کی دینی تربیت کی ذمہ داری کو واضح کرتی ہے کہ انہیں جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے ایمان اور عمل صالح کی تعلیم دینا ضروری ہے۔

قرآنی آیت 2:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ (سورۃ النساء: 7)

ترجمہ: "مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے حصہ ہے جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر کیا گیا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت اولاد کے مالی حقوق، یعنی وراثت کے حق کو بیان کرتی ہے۔

- احادیثِ مبارکہ:

حدیث 1:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

حصہ دوم: درسی کتاب کی حل شدہ خود آزمائی مشق اور اہم امتحانی مختصر سوالات

درسی کتاب کی خود آزمائی مشق کے حل شدہ سوالات (Solved Textbook Exercises)

سوال نمبر 1: حقوق اللہ اور حقوق العباد کے تقابل اور ان کی اہمیت پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔

اسلامی تعلیمات میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ دونوں حقوق ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور ایک مکمل اسلامی زندگی کے لیے دونوں کی ادائیگی لازمی ہے۔ ان دونوں کے درمیان تقابل اور ان کی اہمیت کو سمجھنا دین کی روح کو سمجھنے کے مترادف ہے۔

حقوق اللہ: حقوق اللہ سے مراد وہ حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہم پر ہیں۔ ان میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار، اس پر ایمان لانا، اس کی عبادت کرنا، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جیسی عبادات کی ادائیگی، اس کے احکامات کی پیروی اور اس کی نافرمانی سے بچنا شامل ہے۔ یہ حقوق براہ راست اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں اور ان کی ادائیگی کا تعلق بندے اور رب کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" (الذاریات:56) ترجمہ: "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔" حقوق اللہ میں کوتاہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرما سکتا ہے، بشرطیکہ بندہ سچے دل سے توبہ کرے۔

حقوق العباد: حقوق العباد سے مراد وہ حقوق ہیں جو بندوں کے ایک دوسرے پر ہیں۔ ان میں والدین، اولاد، میاں بیوی، رشتہ داروں، ہمسایوں، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور معاشرے کے دیگر افراد کے حقوق شامل ہیں۔ یہ حقوق معاشرتی زندگی کے حسن اور امن و امان کی بنیاد ہیں۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں فرماتا جب تک کہ صاحبِ حق خود معاف نہ کر دے یا اس کا حق ادا نہ کر دیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مفلس وہ نہیں جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں، بلکہ مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے اور اس نے کسی کو گالی دی ہو، کسی پر تہمت لگائی ہو، کسی کا مال کھایا ہو، کسی کا خون بہایا ہو اور کسی کو مارا ہو۔ تو اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔" (صحیح مسلم)

تقابل اور اہمیت: اگرچہ دونوں حقوق اہم ہیں، لیکن اسلامی تعلیمات میں حقوق العباد کو بعض پہلوؤں سے زیادہ حساس اور اہم قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حقوق اللہ میں کوتاہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی ذات غفور و رحیم ہے اور وہ توبہ قبول فرما کر معاف کر سکتا ہے، لیکن حقوق العباد میں اللہ تعالیٰ خود فریق

نہیں بنتا بلکہ بندوں کے درمیان معاملہ ہوتا ہے۔ جب تک بندے ایک دوسرے کو معاف نہ کر دیں، اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں فرماتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض کے، کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ معاشرتی امن، عدل و انصاف اور بھائی چارے کے قیام کے لیے حقوق العباد کی ادائیگی ناگزیر ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں حقوق العباد کا خیال نہ رکھا جائے، وہاں ظلم، ناانصافی اور فساد عام ہو جاتا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے تاکہ فرد کی زندگی بھی سنورے اور معاشرہ بھی فلاح و بہبود کا گہوارہ بن سکے۔

سوال نمبر 2: والدین کے حقوق و فرائض اور اولاد کی تربیت کی اسلامی ذمہ داریوں پر جامع بحث کریں۔

اسلامی معاشرے میں والدین اور اولاد کے تعلقات کو انتہائی اہمیت دی گئی ہے، اور ان کے باہمی حقوق و فرائض کا ایک واضح نظام پیش کیا گیا ہے۔ یہ نظام خاندانی ڈھانچے کی مضبوطی اور معاشرتی امن کی ضمانت ہے۔

والدین کے حقوق اور اولاد کے فرائض: والدین کا مقام اسلام میں بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا" (بنی اسرائیل: 23) ترجمہ: "اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں 'اف' بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو، بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کرو۔" والدین کے حقوق میں ان کا احترام، ان کی اطاعت (معصیت کے کاموں کے علاوہ)، ان کی خدمت، بڑھاپے میں ان کی دیکھ بھال، ان کے لیے دعائے خیر کرنا، اور ان کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں اور رشتہ داروں سے تعلق قائم رکھنا شامل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "والدین کی رضا میں اللہ کی رضا ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔" (ترمذی)

والدین کے فرائض اور اولاد کی تربیت کی ذمہ داری: جس طرح اولاد پر والدین کے حقوق ہیں، اسی طرح والدین پر بھی اولاد کے حقوق اور ان کی تربیت کی اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ ذمہ داریاں بچے کی پیدائش سے لے کر اس کے بالغ ہونے اور حتیٰ کہ شادی کے بعد تک جاری رہتی ہیں۔

1. اچھے نام کا انتخاب: بچے کی پیدائش پر ایک اچھا اور بامعنی نام رکھنا والدین کی ذمہ داری ہے۔
2. دودھ پلانا اور پرورش: ماں پر بچے کو دودھ پلانا اور والدین پر اس کی بہترین پرورش کرنا فرض ہے۔
3. تعلیم و تربیت: اولاد کو دینی اور دنیاوی تعلیم دینا، انہیں اخلاقی اقدار سکھانا، حلال و حرام کی تمیز پیدا کرنا اور انہیں معاشرے کا ایک مفید شہری بنانا والدین کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ وہ اسے اچھی تعلیم و تربیت دے۔" (ترمذی)
4. عدل و انصاف: والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنی تمام اولاد کے درمیان عدل و انصاف سے کام لیں، کسی کو دوسرے پر ترجیح نہ دیں، خاص طور پر مالی معاملات اور محبت میں۔
5. شادی کا اہتمام: جب اولاد بالغ ہو جائے تو ان کی شادی کا بندوبست کرنا بھی والدین کی ذمہ داری میں شامل ہے۔

6. حلال رزق: والدین پر فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو حلال رزق کھلائیں تاکہ ان کی نشوونما پاکیزہ ہو۔

اولاد کی تربیت صرف زبانی نصیحتوں تک محدود نہیں بلکہ والدین کا عملی نمونہ بھی اس میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اگر والدین خود نیک، پرہیزگار اور بااخلاق ہوں گے تو اولاد بھی ان کے نقش قدم پر چلے گی۔ یہ ذمہ داری ایک امانت ہے جس کی بازپرس قیامت کے دن ہو گی۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 3: زوجین (میاں بیوی) کے باہمی حقوق و فرائض کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کریں۔

اسلام میں نکاح کو ایک مقدس بندھن اور معاہدہ قرار دیا گیا ہے جو میاں بیوی کو ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا پابند کرتا ہے۔ یہ رشتہ صرف جسمانی نہیں بلکہ روحانی اور نفسیاتی سکون کا باعث بھی ہے۔ قرآن و سنت نے اس رشتے کو مضبوط بنانے کے لیے واضح ہدایات دی ہیں۔

میاں بیوی کے باہمی حقوق کا اسلامی تصور: قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۖ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" (البقرہ: 228) ترجمہ: "اور عورتوں کے بھی مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں، مگر مردوں کو ان پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔" اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حقوق و فرائض میں توازن اور برابری ہے، البتہ مرد کو قوام (نگران و سربراہ) کی حیثیت سے ایک درجہ زیادہ ذمہ داری اور فضیلت دی گئی ہے۔

شوہر کے حقوق اور بیوی کے فرائض:

1. اطاعت و فرمانبرداری: بیوی پر لازم ہے کہ وہ شوہر کی جائز امور میں اطاعت کرے اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے۔
2. گھر کا انتظام: گھر کے اندرونی معاملات کو سنبھالنا، بچوں کی پرورش اور شوہر کے مال کی حفاظت کرنا بیوی کی ذمہ داری ہے۔
3. عزت و آبرو کی حفاظت: بیوی پر لازم ہے کہ وہ شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی اور اس کے گھر کی عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔
4. حسن سلوک: شوہر کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آنا اور اس کے آرام کا خیال رکھنا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔" (ابن حبان)

بیوی کے حقوق اور شوہر کے فرائض:

1. نان و نفقہ: شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کے کھانے، لباس، رہائش اور دیگر ضروریات کا انتظام اپنی حیثیت کے مطابق کرے۔
2. مہر کی ادائیگی: نکاح کے وقت طے شدہ مہر ادا کرنا شوہر پر فرض ہے۔

3. حسن سلوک: بیوی کے ساتھ نرمی، محبت اور شفقت سے پیش آنا، اس کی غلطیوں کو درگزر کرنا اور اسے عزت دینا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے بہترین ہو۔" (ترمذی)

4. تحفظ اور دیکھ بھال: بیوی کو ہر قسم کے خطرات سے تحفظ فراہم کرنا اور اس کی جسمانی و ذہنی صحت کا خیال رکھنا۔

5. عدل: اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل و انصاف کرنا۔

6. دینی تعلیم: بیوی کو دینی تعلیمات سے آگاہ کرنا اور اسے نیکی کی ترغیب دینا۔

یہ حقوق و فرائض ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ جب دونوں فریق اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھاتے ہیں تو گھر امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے اور یہ معاشرے کی بنیادی اکائی کی مضبوطی کا باعث بنتا ہے۔

سوال نمبر 4: صلہ رحمی کی اہمیت اور رشتہ داروں کے حقوق پر اسلامی تعلیمات کو واضح کریں۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو صرف فرد کی اصلاح نہیں کرتا بلکہ معاشرتی روابط کو بھی مضبوط بناتا ہے۔ صلہ رحمی (رشتہ داروں سے تعلق جوڑنا) ان بنیادی تعلیمات میں سے ہے جو معاشرے میں محبت، ہمدردی اور تعاون کو فروغ دیتی ہے۔

صلہ رحمی کی اہمیت: قرآن و سنت میں صلہ رحمی کی بے پناہ اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ "وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا" (النساء: 1) ترجمہ: "اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں کا پاس رکھو۔ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ رشتوں کے حق کو بھی بیان کیا ہے جو اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ صلہ رحمی سے رزق میں برکت، عمر میں اضافہ اور آخرت میں اجر عظیم ملتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔" (صحیح بخاری) قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلق توڑنا) کو اسلام میں سخت ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے اور اس پر وعید سنائی گئی ہے۔ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

رشتہ داروں کے حقوق: رشتہ داروں کے حقوق میں درج ذیل امور شامل ہیں:

1. حسن سلوک: رشتہ داروں کے ساتھ نرمی، محبت اور احترام سے پیش آنا۔ ان کی خوشیوں میں شریک ہونا اور غم میں ان کا ساتھ دینا۔
2. ملاقات اور خیریت دریافت کرنا: وقتاً فوقتاً رشتہ داروں سے ملاقات کرنا، ان کی خیریت دریافت کرنا اور ان کے حالات سے باخبر رہنا۔
3. مالی مدد: اگر کوئی رشتہ دار ضرورت مند ہو تو اس کی مالی مدد کرنا۔ زکوٰۃ اور صدقات میں رشتہ داروں کو اولیت حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار کو صدقہ دینا دوہرا اجر رکھتا ہے، ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔" (ترمذی)
4. بیمار پرسی: رشتہ داروں کی بیماری میں عیادت کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا۔
5. دعوت قبول کرنا: اگر کوئی رشتہ دار دعوت دے تو اسے قبول کرنا (جب تک کہ کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو)۔
6. صلح کرانا: اگر رشتہ داروں میں کوئی جھگڑا یا ناراضگی ہو تو صلح کرانے کی کوشش کرنا۔
7. ان کی عزت و آبرو کا دفاع: رشتہ داروں کی غیبت سے بچنا اور ان کی عزت و آبرو کا دفاع کرنا۔

8. صلہ رحمی کا بدلہ: اگر کوئی رشتہ دار آپ سے تعلق توڑے تو آپ اس سے تعلق جوڑیں، یہ بہترین صلہ رحمی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلے میں صلہ رحمی کرے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو جب اس سے تعلق توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے۔" (صحیح بخاری)

صلہ رحمی ایک وسیع مفہوم رکھتی ہے جس میں ہر قسم کا اچھا سلوک، تعاون اور ہمدردی شامل ہے۔ یہ معاشرتی ہم آہنگی اور باہمی محبت کو پروان چڑھاتی ہے اور اسلامی معاشرے کو ایک مضبوط اور فلاحی ریاست بناتی ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 5: اسلامی معاشرے میں یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور ان کی کفالت کی ذمہ داریوں پر بحث کریں۔

اسلام ایک فلاحی دین ہے جو معاشرے کے کمزور اور پسماندہ طبقات کی کفالت اور حقوق کے تحفظ پر خصوصی زور دیتا ہے۔ اسی طرح، اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو بھی مکمل تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔

یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کے حقوق و کفالت: اسلام نے یتیموں (جن کے والد فوت ہو چکے ہوں)، مسکینوں (جو اپنی بنیادی ضروریات پوری نہ کر سکیں) اور بیواؤں (جن کے شوہر فوت ہو چکے ہوں) کی کفالت کو ایک عظیم نیکی اور معاشرتی ذمہ داری قرار دیا ہے۔

1. یتیموں کے حقوق: قرآن مجید میں یتیموں کے حقوق کی ادائیگی کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ ان کے مال کی حفاظت، ان پر شفقت، ان کی تعلیم و تربیت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ "فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ" (الضحیٰ:9) ترجمہ: "پس یتیم پر سختی نہ کرو۔" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے،" اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا۔ (صحیح بخاری) یتیموں کے مال کو ناحق کھانا سخت گناہ ہے۔ ان کی تعلیم، رہائش اور دیگر ضروریات پوری کرنا معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔

2. مسکینوں کے حقوق: مسکین وہ لوگ ہیں جو اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہوں۔ اسلام نے ان کی مدد کو فرض قرار دیا ہے۔ زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کا ایک بڑا حصہ مسکینوں کے لیے مخصوص ہے۔ "وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ" (الاسراء:26) ترجمہ: "اور رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی۔" مسکینوں کی مدد سے معاشرے میں غربت کا خاتمہ ہوتا ہے اور طبقاتی فرق کم ہوتا ہے۔

3. بیواؤں کے حقوق: بیواؤں کو معاشرے میں اکثر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسلام نے ان کی عزت و احترام، مالی مدد اور بچوں کی پرورش میں معاونت کو اہمیت دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "بیواؤں اور مسکینوں کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے، یا رات بھر عبادت کرنے والے اور دن بھر روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔" (صحیح بخاری) ان کی کفالت میں ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت بھی شامل ہے۔

غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور مذہبی آزادی: اسلامی معاشرے میں غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی اور بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں۔ اسلام نے انہیں ذمی (تحفظ یافتہ) قرار دیا ہے اور ان کے جان و مال، عزت و آبرو اور مذہبی رسومات کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔

1. مذہبی آزادی: اسلام غیر مسلموں کو اپنے دین پر عمل کرنے، اپنی عبادت گاہوں کو قائم رکھنے اور اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے کی مکمل آزادی دیتا ہے۔ "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" (البقرہ:256) ترجمہ: "دین میں کوئی جبر نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔"

اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم کو جبراً اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

2. جان و مال کا تحفظ: غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی حفاظت اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ ان کے خون کو مسلم کے خون کی طرح محترم سمجھا جاتا ہے اور ان کے مال کو بھی تحفظ حاصل ہے۔

3. عدل و انصاف: اسلامی قانون کی نظر میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔ انہیں عدالتوں میں یکساں انصاف فراہم کیا جاتا ہے اور ان کے حقوق کی پامالی پر سزا دی جاتی ہے۔

4. معاشرتی حقوق: غیر مسلموں کو معاشرتی زندگی میں بھی مکمل حقوق حاصل ہیں، وہ خرید و فروخت کر سکتے ہیں، کاروبار کر سکتے ہیں اور اپنے معاملات میں آزاد ہیں۔

5. بنیادی ضروریات کی کفالت: اگر کوئی غیر مسلم شہری غریب یا ضرورت مند ہو جائے تو اسلامی ریاست اس کی بھی کفالت کی ذمہ دار ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں ایک بوڑھے یہودی کو بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا تھا تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے۔

یہ تمام تعلیمات اسلامی معاشرے کو ایک مثالی فلاحی ریاست بناتی ہیں جہاں ہر فرد، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، اپنے حقوق کے ساتھ پر امن زندگی گزار سکتا ہے۔

امتحانی اہم مختصر سوالات و جوابات (High-Yield Short Questions)

مختصر سوال 1: حقوق العباد کی تعریف کریں۔

حقوق العباد سے مراد وہ حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ایک دوسرے پر ہیں۔ ان میں والدین، اولاد، میاں بیوی، رشتہ داروں، ہمسایوں، یتیموں، مسکینوں اور معاشرے کے دیگر افراد کے حقوق شامل ہیں۔ ان حقوق کی ادائیگی معاشرتی امن، عدل و انصاف اور باہمی محبت کی بنیاد ہے اور ان کی ادائیگی میں کوتاہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں فرماتا جب تک صاحبِ حق خود معاف نہ کر دے۔

مختصر سوال 2: والدین کی اطاعت کے بارے میں ایک قرآنی آیت کا ترجمہ لکھیں۔

قرآن مجید میں والدین کی اطاعت اور حسن سلوک کے بارے میں ارشاد ہے: "وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا" (بنی اسرائیل: 23) ترجمہ: "اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں 'اف' بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو، بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کرو۔"

مختصر سوال 3: اولاد کی اچھی تربیت کی اہمیت بیان کریں۔

اولاد کی اچھی تربیت اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے۔ یہ والدین کی سب سے اہم ذمہ داری ہے کیونکہ بچے معاشرے کا مستقبل ہیں۔ اچھی تربیت سے مراد انہیں دینی اور اخلاقی اقدار سکھانا، حلال و حرام کی تمیز پیدا کرنا، تعلیم دینا اور انہیں معاشرے کا ایک مفید اور ذمہ دار شہری بنانا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ وہ اسے اچھی تعلیم و تربیت دے۔" (ترمذی) یہ تربیت نہ صرف اولاد کے لیے بلکہ والدین کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہے۔

مختصر سوال 4: میاں بیوی کے باہمی حسن سلوک سے کیا مراد ہے؟

میاں بیوی کے باہمی حسن سلوک سے مراد یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ نرمی، محبت، احترام اور شفقت سے پیش آئیں۔ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں، فرائض ادا کریں، غلطیوں کو درگزر کریں اور ایک دوسرے کے لیے سکون کا باعث بنیں۔ قرآن مجید میں ہے: "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ" (البقرہ: 228) یعنی عورتوں کے بھی مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ یہ حسن سلوک گھر کو جنت کا نمونہ بناتا ہے اور معاشرے کی بنیادی اکائی کو مضبوط کرتا ہے۔

مختصر سوال 5: صلہ رحمی کے دو فوائد بیان کریں۔

صلہ رحمی (رشتہ داروں سے تعلق جوڑنا) کے بے شمار فوائد ہیں، جن میں سے دو اہم یہ ہیں:

1. رزق میں برکت اور عمر میں اضافہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔" (صحیح بخاری)
2. معاشرتی ہم آہنگی اور محبت: صلہ رحمی سے رشتہ داروں کے درمیان محبت، ہمدردی اور تعاون پروان چڑھتا ہے، جس سے معاشرے میں امن و سکون اور بھائی چارہ قائم ہوتا ہے۔ یہ ایک مضبوط اور فلاحی معاشرے کی بنیاد ہے۔

مختصر سوال 6: ہمسائے کی کتنی اقسام ہیں؟

اسلامی تعلیمات کے مطابق ہمسائے کی تین اقسام ہیں:

1. مسلم رشتہ دار ہمسایہ: اس کے تین حقوق ہیں: اسلام کا حق، قرابت کا حق اور ہمسائیگی کا حق۔
2. مسلم غیر رشتہ دار ہمسایہ: اس کے دو حقوق ہیں: اسلام کا حق اور ہمسائیگی کا حق۔
3. غیر مسلم ہمسایہ: اس کا ایک حق ہے: ہمسائیگی کا حق۔

نبی اکرم ﷺ نے ہمسایوں کے حقوق پر بہت زور دیا ہے، یہاں تک کہ فرمایا کہ جبرائیلؑ مجھے ہمسائے کے حقوق کے بارے میں اتنی تاکید کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے وراثت میں حصہ دار بنا دیں گے۔

مختصر سوال 7: یتیموں کے مال کی حفاظت کیوں ضروری ہے؟

یتیموں کے مال کی حفاظت انتہائی ضروری ہے کیونکہ وہ چھوٹے اور نادان ہوتے ہیں، اپنا دفاع نہیں کر سکتے اور اپنے حقوق کی پہچان نہیں رکھتے۔ اسلام نے یتیموں کے مال کو امانت قرار دیا ہے اور اس میں خیانت کرنے یا اسے ناحق کھانے پر سخت وعید سنائی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا" (النساء: 10) ترجمہ: "بے شک جو لوگ یت

حصہ سوم: امتحانی 20 نمبر والے تفصیلی سوالات و جوابات (Mark Exam Standard-20)

سوال نمبر 1: حقوق اللہ اور حقوق العباد سے کیا مراد ہے؟ ان دونوں کے باہمی تعلق، اہمیت اور معاشرتی زندگی پر ان کے اثرات کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

تمہید:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو پر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس رہنمائی کا بنیادی محور انسان کے خالق سے تعلق اور اس کی مخلوق سے تعلق ہے۔ یہی دو پہلو اسلامی تعلیمات کی روح ہیں جنہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حقوق اللہ سے مراد وہ فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جو انسان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد ہوتی ہیں، جبکہ حقوق العباد وہ ذمہ داریاں ہیں جو انسان پر دوسرے انسانوں اور مخلوقات کے حوالے سے عائد ہوتی ہیں۔ ان دونوں حقوق کی ادائیگی میں توازن اور ہم آہنگی ہی ایک کامیاب اور صالح معاشرے کی بنیاد ہے۔ زیر نظر سوال میں ہم ان دونوں حقوق کی تعریف، ان کے باہمی تعلق، اہمیت اور معاشرتی زندگی پر ان کے گہرے اثرات کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

لغوی و اصطلاحی مفہوم:

- حقوق اللہ:
  - لغوی مفہوم: "حقوق" حق کی جمع ہے جس کا معنی واجب، لازم، سچ اور درست ہے۔ "اللہ" اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ پس حقوق اللہ کا لغوی معنی اللہ کے واجب کردہ فرائض ہیں۔
  - اصطلاحی مفہوم: اسلامی اصطلاح میں حقوق اللہ سے مراد وہ تمام عبادات، فرائض اور احکامات ہیں جن کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے اور جن کی ادائیگی بندے پر اللہ کی طرف سے لازم کی گئی ہے۔ ان میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج، توحید، شکر، ذکر، تلاوت قرآن اور اللہ کے احکامات کی اطاعت شامل ہے۔ یہ حقوق اللہ تعالیٰ کی عظمت، کبریائی اور اس کے احسانات کا اعتراف ہیں۔
- حقوق العباد:
  - لغوی مفہوم: "العباد" عبد کی جمع ہے جس کا معنی بندہ یا مخلوق ہے۔ پس حقوق العباد کا لغوی معنی بندوں کے واجب کردہ فرائض ہیں۔

- اصطلاحی مفہوم: اسلامی اصطلاح میں حقوق العباد سے مراد وہ تمام فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جو ایک انسان پر دوسرے انسانوں، رشتہ داروں، ہمسایوں، معاشرتی افراد اور حتیٰ کہ دیگر مخلوقات کے حوالے سے عائد ہوتی ہیں۔ ان میں عدل و انصاف، حسن سلوک، صلہ رحمی، امانت و دیانت، خیر خواہی، دوسروں کا احترام، اور ان کے جان و مال و آبرو کا تحفظ شامل ہے۔

قرآنی آیات و احادیث کے دلائل:

قرآن و سنت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی پر یکساں زور دیا گیا ہے۔

- حقوق اللہ کے بارے میں:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

ترجمہ: "اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔" (سورۃ النساء: 36)

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

ترجمہ: "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔" (سورۃ الذاریات: 56)

حدیث: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اسے عذاب نہ دے۔"** (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

- حقوق العباد کے بارے میں:

وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

ترجمہ: "اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی ہمسایوں، دور کے ہمسایوں، ہم نشینوں، مسافروں اور اپنے غلاموں (یا ماتحتوں) کے ساتھ بھی۔" (سورۃ النساء:36)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"وہ شخص مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔"** (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے: **"مفلس وہ نہیں جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں، بلکہ مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے اور اس نے کسی کو گالی دی ہو، کسی پر تہمت لگائی ہو، کسی کا مال کھایا ہو، کسی کا خون بہایا ہو اور کسی کو مارا ہو، تو اس کی نیکیاں ان مظلوموں کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"** (صحیح مسلم)

تفصیلی ذیلی سرخیاں:

1. حقوق اللہ کا دائرہ کار: حقوق اللہ میں بنیادی طور پر توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، ذکر و اذکار، تلاوت قرآن، اللہ پر توکل، اس کی رضا پر راضی رہنا، اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا، اس کے احکامات کی پیروی کرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا شامل ہیں۔ یہ تمام اعمال بندے اور رب کے درمیان براہ راست تعلق کو مضبوط کرتے ہیں۔
2. حقوق العباد کا دائرہ کار: حقوق العباد کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس میں والدین، اولاد، میاں بیوی، رشتہ دار، ہمسائے، دوست احباب، ماتحت، یتیم، مسکین، بیوائیں، مسافر، غیر مسلم اقلیتیں اور حتیٰ کہ جانور اور ماحول بھی شامل ہیں۔ ان سب کے حقوق کی ادائیگی معاشرتی امن و سکون کی ضمانت ہے۔
3. باہمی تعلق اور انحصار: اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ لازم و ملزوم ہیں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کے بغیر حقوق العباد کی تکمیل ممکن نہیں اور حقوق العباد کی ادائیگی کے بغیر حقوق اللہ کا دعویٰ بے معنی ہے۔ ایک سچا مومن وہی ہے جو دونوں حقوق کا خیال رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اکثر جگہ اپنی عبادت کے ساتھ والدین اور دیگر رشتہ داروں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

4. مغفرت اور معافی کا فرق: حقوق اللہ میں کوتاہی کی صورت میں اگر بندہ سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرما دیتا ہے کیونکہ اس کا تعلق براہ راست اللہ کی ذات سے ہے۔ لیکن حقوق العباد میں کوتاہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ صاحب حق خود معاف نہ کر دے یا اس کا حق ادا نہ کر دیا جائے۔ یہ حقوق العباد کی سنگینی کو ظاہر کرتا ہے۔

5. دنیاوی و اخروی اثرات: حقوق اللہ کی ادائیگی سے انسان کو روحانی سکون، قلبی اطمینان اور اللہ کی قربت حاصل ہوتی ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کا باعث ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی سے معاشرے میں امن، محبت، بھائی چارہ اور انصاف قائم ہوتا ہے، جس سے دنیاوی زندگی خوشگوار بنتی ہے اور آخرت میں اللہ کی رضا اور اجر عظیم کا سبب بنتی ہے۔

6. اسلامی معاشرت میں اہمیت: ایک اسلامی معاشرہ کی بنیاد عدل و احسان پر قائم ہوتی ہے اور یہ دونوں حقوق العباد کے مرکزی ستون ہیں۔ جب ہر فرد اپنے فرائض کو پہچانتا ہے اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے تو معاشرہ ایک مضبوط اکائی بن جاتا ہے جہاں ہر شخص محفوظ اور مطمئن محسوس کرتا ہے۔

7. توازن کی ضرورت: اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد کے درمیان توازن قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔ صرف عبادات میں مشغول ہو کر معاشرتی ذمہ داریوں سے غافل رہنا یا صرف معاشرتی حقوق کی ادائیگی کو کافی سمجھ کر اللہ کے حقوق سے غفلت برتنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ ایک مسلمان کی زندگی میں دونوں کا حسین امتزاج ہونا چاہیے۔

8. حقوق العباد کی ادائیگی کی ترجیح (بعض صورتوں میں): بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقوق العباد کی اہمیت بعض اوقات حقوق اللہ سے بھی بڑھ جاتی ہے، خصوصاً جب کسی مظلوم کا حق پامال ہو رہا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: **"اللہ پر ایمان لانا اور اس کے بعد صلہ رحمی کرنا۔"** (صحیح بخاری)

9. اجتماعی ذمہ داری: حقوق العباد کی ادائیگی صرف فرد کی ذمہ داری نہیں بلکہ یہ ایک اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرے، عدل و انصاف قائم کرے اور کمزور طبقات کی کفالت کا انتظام کرے۔

10. فرد کی اصلاح اور معاشرتی امن: جب ہر فرد اپنے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پہچان کر ان کی ادائیگی کی کوشش کرتا ہے تو اس کی اپنی ذات میں اصلاح پیدا ہوتی ہے اور یہ اصلاح پورے معاشرے میں امن و سکون اور ہم آہنگی کا باعث بنتی ہے۔

11. اللہ کی رضا کا حصول: اللہ تعالیٰ کی رضا صرف اس کی عبادت سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کی مخلوق پر رحم کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **"اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت نہ کی... میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا... میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔"** بندہ عرض کرتا ہے: **"اے میرے رب! تو تو رب العالمین ہے، میں تیری عیادت کیسے کرتا، تجھے کھانا کیسے کھلاتا اور تجھے پانی کیسے پلاتا؟"** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **"کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا، اگر تو اسے پانی پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔"** (صحیح مسلم) یہ حدیث حقوق العباد کی عظمت کو واضح کرتی ہے۔

12. عملی مثالیں: اسلامی تاریخ میں صحابہ کرام اور سلف صالحین کی زندگیوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا بہترین توازن نظر آتا ہے۔ وہ دن میں عبادت کرتے اور راتوں کو قیام کرتے، لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنے ہمسایوں، رشتہ داروں اور غریبوں کا بھی بھرپور خیال رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا راتوں کو گشت کرنا اور لوگوں کے احوال معلوم کرنا حقوق العباد کی عملی مثال ہے۔

13. غفلت کے نتائج: حقوق اللہ سے غفلت انسان کو کفر و شرک کی طرف لے جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب کا باعث بنتی ہے۔ حقوق العباد سے غفلت معاشرے میں فساد، ظلم، ناانصافی اور بے چینی پیدا کرتی ہے، جس سے دنیاوی زندگی بھی اجیرن ہو جاتی ہے اور آخرت میں بھی جواب دہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

14. معاشرتی ذمہ داری کا احساس: اسلام ہر فرد کو معاشرے کا ایک فعال اور ذمہ دار رکن بناتا ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا احساس ہی انسان کو خود غرضی سے نکال کر دوسروں کے لیے جینے کا درس دیتا ہے۔

عملی و اخلاقی تطبیق:

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی عملی تطبیق کے لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان اپنی روزمرہ زندگی میں ان دونوں کو مد نظر رکھے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسی عبادات کو خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرے اور ساتھ ہی اپنے والدین، رشتہ داروں، ہمسایوں اور معاشرے کے دیگر افراد کے حقوق کا بھی خیال رکھے۔ کسی کو تکلیف نہ دے، کسی کا حق نہ مارے، امانت میں خیانت نہ کرے، وعدہ پورا کرے، عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور کمزوروں کی مدد کرے۔ یہ توازن ہی ایک مثالی مسلمان کی پہچان ہے۔

حاصلِ کلام / نتیجہ بحث:

خلاصہ کلام یہ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد اسلامی تعلیمات کے دو بنیادی ستون ہیں۔ ان دونوں کی ادائیگی کے بغیر نہ تو فرد کی ذات میں حقیقی تقویٰ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی ایک صالح اور پر امن معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔ اسلام نے ان دونوں حقوق کے درمیان ایک حسین توازن قائم کیا ہے اور ایک مسلمان کو ان دونوں کی ادائیگی کا پابند کیا ہے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی اللہ کی بندگی کا اظہار ہے جبکہ حقوق العباد کی ادائیگی اللہ کی مخلوق پر رحم اور محبت کا مظہر ہے۔ یہی وہ جامع تصور ہے جو انسان کی دنیاوی اور اخروی فلاح کا ضامن ہے اور ایک مثالی اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے۔

سوال نمبر 2: والدین کے حقوق و فرائض اور اولاد کی تربیت کی ذمہ داریوں پر اسلامی نقطہ نظر سے تفصیلی روشنی ڈالیے۔

تمہید:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو پر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ خاندانی نظام معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اور اس کی مضبوطی ہی ایک صحت مند معاشرے کی بنیاد ہے۔ اس خاندانی نظام میں والدین اور اولاد کا رشتہ انتہائی مقدس اور اہم ہے۔ اسلام نے والدین کے حقوق اور فرائض کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور اسی طرح اولاد کے حقوق اور ان کی بہترین تربیت کی ذمہ داریوں پر بھی زور دیا ہے۔ یہ باہمی حقوق و فرائض ہی ایک مثالی خاندان کی تشکیل کرتے ہیں جہاں محبت، احترام، شفقت اور ذمہ داری کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ زیر نظر سوال میں ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں والدین کے حقوق و فرائض اور اولاد کی تربیت کی ذمہ داریوں کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

لغوی و اصطلاحی مفہوم:

- والدین کے حقوق و فرائض:

- لغوی مفہوم: "والدین" والد کی جمع ہے، یعنی ماں اور باپ۔ "حقوق" حق کی جمع ہے جو واجب اور لازم کے معنی میں آتا ہے، جبکہ "فرائض" فرض کی جمع ہے جو ذمہ داری کے معنی میں ہے۔
- اصطلاحی مفہوم: اسلامی اصطلاح میں والدین کے حقوق سے مراد وہ تمام عزت، احترام، خدمت اور اطاعت ہے جو اولاد پر ان کی طرف سے لازم ہے۔ والدین کے فرائض سے مراد وہ ذمہ داریاں ہیں جو وہ اپنی اولاد کی پیدائش سے لے کر ان کی بلوغت اور شادی تک ادا کرتے ہیں۔

- اولاد کی تربیت:
  - لغوی مفہوم: "اولاد" ولد کی جمع ہے یعنی بچے، جبکہ "تربیت" ربو سے ماخوذ ہے جس کا معنی پروان چڑھانا، سدھارنا، پرورش کرنا ہے۔
  - اصطلاحی مفہوم: اسلامی اصطلاح میں اولاد کی تربیت سے مراد ان کی جسمانی، ذہنی، اخلاقی، روحانی اور معاشرتی نشوونما اس طرح کرنا ہے کہ وہ ایک صالح، ذمہ دار اور مفید شہری بن سکیں اور اللہ کے احکامات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

قرآنی آیات واحادیث کے دلائل:

قرآن وسنت میں والدین کے حقوق اور اولاد کی تربیت کی اہمیت کو بار بار اجاگر کیا گیا ہے۔

- والدین کے حقوق کے بارے میں:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴿٢٤﴾

ترجمہ: "اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو، بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کرو۔ اور ان کے لیے عاجزی کا بازو رحمت کے ساتھ جھکا دو اور کہو: اے میرے رب! ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا ہے۔" (سورۃ الاسراء: 23-24)

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: "میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہاری ماں۔" اس نے پوچھا: "پھر کون؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہاری ماں۔" اس نے پوچھا: "پھر کون؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہاری ماں۔" اس نے پوچھا: "پھر کون؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا باپ۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

- اولاد کے حقوق اور تربیت کے بارے میں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

ترجمہ: "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔" (سورۃ التحریم: 6)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ امام نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے: "کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیا۔" (جامع ترمذی)

تفصیلی ذیلی سرخیاں:

1. والدین کے حقوق کی عظمت: اسلام نے والدین کے حقوق کو اللہ کے حق کے بعد سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ ان کی اطاعت، خدمت اور احترام کو دین کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ ماں کا مقام باپ سے تین گنا زیادہ بتایا گیا ہے۔

2. اطاعت و احترام: اولاد پر لازم ہے کہ وہ والدین کی ہر جائز بات میں اطاعت کرے، ان کا احترام کرے اور ان کے سامنے عاجزی اختیار کرے۔ ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرے اور نہ ہی انہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچائے۔

3. خدمت و دیکھ بھال: خاص طور پر والدین کے بڑھاپے میں ان کی خدمت کرنا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا اولاد کا فرض ہے۔ یہ ایک عظیم عبادت اور اجر کا باعث ہے۔

4. مالی معاونت: اگر والدین مالی طور پر کمزور ہوں تو صاحب استطاعت اولاد پر ان کی مالی معاونت فرض ہے۔ ان کے

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

حصہ چہارم: کثیر الانتخابی سوالات و معروضی بینک (Solved MCQs Bank)

سوال نمبر 1: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس حق کی ادائیگی میں کوتاہی زیادہ سنگین سمجھی جاتی ہے؟

- حقوق اللہ (مثلاً نماز، روزہ)
- حقوق العباد (مثلاً والدین، پڑوسی)
- دونوں برابر ہیں
- کوئی نہیں

✓ درست جواب: حقوق العباد (مثلاً والدین، پڑوسی)

وضاحت: حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی اس لیے زیادہ سنگین سمجھی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حق کو تو معاف فرما سکتے ہیں، لیکن بندوں کے حقوق کی معافی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ صاحب حق خود معاف نہ کر دے۔ احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔

سوال نمبر 2: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد سب سے زیادہ کس حق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے؟

- اولاد کے حقوق
- والدین کے حقوق
- رشتہ داروں کے حقوق
- یتیموں کے حقوق

✓ درست جواب: والدین کے حقوق

وضاحت: قرآن پاک کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، جو ان کے مقام اور اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

سوال نمبر 3: اولاد کی بہترین تربیت میں سب سے اہم عنصر کیا ہے؟

- مالی آسودگی فراہم کرنا
- اعلیٰ تعلیم دلوانا
- دینی اور اخلاقی اقدار سکھانا
- جسمانی صحت کا خیال رکھنا

✓ درست جواب: دینی اور اخلاقی اقدار سکھانا

وضاحت: اولاد کی بہترین تربیت میں سب سے اہم عنصر انہیں دینی اور اخلاقی اقدار سکھانا ہے تاکہ وہ ایک اچھا مسلمان اور معاشرے کا مفید فرد بن سکیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: 'کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیا۔'

سوال نمبر4: میاں بیوی کے تعلقات کی بنیاد کس چیز پر ہونی چاہیے؟

- مال و دولت
- حسن و جمال
- محبت، مودت اور رحمت
- معاشرتی رتبہ

✓ درست جواب: محبت، مودت اور رحمت

وضاحت: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے تعلقات کو محبت، مودت اور رحمت کی بنیاد پر قائم کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ ان کی زندگی میں سکون اور اطمینان ہو۔

سوال نمبر5: صلہ رحمی سے کیا مراد ہے؟

- صرف والدین کے ساتھ اچھا سلوک
- رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کو مضبوط کرنا
- پڑوسیوں کی مدد کرنا
- یتیموں کی کفالت کرنا

✓ درست جواب: رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کو مضبوط کرنا

وضاحت: صلہ رحمی کا مطلب ہے رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنا، ان کی خبر گیری کرنا، اور ان کے دکھ سکھ میں شریک ہونا۔ اسلام میں اس کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔

سوال نمبر6: نبی کریم ﷺ نے ہمسائے کے حقوق کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

- ہمسائے کو صرف کھانے پینے کی اشیاء دینا
- ہمسائے کے حقوق اتنے اہم ہیں کہ مجھے لگا کہ اسے وراثت میں حصہ دار بنا دیا جائے گا
- ہمسائے سے صرف سلام دعا کرنا کافی ہے
- ہمسائے کے حقوق صرف اس صورت میں ہیں جب وہ مسلمان ہو

✓ درست جواب: ہمسائے کے حقوق اتنے اہم ہیں کہ مجھے لگا کہ اسے وراثت میں حصہ دار بنا دیا جائے گا

وضاحت: حدیث میں آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام مجھے ہمسائے کے حقوق کے بارے میں اتنی زیادہ تاکید کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے وراثت میں حصہ دار بنا دیں گے۔ یہ ہمسائے کے حقوق کی غیر معمولی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

سوال نمبر 7: یتیم کی کفالت کرنے والے کے لیے نبی کریم ﷺ نے کیا بشارت دی ہے؟

- اسے دنیا میں بہت مال ملے گا
- وہ جنت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہو گا
- اسے معاشرے میں عزت ملے گی
- اس کی اولاد نیک ہو گی

✓ درست جواب: وہ جنت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہو گا

وضاحت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: 'میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے' اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا۔ یہ یتیم کی کفالت کی عظیم فضیلت ہے۔

سوال نمبر 8: اسلامی معاشرے میں غیر مسلم اقلیتوں کو کون سا حق حاصل ہے؟

- صرف مالی امداد کا حق
- مذہبی آزادی اور اپنے عقائد پر عمل کرنے کا حق
- صرف حکومتی عہدے حاصل کرنے کا حق
- مسلمانوں کے برابر تمام حقوق

✓ درست جواب: مذہبی آزادی اور اپنے عقائد پر عمل کرنے کا حق

وضاحت: اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے عقائد کے مطابق عبادات اور رسومات ادا کر سکتے ہیں۔ قرآن میں ہے: 'دین میں کوئی جبر نہیں' (البقرہ: 256)۔

سوال نمبر 9: حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کے لیے کیا شرط ہے؟

- صرف توبہ کرنا کافی ہے
- صاحب حق کا معاف کرنا ضروری ہے
- صدقہ و خیرات کرنا کافی ہے
- نمازیں پڑھنا کافی ہے

✓ درست جواب: صاحب حق کا معاف کرنا ضروری ہے

وضاحت: حقوق العباد کے معاملے میں اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں فرماتے جب تک کہ صاحب حق خود معاف نہ کر دے یا اس کا حق ادا نہ کر دیا جائے۔ یہ حقوق العباد کی انتہائی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

سوال نمبر 10: والدین کی نافرمانی کو اسلام میں کس گناہ کے برابر قرار دیا گیا ہے؟

- شراب نوشی
- چوری
- شرک
- جھوٹ بولنا

✓ درست جواب: شرک

وضاحت: احادیث میں والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے اور بعض روایات میں اسے شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، جو اس کی سنگینی کو ظاہر کرتا ہے۔

سوال نمبر 11: اولاد پر والدین کے کون سے فرائض عائد ہوتے ہیں؟

- صرف ان کی خدمت کرنا
- ان کا ادب و احترام کرنا، اطاعت کرنا اور بڑھاپے میں ان کی دیکھ بھال کرنا
- صرف ان کے لیے دعا کرنا
- صرف ان کو مالی مدد فراہم کرنا

✓ درست جواب: ان کا ادب و احترام کرنا، اطاعت کرنا اور بڑھاپے میں ان کی دیکھ بھال کرنا

وضاحت: اولاد پر والدین کا ادب و احترام، جائز امور میں ان کی اطاعت، اور بڑھاپے میں ان کی مکمل دیکھ بھال اور خدمت کرنا فرض ہے۔ قرآن میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔

سوال نمبر 12: شوہر پر بیوی کا سب سے اہم حق کیا ہے؟

- اسے زیورات خرید کر دینا
- اسے سیر و تفریح کرانا
- اس کا نان و نفقہ (خرچہ) پورا کرنا
- اسے گھر کے کاموں سے آزاد رکھنا

✓ درست جواب: اس کا نان و نفقہ (خرچہ) پورا کرنا

وضاحت: شوہر پر بیوی کا سب سے اہم حق اس کا نان و نفقہ یعنی کھانے، پینے، لباس اور رہائش کا بندوبست کرنا ہے۔ یہ شوہر کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

سوال نمبر 13: رشتہ داروں سے تعلقات توڑنے والے کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟

- اسے کوئی نقصان نہیں
- اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا
- اسے صرف دنیاوی نقصان ہوتا ہے
- اسے کوئی خاص سزا نہیں

✓ درست جواب: اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا

وضاحت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: 'رحم (رشتہ داری) عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جو مجھے جوڑے گا اللہ اسے جوڑے گا اور جو مجھے توڑے گا اللہ اسے توڑے گا۔' ایک اور حدیث میں ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

سوال نمبر 14: مسکینوں اور بیواؤں کی کفالت کرنے والے کو نبی کریم ﷺ نے کس کے برابر قرار دیا ہے؟

- حج کرنے والے کے برابر
- اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر
- نماز پڑھنے والے کے برابر
- روزہ رکھنے والے کے برابر

✓ درست جواب: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر

وضاحت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: 'بیواؤں اور مسکینوں کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے' (بخاری و مسلم)۔ یہ ان کی خدمت کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔

سوال نمبر 15: حقوق اللہ اور حقوق العباد میں بنیادی فرق کیا ہے؟

- حقوق اللہ زیادہ اہم ہیں
- حقوق العباد زیادہ اہم ہیں
- حقوق اللہ میں کوتاہی پر اللہ معاف کر سکتا ہے، جبکہ حقوق العباد میں صاحب حق کی معافی ضروری ہے
- دونوں میں کوئی فرق نہیں

✓ درست جواب: حقوق اللہ میں کوتاہی پر اللہ معاف کر سکتا ہے، جبکہ حقوق العباد میں صاحب حق کی معافی ضروری ہے

وضاحت: حقوق اللہ کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہے اور وہ اپنی رحمت سے معاف کر سکتا ہے، جبکہ حقوق العباد کا تعلق بندوں سے ہے اور ان کی معافی کے لیے صاحب حق کی رضامندی یا حق کی ادائیگی لازمی ہے۔

یونٹ نمبر 7 (کل 9 میں سے)

یونٹ 7: اسلام کا معاشی نظام اور تجارتی اخلاقیات

ضخامت: 11,716 الفاظ • مستند تصنیف برائے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی طلبہ

حصہ اول: باب کا مفصل خلاصہ، درسی مباحث اور اہم نظریات

باب کا مفصل تعارف اور مقاصدِ تدریس

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لیے جامع رہنمائی فراہم کرتا ہے، اور معیشت اس کا ایک بنیادی ستون ہے۔ یہ یونٹ اسلام کے معاشی نظام اور تجارتی اخلاقیات کے ان اصولوں کا احاطہ کرتا ہے جو عدل، مساوات، اور فلاحِ انسانیت پر مبنی ہیں۔ اسلامی معیشت کا مقصد صرف مادی ترقی نہیں بلکہ ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جہاں دولت کی منصفانہ تقسیم ہو، استحصال کا خاتمہ ہو، اور ہر فرد کو باعزت روزگار کے مواقع میسر ہوں۔ یہ یونٹ ہمیں سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظاموں کے مقابلے میں اسلامی معاشی نظام کی برتری کو سمجھنے میں مدد دے گا، جو کہ انسانی فطرت اور معاشرتی ضروریات کے عین مطابق ہے۔

اس یونٹ میں ہم اسلامی معیشت کے بنیادی اصولوں کا گہرائی سے مطالعہ کریں گے، جن میں ملکیت کا تصور اور حلال روزی کی اہمیت شامل ہیں۔ ہم سود (ربا) کی حرمت اور اس کے تباہ کن اثرات پر روشنی ڈالیں گے، جو موجودہ عالمی معاشی بحرانوں کی ایک بڑی وجہ ہے۔ اس کے علاوہ، زکوٰۃ، عشر، صدقات اور وقف جیسے اسلامی مالیاتی اداروں کے معاشی کردار کو سمجھیں گے جو دولت کی گردش، غربت کے خاتمے اور معاشرتی فلاح و بہبود کے لیے ناگزیر ہیں۔ اسلامی قانونِ وراثت کی حکمت اور اس کے معاشی و معاشرتی اثرات بھی زیرِ بحث آئیں گے۔ آخر میں، ہم تجارتی اخلاقیات کے ان زریں اصولوں کا جائزہ لیں گے جو ایک شفاف، دیانت دار اور بااعتماد تجارتی ماحول کی بنیاد فراہم کرتے ہیں، جیسے ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ اور جھوٹی قسموں کی ممانعت۔

مقاصدِ تدریس:

اس یونٹ کے اختتام پر طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- اسلامی معیشت کے بنیادی اصولوں، جیسے ملکیت کا تصور اور حلال روزی کی اہمیت، کو تفصیل سے بیان کر سکیں۔
- سرمایہ دارانہ اور اشتراکی معاشی نظاموں کے مقابلے میں اسلامی معاشی نظام کی امتیازی خصوصیات اور برتری کو واضح کر سکیں۔
- سود (ربا) کی حرمت اور اس کے انفرادی و اجتماعی زندگی پر تباہ کن اثرات کو مکمل دلائل کے ساتھ پیش کر سکیں۔
- زکوٰۃ، عشر، صدقات اور وقف کے معاشی کردار اور ان کی اہمیت کو اجاگر کر سکیں۔
- اسلامی قانونِ وراثت کے بنیادی اصولوں اور اس کے معاشرتی و معاشی فوائد کو سمجھ سکیں۔
- اسلامی تجارتی اخلاقیات کے اہم پہلوؤں، جیسے ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ اور جھوٹی قسموں کی ممانعت، کی وضاحت کر سکیں۔
- عصرِ حاضر کے معاشی چیلنجز کے تناظر میں اسلامی معاشی نظام کی اہمیت اور اس کے فکری شبہات کے مدلل جوابات پیش کر سکیں۔

اہم درسی عنوانات کی تفصیلی و تحقیقی تشریح

1. اسلامی معیشت کے بنیادی اصول

الف. ملکیت کا تصور

لغوی و اصطلاحی تعریف:

- لغوی: ملکیت کا لفظ 'ملک' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے کسی چیز پر اختیار یا قابو رکھنا۔
- اصطلاحی: اسلامی نقطہ نظر سے ملکیت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1. ملکیتِ حقیقی (Absolute Ownership): یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے خاص ہے۔ کائنات کی ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان اس میں صرف امین اور مستعار ہے۔
2. ملکیتِ مجازی (Usufructuary Ownership): یہ انسان کی ملکیت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے اور مخصوص شرائط و حدود کے تحت ہے۔ انسان کو اس ملکیت میں تصرف کا اختیار حاصل ہے، لیکن یہ تصرف اللہ کے احکامات کے تابع ہے۔

مستند قرآنی آیات مع عربی متن، بامحاورہ سلیس اردو ترجمہ اور تفسیری نکات:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (البقرہ:284)

ترجمہ: "جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اللہ ہی کا ہے۔ اور اگر تم ظاہر کرو جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ، اللہ اس کا حساب تم سے لے گا۔ پھر وہ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت واضح کرتی ہے کہ کائنات کی ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی عطا ہے اور اس میں اس کا تصرف عارضی اور مشروط ہے۔ یہ تصور انسان کو اپنی ملکیت کے بارے میں جوابدہی کا احساس دلاتا ہے اور اسے اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنے مال میں اللہ کے حقوق (مثلاً زکوٰۃ، صدقات) ادا کرے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ﴾ (النور:33)

ترجمہ: "اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت بھی اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ انسان جس مال کا مالک سمجھا جاتا ہے، وہ درحقیقت اللہ کا مال ہے جو اس نے انسان کو امانت کے طور پر دیا ہے۔ اس لیے انسان کو اس مال میں سے ان لوگوں کو بھی حصہ دینا چاہیے جو اس کے مستحق ہیں۔ یہ تصور دولت کے ارتکاز کو روکتا ہے اور معاشرے میں تقسیمِ دولت کا ایک فطری نظام قائم کرتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ مع کتبِ احادیث کے تفصیلی حوالے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الناس شركاء في ثلاث: الماء والكلأ والنار» (سنن أبي داود، كتاب الإجارة، باب في منع الماء، حدیث:3477)

ترجمہ: "لوگ تین چیزوں میں شریک ہیں: پانی، چارہ اور آگ۔"

ویب سائٹ:aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس:0324-5836626

تفسیری نکات: یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ بعض بنیادی ضروریاتِ زندگی ایسی ہیں جن پر کسی فرد کی اجارہ داری نہیں ہونی چاہیے بلکہ وہ اجتماعی ملکیت میں شمار ہوتی ہیں۔ یہ اصول اسلامی معیشت میں عوامی فلاح و بہبود اور بنیادی ضروریات کی فراہمی کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

عقلی اور فکری دلائل:

ملکیت کا اسلامی تصور انسان کو خود غرضی اور مادہ پرستی سے بچاتا ہے۔ جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے مال کا حقیقی مالک نہیں بلکہ صرف امین ہے، تو اس میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے مال کو اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کی کوشش کرتا ہے، جس سے معاشرے میں عدل، سخاوت اور ہمدردی پروان چڑھتی ہے۔ یہ تصور دولت کے بے جا ارتکاز کو روکتا ہے اور معاشرتی ناہمواریوں کو کم کرنے میں مدد دیتا ہے، کیونکہ امانت کا تقاضا ہے کہ مال کو صرف اپنی ذات پر خرچ نہ کیا جائے بلکہ دوسروں کے حقوق بھی ادا کیے جائیں۔

ب. حلال روزی کی اہمیت

لغوی و اصطلاحی تعریف:

- لغوی: 'حلال' کا معنی ہے جائز، مباح، وہ چیز جس کی شریعت نے اجازت دی ہو۔ 'طیب' کا معنی ہے پاکیزہ، عمدہ، خوشگوار۔
- اصطلاحی: حلال روزی سے مراد وہ کمائی ہے جو شریعت کے مقرر کردہ جائز طریقوں سے حاصل کی گئی ہو اور جس میں کسی قسم کی ناجائز، حرام یا مشتبہ چیز شامل نہ ہو۔ اس میں کمائی کا ذریعہ اور طریقہ دونوں کا حلال ہونا ضروری ہے۔

مستند قرآنی آیات مع عربی متن، بامحاورہ سلیس اردو ترجمہ اور تفسیری نکات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ (البقرہ:168)

ترجمہ: "اے لوگو! زمین میں جو کچھ حلال اور پاکیزہ ہے، اسے کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت تمام انسانوں کو حلال اور پاکیزہ رزق کھانے کا حکم دیتی ہے۔ 'حلال' کا تعلق کمائی کے ذریعے سے ہے کہ وہ جائز ہو، اور 'طیب' کا تعلق اس کی نوعیت سے ہے کہ وہ پاکیزہ اور صحت بخش ہو۔ شیطان کے قدموں کی پیروی سے مراد حرام ذرائع اختیار کرنا یا حلال کو حرام قرار دینا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ (النحل:114)

ترجمہ: "پس جو کچھ اللہ نے تمہیں حلال اور پاکیزہ رزق دیا ہے، اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔"

تفسیری نکات: یہ آیت حلال اور پاکیزہ رزق کھانے کو اللہ کی نعمت قرار دیتی ہے اور اس پر شکر ادا کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ رزقِ حلال کا حصول عبادت کا حصہ ہے اور اس سے انسان کا تعلق اللہ سے مضبوط ہوتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ مع کتبِ احادیث کے تفصیلی حوالے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة » (شعب الإيمان للبيهقي، باب في طلب الحلال، حدیث:8361)

ترجمہ: "حلال کمائی کی طلب فرض کے بعد ایک اور فرض ہے۔"

تفسیری نکات: یہ حدیث حلال روزی کمانے کی اہمیت کو واضح کرتی ہے کہ یہ فرائضِ دینی کے بعد ایک اہم فریضہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نماز، روزہ جیسے بنیادی فرائض کی ادائیگی کے بعد حلال روزی کا حصول بھی اتنا ہی ضروری ہے تاکہ انسان اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کر سکے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لن تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن أربع: عن عمره فيما أفناه، وعن علمه ماذا عمل فيه، وعن ماله من أين اكتسبه وفيما أنفقه، وعن جسمه فيما أبلاه » (جامع الترمذي، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب ماجاء في القيامة، حدیث:2417)

ترجمہ: "قیامت کے دن بندے کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اس نے اسے کس کام میں فنا کیا، اس کے علم کے بارے میں کہ اس نے اس پر کتنا عمل کیا، اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اس نے اسے کس کام میں بوسیدہ کیا۔"

تفسیری نکات: یہ حدیث روزی کے حصول کے ذرائع کی جوابدہی پر زور دیتی ہے۔ خاص طور پر مال کے بارے میں دو سوال کیے جائیں گے: کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں حلال روزی کا حصول اور اس کا صحیح استعمال انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

عقلی اور فکری دلائل:

حلال روزی نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی زندگی کے لیے بھی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ حلال کمائی سے انسان کی روحانیت پاکیزہ ہوتی ہے، اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور اس کے دل میں اطمینان و سکون پیدا ہوتا ہے۔ حرام کمائی سے برکت ختم ہو جاتی ہے، معاشرتی فساد پھیلتا ہے، اور انسان اخلاقی پستی کا شکار ہوتا ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں حلال روزی کو اہمیت دی جائے، وہاں دیانت، امانت اور باہمی اعتماد پروان چڑھتا ہے، جبکہ حرام کمائی کا رواج رشوت، بدعنوانی اور استحصال کو جنم دیتا ہے۔

2. سرمایہ دارانہ اور اشتراکی معیشت کے مقابلے میں اسلامی معاشی نظام کی برتری

اسلامی معاشی نظام ایک متوازن اور جامع نظام ہے جو سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظاموں کی انتہاؤں سے پاک ہے۔ یہ دونوں نظام انسانیت کو مکمل فلاح فراہم کرنے میں ناکام رہے ہیں جبکہ اسلامی نظام فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔

الف. سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism)

تعریف: سرمایہ دارانہ نظام ایک ایسا معاشی نظام ہے جس میں پیداوار کے ذرائع (زمین، فیکٹریاں، سرمایہ) کی ملکیت زیادہ تر نجی ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ اس کا بنیادی محرک زیادہ سے زیادہ منافع کمانا، آزاد منڈی کا تصور اور حکومتی مداخلت کی کم سے کم سطح ہے۔

نقائص:

- طبقاتی تقسیم اور استحصال: یہ نظام دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کا باعث بنتا ہے، جس سے امیر اور غریب کے درمیان خلیج بڑھتی ہے اور غریبوں کا استحصال ہوتا ہے۔
- سود کی بنیاد: سرمایہ دارانہ نظام سود پر مبنی ہے، جو دولت کو غیر پیداواری طریقے سے بڑھاتا ہے اور قرض داروں پر بوجھ ڈالتا ہے۔
- معاشی عدم استحکام: یہ نظام افراطِ زر، کساد بازاری اور معاشی بحرانوں کا شکار رہتا ہے۔
- اخلاقی اقدار کا فقدان: منافع کی دوڑ میں اخلاقی اقدار کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جس سے معاشرے میں لالچ اور خود غرضی بڑھتی ہے۔

ب. اشتراکی نظام (Socialism/Communism)

تعریف: اشتراکی نظام ایک ایسا معاشی نظام ہے جس میں پیداوار کے تمام ذرائع اور وسائل کی ملکیت ریاست کے پاس ہوتی ہے، اور نجی ملکیت کا تصور یا تو سرے سے موجود نہیں ہوتا یا بہت محدود ہوتا ہے۔ اس کا مقصد دولت کی مساوی تقسیم اور طبقاتی نظام کا خاتمہ ہے۔

نقائص:

- انفرادی آزادی کا سلب: نجی ملکیت کی نفی اور ریاستی کنٹرول سے افراد کی معاشی آزادی سلب ہو جاتی ہے اور ان کی تخلیقی صلاحیتیں دب جاتی ہیں۔
- پیداواری صلاحیت میں کمی: محنت اور انعام کا براہ راست تعلق نہ ہونے کی وجہ سے افراد میں محنت کا جذبہ کم ہو جاتا ہے، جس سے مجموعی پیداوار متاثر ہوتی ہے۔
- انسانی فطرت کے خلاف: یہ نظام انسانی فطرت کے خلاف ہے جو ملکیت اور انفرادی ترقی کی خواہش رکھتی ہے۔
- نااہلی اور بدعنوانی: ریاستی کنٹرول کی وجہ سے بیوروکریسی میں نااہلی اور بدعنوانی بڑھ جاتی ہے۔

ج. اسلامی معاشی نظام کی برتری

اسلامی معاشی نظام ان دونوں انتہاؤں کے درمیان ایک معتدل راستہ اختیار کرتا ہے اور دونوں نظاموں کے نقائص سے پاک ہے۔

- متوازن نظام:
  - نجی ملکیت کا اعتراف: اسلام نجی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے لیکن اسے مطلق نہیں بلکہ مشروط قرار دیتا ہے، تاکہ افراد میں محنت کا جذبہ برقرار رہے اور دولت کی پیداوار ہو۔
  - ریاستی مداخلت: ضرورت کے تحت ریاست کو معیشت میں مداخلت کا حق حاصل ہے تاکہ عدل و انصاف قائم ہو اور استحصال کا خاتمہ ہو۔
  - عدل و احسان: اسلامی نظام کی بنیاد عدل و احسان پر ہے، جس کا مقصد دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشرتی فلاح ہے۔
  - سود کی ممانعت: سود کو حرام قرار دے کر دولت کے ارتکاز اور استحصال کو روکا جاتا ہے اور حقیقی کاروبار کو فروغ دیا جاتا ہے۔
  - زکوٰۃ و صدقات: زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعے دولت کو گردش میں لایا جاتا ہے اور غریبوں کے حقوق ادا کیے جاتے ہیں۔

مستند قرآنی آیات مع عربی متن، بامحاورہ سلیس اردو ترجمہ اور تفسیری نکات:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ﴾ (الحشر:7)

ترجمہ: "تاکہ وہ (مال) تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش کرتا نہ رہ جائے۔"

تفسیری نکات: یہ آیت اسلامی معاشی نظام کا بنیادی فلسفہ بیان کرتی ہے کہ دولت کو صرف امیروں کے ہاتھوں میں مرتکز نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے معاشرے کے تمام طبقات میں گردش کرنا چاہیے۔ زکوٰۃ، صدقات، وراثت اور سود کی ممانعت جیسے احکامات اسی مقصد کے حصول کے لیے ہیں۔

احادیثِ مبارکہ مع کتبِ احادیث کے تفصیلی حوالے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لا ضرر ولا ضرار» (سنن ابن ماجہ، کتاب الأحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ، حدیث:2340)

ترجمہ: "نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔"

تفسیری نکات: یہ حدیث اسلامی معیشت کا ایک بنیادی اصول ہے جو ہر قسم کے معاشی استحصال، دھوکہ دہی اور نقصان دہ سرگرمیوں کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ یہ اصول اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ نجی ملکیت اور کاروبار کی آزادی کے باوجود کسی فرد یا گروہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے مفاد کی خاطر دوسروں کو نقصان پہنچائے۔

عقلی اور فکری دلائل:

اسلامی معاشی نظام انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ یہ انسان کی انفرادی ملکیت کی خواہش کو تسلیم کرتا ہے اور اسے محنت کے ذریعے مال کمانے کی ترغیب دیتا ہے، لیکن ساتھ ہی اسے معاشرتی ذمہ داریوں کا احساس بھی دلاتا ہے۔ یہ نظام دولت کی پیداوار اور اس کی منصفانہ تقسیم کے درمیان توازن قائم کرتا ہے۔ اس میں نہ تو سرمایہ دارانہ نظام کی طرح بے لگام آزادی ہے جو استحصال کا باعث بنتی ہے اور نہ ہی اشتراکی نظام کی طرح مکمل ریاستی کنٹرول ہے جو انفرادی آزادی کو سلب کرتا ہے۔ اسلامی نظام عدل، مساوات، اخوت اور باہمی تعاون پر مبنی ایک پائیدار اور فلاحی معاشرہ قائم کرتا ہے۔

3. سود (ربا) کی حرمت اور اس کے تباہ کن اثرات

سود اسلامی معاشی نظام میں ایک سنگین گناہ اور معاشرتی و معاشی تباہی کا باعث ہے۔ اسلام نے اسے قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے۔

لغوی و اصطلاحی تعریف:

- لغوی: 'ربا' کا لفظ 'ربو' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بڑھنا، زیادہ ہونا، اضافہ ہونا۔
- اصطلاحی: شرعی اصطلاح میں ربا سے مراد کسی قرض پر طے شدہ اضافی رقم کا لین دین ہے، یا بعض مخصوص اشیاء کے باہمی تبادلے میں نقد یا ادھار کی صورت میں نابرابری۔ عام طور پر ربا سے مراد وہ اضافہ ہے جو قرض کی مدت کے عوض لیا جاتا ہے، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔

حرمت:

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

حصہ دوم: درسی کتاب کی حل شدہ خود آزمائی مشق اور اہم امتحانی مختصر سوالات

درسی کتاب کی خود آزمائی مشق کے حل شدہ سوالات (Solved Textbook Exercises)

سوال نمبر 1: اسلامی معیشت کے بنیادی اصولوں کی وضاحت کریں، خصوصاً ملکیت کے تصور اور حلال روزی کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔

اسلامی معیشت ایک جامع نظام ہے جو انسانیت کی فلاح و بہبود، عدل و انصاف اور اخلاقی اقدار پر مبنی ہے۔ یہ نظام مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی ارتقاء کو بھی اہمیت دیتا ہے۔ اس کے بنیادی اصولوں میں سب سے اہم ملکیت کا تصور اور حلال روزی کی اہمیت ہے۔

1. ملکیت کا تصور: اسلام میں ملکیت کا تصور دیگر معاشی نظاموں سے یکسر مختلف ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے تمام کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان صرف اس کا امین اور نائب ہے جسے اللہ نے اپنی دی ہوئی نعمتوں میں تصرف کا اختیار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے" (سورۃ آل عمران: 189)۔ اس تصور کے تحت، انسان کو اپنی ملکیت میں رہتے ہوئے دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا اور معاشرتی فلاح کے لیے کام کرنا ہوتا ہے۔ یہ تصور انسان کو مطلق العنان ملکیت کے بجائے ذمہ دارانہ ملکیت کا درس دیتا ہے، جس سے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور استحصال کا خاتمہ ہوتا ہے۔ انسان جو کچھ بھی کماتا ہے یا جس چیز کا مالک بنتا ہے، وہ درحقیقت اللہ کی عطا کردہ امانت ہے جس کے بارے میں اسے آخرت میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

2. حلال روزی کی اہمیت: اسلام میں حلال روزی کمانا نہ صرف ایک معاشی ضرورت ہے بلکہ ایک عبادت کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ قرآن و سنت میں حلال روزی کمانے پر بہت زور دیا گیا ہے اور حرام ذرائع سے کمائی گئی دولت سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اے لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال اور پاکیزہ ہیں، انہیں کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے" (سورۃ البقرۃ: 168)۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حلال روزی کی تلاش فرض کے بعد ایک اور فرض ہے" (بیہقی)۔

حلال روزی کی اہمیت درج ذیل نکات سے واضح ہوتی ہے:

- عبادت کی قبولیت: حلال روزی عبادت کی قبولیت کی شرط ہے۔ حرام مال سے کی گئی دعا اور صدقہ قبول نہیں ہوتا۔

- روحانی پاکیزگی: حلال روزی انسان کے دل و دماغ کو پاکیزہ رکھتی ہے اور اسے روحانی سکون فراہم کرتی ہے۔
- معاشرتی استحکام: حلال ذرائع سے کمائی گئی دولت معاشرے میں عدل و انصاف اور اعتماد کو فروغ دیتی ہے، جبکہ حرام کمائی معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔
- صحت اور برکت: حلال روزی میں برکت ہوتی ہے اور یہ جسمانی و ذہنی صحت کے لیے بھی بہتر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلامی معیشت ملکیت کے تصور کو اللہ کی امانت قرار دے کر اور حلال روزی کو بنیادی شرط بنا کر ایک ایسے نظام کی بنیاد رکھتی ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کی فلاح کا ضامن ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 2: سرمایہ دارانہ اور اشتراکی معیشت کے مقابلے میں اسلامی معاشی نظام کی برتری کو دلائل سے واضح کریں۔

اسلامی معاشی نظام ایک متوازن اور جامع نظام ہے جو سرمایہ دارانہ اور اشتراکی معیشت کے انتہاؤں کے درمیان ایک معتدل راستہ فراہم کرتا ہے۔ یہ دونوں نظام اپنے اپنے نظریات میں افراط و تفریط کا شکار ہیں، جبکہ اسلامی نظام انسانی فطرت اور معاشرتی ضروریات کے عین مطابق ہے۔

1. سرمایہ دارانہ نظام کی خامیاں اور اسلامی نظام کی برتری: سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) انفرادی ملکیت، آزاد منڈی اور زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول پر زور دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جاتی ہے، طبقاتی تقسیم بڑھتی ہے، اور غریب و امیر کے درمیان خلیج وسیع ہوتی چلی جاتی ہے۔ سود پر مبنی نظام بینکوں اور مالیاتی اداروں کو مضبوط کرتا ہے لیکن عام آدمی کو قرضوں کے بوجھ تلے دبا دیتا ہے۔

اس کے برعکس، اسلامی معاشی نظام انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے لیکن اسے اللہ کی امانت قرار دیتا ہے اور اس پر کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے۔ زکوٰۃ، عشر، صدقات اور وراثت کے قوانین کے ذریعے دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ سود کی حرمت سرمایہ دارانہ استحصال کا سدباب کرتی ہے اور مزارعت، مضاربت جیسے شراکت داری کے اصولوں کو فروغ دیتی ہے جو حقیقی معیشت کو مضبوط کرتے ہیں۔ اسلامی نظام میں منافع کا حصول جائز ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی ذمہ داری اور فلاح کو بھی اہمیت دی جاتی ہے، جس سے دولت کی گردش میں اضافہ ہوتا ہے اور غربت میں کمی آتی ہے۔

2. اشتراکی نظام کی خامیاں اور اسلامی نظام کی برتری: اشتراکی نظام (Socialism/Communism) انفرادی ملکیت کو ختم کر کے تمام وسائل کو ریاست کی ملکیت قرار دیتا ہے۔ اس کا مقصد طبقاتی تفریق کو ختم کرنا اور مساوات قائم کرنا ہے، لیکن عملی طور پر یہ نظام فرد کی آزادی، تخلیقی صلاحیتوں اور محنت کے جذبے کو کچل دیتا ہے۔ ریاست کی مکمل اجارہ داری بیوروکریسی کو فروغ دیتی ہے، بدعنوانی کو جنم دیتی ہے اور معاشی ترقی کو سست کر دیتی ہے۔ انسان کی فطرت میں ملکیت کا جذبہ موجود ہے، جسے اشتراکی نظام نظر انداز کرتا ہے۔

اسلامی معاشی نظام انفرادی ملکیت کو تسلیم کر کے انسان کی فطری خواہشات کا احترام کرتا ہے، لیکن اس پر اخلاقی اور شرعی حدود عائد کرتا ہے۔ یہ نظام فرد کو محنت کرنے اور دولت کمانے کی ترغیب دیتا ہے، لیکن ساتھ ہی اسے معاشرے کے کمزور طبقات کا خیال رکھنے کا پابند بھی بناتا ہے۔ اسلامی نظام میں ریاست کا کردار صرف وسائل پر مکمل کنٹرول نہیں بلکہ عدل و انصاف قائم کرنا، بنیادی ضروریات کو پورا کرنا اور معاشی سرگرمیوں کے لیے سازگار ماحول فراہم کرنا ہے۔ یہ نظام نہ تو سرمایہ دارانہ نظام کی طرح دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کا باعث بنتا ہے اور نہ ہی اشتراکی نظام کی طرح فرد کی آزادی اور تخلیقی صلاحیتوں کو سلب کرتا ہے۔ یہ ایک متوازن نظام ہے جو مادی ترقی اور روحانی فلاح دونوں کو یکجا کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلامی معاشی نظام عدل، مساوات، اخوت اور انسانی فلاح کے اصولوں پر مبنی ہے، جو اسے سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کے مقابلے میں ایک برتر اور پائیدار حل بناتا ہے۔

AIOULIBRARY.COM • AIOU CODE 416 KEY • ALL RIGHTS RESERVED • ACADEMIC HELPING • 0324-5836626

سوال نمبر 3: سود (ربا) کی حرمت اور اس کے معاشی و معاشرتی تباہ کن اثرات پر تفصیلی بحث کریں۔

اسلامی معاشی نظام کی بنیاد سود (ربا) سے پاک لین دین پر ہے۔ سود سے مراد کسی قرض پر اصل رقم کے علاوہ اضافی رقم کا مطالبہ کرنا یا وصول کرنا ہے۔ اسلام نے سود کو قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے اور اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کے مترادف قرار دیا ہے۔

1. سود کی حرمت: قرآن مجید میں سود کی حرمت کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم واقعی مومن ہو (278)۔ اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے" (سورۃ البقرۃ: 278-279)۔

اسی طرح حدیث نبوی ﷺ میں بھی سود کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں" (صحیح مسلم)۔ یہ آیات و احادیث سود کی حرمت اور اس کی سنگینی کو واضح کرتی ہیں۔

2. سود کے معاشی تباہ کن اثرات: سود کا نظام معیشت پر انتہائی منفی اور تباہ کن اثرات مرتب کرتا ہے:

- دولت کی غیر منصفانہ تقسیم: سود دولت کو چند ہاتھوں میں جمع کرتا ہے اور غریبوں کو مزید غریب کرتا ہے۔ امیر مزید امیر ہوتے جاتے ہیں جبکہ مقروض طبقہ قرضوں کے بوجھ تلے دب جاتا ہے۔
- پیداواری سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی: سود کی وجہ سے لوگ محنت اور حقیقی سرمایہ کاری کے بجائے محض قرض دے کر منافع کمانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس سے پیداواری سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں اور معیشت میں جمود آجاتا ہے۔
- افراط زر (Inflation): سود پر مبنی قرضے اکثر حقیقی پیداوار میں اضافے کے بغیر کرنسی کی گردش کو بڑھا دیتے ہیں، جس سے افراط زر پیدا ہوتا ہے اور اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔
- قرضوں کا بوجھ اور دیوالیہ پن: سود کی وجہ سے قرضوں کا بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں افراد، کاروبار اور حتیٰ کہ ریاستیں بھی دیوالیہ ہو جاتی ہیں۔
- معاشی عدم استحکام: سود پر مبنی نظام مالیاتی بحرانوں اور معاشی عدم استحکام کا ایک بڑا سبب ہے۔

3. سود کے معاشرتی تباہ کن اثرات: معاشی اثرات کے ساتھ ساتھ سود معاشرے پر بھی گہرے منفی اثرات ڈالتا ہے:

- استحصال اور ناانصافی: سود کمزور اور ضرورت مند افراد کا استحصال کرتا ہے، جو مجبوری میں سود پر قرض لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔
- بے حسی اور خود غرضی: سود کا نظام معاشرے میں بے حسی، خود غرضی اور مادی پرستی کو فروغ دیتا ہے، جہاں لوگ دوسروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔
- معاشرتی تعلقات میں بگاڑ: سود کے لین دین سے لوگوں کے درمیان اعتماد اور ہمدردی کے رشتے کمزور پڑتے ہیں اور تنازعات بڑھتے ہیں۔
- اخلاقی انحطاط: سود اخلاقی اقدار کو پامال کرتا ہے اور معاشرے میں بدعنوانی اور بے ایمانی کو فروغ دیتا ہے۔

اسلامی نظام سود کے بجائے مضاربت، مشارکہ، مرابحہ جیسے حلال طریقوں کو فروغ دیتا ہے جو حقیقی معیشت کو مضبوط کرتے ہیں اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 4: زکوٰۃ، عشر، صدقات اور وقف کے معاشی کردار اور معاشرتی فوائد پر جامع نوٹ لکھیں۔

اسلامی معاشی نظام میں زکوٰۃ، عشر، صدقات اور وقف جیسے مالیاتی ادارے دولت کی منصفانہ تقسیم، غربت کے خاتمے اور معاشرتی فلاح و بہبود کے لیے کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ تمام نظام اسلامی شریعت کا حصہ ہیں اور ان کے ذریعے معاشرتی عدل و انصاف کو فروغ دیا جاتا ہے۔

1. زکوٰۃ: زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن اور لازمی مالیاتی فریضہ ہے۔ یہ صاحب نصاب مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے مال کا ایک مخصوص حصہ (عموماً 2.5٪) سالانہ بنیادوں پر مستحقین کو ادا کریں۔

- معاشی کردار: زکوٰۃ دولت کی گردش کو یقینی بناتی ہے اور اسے چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکتی ہے۔ یہ غریبوں، مسکینوں، قرض داروں اور دیگر مستحقین کی مالی امداد کرتی ہے، جس سے ان کی قوت خرید بڑھتی ہے اور معاشی سرگرمیاں تیز ہوتی ہیں۔ یہ غربت کے خاتمے اور معاشی عدم مساوات کو کم کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔
- معاشرتی فوائد: زکوٰۃ معاشرے میں اخوت، ہمدردی اور باہمی تعاون کو فروغ دیتی ہے۔ یہ امیر اور غریب کے درمیان خلیج کو کم کرتی ہے، حسد اور بغض کا خاتمہ کرتی ہے اور معاشرتی استحکام پیدا کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا سماجی تحفظ کا نظام ہے جو کسی کو بھی بنیادی ضروریات سے محروم نہیں رہنے دیتا۔

2. عشر: عشر زرعی پیداوار پر واجب ہونے والی زکوٰۃ ہے۔ یہ زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ (بارانی زمین) یا بیسواں حصہ (آبیاری والی زمین) ہوتا ہے جو مستحقین کو دیا جاتا ہے۔

- معاشی کردار: عشر زرعی شعبے میں دولت کی تقسیم کو یقینی بناتا ہے اور کسانوں کو اپنی پیداوار میں سے حصہ دینے کا پابند کرتا ہے۔ یہ دیہی علاقوں میں غربت کے خاتمے اور زرعی معیشت کو متحرک کرنے میں مدد دیتا ہے۔
- معاشرتی فوائد: عشر دیہی معاشرے میں بھائی چارے اور تعاون کو فروغ دیتا ہے، اور کسانوں کو اپنی فصلوں میں اللہ کی برکت کا احساس دلاتا ہے۔

3. صدقات: صدقات عام عطیات اور خیرات ہیں جو فرض نہیں بلکہ رضاکارانہ طور پر اللہ کی رضا کے لیے دیے جاتے ہیں۔ ان میں صدقہ فطر، نفلی صدقات اور خیرات شامل ہیں۔

- معاشی کردار: صدقات معیشت میں اضافی سرمائے کی گردش کو فروغ دیتے ہیں جو ضرورت مندوں کی مدد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ ہنگامی حالات میں اور سماجی منصوبوں کے لیے مالی وسائل فراہم کرتے ہیں۔

- معاشرتی فوائد: صدقات معاشرے میں سخاوت، ایثار اور ہمدردی کے جذبات کو پروان چڑھاتے ہیں۔ یہ لوگوں کے درمیان محبت اور قربت پیدا کرتے ہیں اور معاشرتی تعلقات کو مضبوط بناتے ہیں۔

4. وقف: وقف سے مراد کسی جائیداد یا مال کو اللہ کی راہ میں مستقل طور پر وقف کر دینا ہے تاکہ اس کی آمدنی سے فلاحی کام کیے جا سکیں۔ مثلاً مساجد، مدارس، ہسپتال، کنویں، پل وغیرہ بنانا۔

- معاشی کردار: وقف طویل مدتی فلاحی منصوبوں کے لیے پائیدار مالی وسائل فراہم کرتا ہے۔ یہ تعلیم، صحت اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے، جو بالواسطہ طور پر معاشی ترقی کا باعث بنتا ہے۔ وقف کے ذریعے ایسے منصوبے چلائے جاتے ہیں جن سے نسل در نسل لوگ مستفید ہوتے ہیں۔
- معاشرتی فوائد: وقف معاشرے میں تعلیم، صحت اور دیگر سماجی خدمات کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے۔ یہ معاشرتی ترقی اور خوشحالی میں معاون ہوتا ہے اور لوگوں کو مستقل صدقہ جاریہ کا موقع فراہم کرتا ہے۔

مجموعی طور پر، یہ تمام مالیاتی ادارے اسلامی معیشت کو ایک انسانی اور عدالتی نظام بناتے ہیں جو نہ صرف مادی ضروریات پوری کرتا ہے بلکہ روحانی اور اخلاقی اقدار کو بھی فروغ دیتا ہے۔

سوال نمبر 5: اسلامی قانونِ وراثت کے بنیادی اصولوں اور اس کے معاشی و معاشرتی حکمتوں کو بیان کریں۔

اسلامی قانونِ وراثت جسے "علم الفرائض" بھی کہا جاتا ہے، ایک نہایت منظم، جامع اور عادلانہ نظام ہے جو کسی شخص کی وفات کے بعد اس کے ترکہ (جائیداد) کی تقسیم کے اصول و ضوابط کا تعین کرتا ہے۔ یہ نظام قرآن و سنت کی واضح ہدایات پر مبنی ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔

1. بنیادی اصول: اسلامی قانونِ وراثت کے چند اہم بنیادی اصول درج ذیل ہیں:

- قرآنی احکامات کی پابندی: وراثت کے اکثر احکامات سورۃ النساء میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں، جو کہ قطعی اور غیر متغیر ہیں۔ مثلاً اولاد، والدین اور زوجین کے حصے متعین ہیں۔
- میت کے حقوق کی ادائیگی: ترکہ کی تقسیم سے پہلے میت کے کفن دفن کے اخراجات، قرضوں کی ادائیگی اور وصیت (جو کہ کل ترکہ کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو) کو پورا کرنا ضروری ہے۔
- مستحقین کا تعین: وراثت کے مستحقین میں اولاد (بیٹے، بیٹیاں)، والدین (باپ، ماں)، زوجین (بیوی، شوہر) اور دیگر رشتہ دار شامل ہوتے ہیں، جن کے حصے شریعت نے مقرر کیے ہیں۔
- مرد اور عورت کے حصے: عام طور پر بیٹے کا حصہ بیٹی کے حصے سے دوگنا ہوتا ہے (لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ)۔ یہ فرق مرد کی مالی ذمہ داریوں (نان و نفقہ، مہر، وغیرہ) کی وجہ سے ہے، نہ کہ عورت کی کمتری کی وجہ سے۔
- عدل و انصاف: یہ نظام مکمل عدل و انصاف پر مبنی ہے اور کسی بھی وارث کے حق کو پامال نہیں کرتا۔

2. معاشی حکمتیں: اسلامی قانونِ وراثت کی معاشی حکمتیں بہت گہری ہیں:

- دولت کی تقسیم اور ارتکاز کی روک تھام: یہ نظام دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکتا ہے اور اسے نسل در نسل مختلف افراد میں تقسیم کرتا رہتا ہے۔ اس سے معاشی ناہمواری کم ہوتی ہے اور دولت کی گردش میں اضافہ ہوتا ہے۔
- سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی: چونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد اس کی دولت تقسیم ہو جائے گی، اس لیے وہ اپنی زندگی میں اسے زیادہ سے زیادہ استعمال کرنے اور مزید سرمایہ کاری کرنے کی ترغیب پاتا ہے، جس سے معاشی سرگرمیاں بڑھتی ہیں۔
- غربت میں کمی: وراثت کے ذریعے غریب رشتہ داروں کو بھی مال ملتا ہے، جس سے ان کی مالی حالت بہتر ہوتی ہے اور غربت میں کمی آتی ہے۔

- معاشی استحکام: یہ نظام معاشی استحکام کو فروغ دیتا ہے کیونکہ یہ دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتا ہے اور معاشی بحرانوں کے امکانات کو کم کرتا ہے۔

3. معاشرتی حکمتیں: وراثت کے اسلامی قوانین کے معاشرتی فوائد بھی بے شمار ہیں:

- خاندانی تعلقات کا استحکام: یہ نظام خاندانی تعلقات کو مضبوط کرتا ہے کیونکہ تمام قریبی رشتہ داروں کو وراثت میں حصہ ملتا ہے، جس سے باہمی محبت اور تعاون بڑھتا ہے۔
- تنازعات کا خاتمہ: چونکہ حصص شریعت نے متعین کر دیے ہیں، اس لیے وراثت کی تقسیم پر ہونے والے خاندانی تنازعات اور جھگڑوں کا امکان کم ہو جاتا ہے۔
- سماجی تحفظ: یہ نظام معاشرے کے کمزور طبقات (جیسے بیوہ، یتیم، معذور) کو مالی تحفظ فراہم کرتا ہے، جو کہ سماجی تحفظ کا ایک اہم ستون ہے۔
- اخلاقی اقدار کا فروغ: یہ نظام انسان کو اپنی زندگی میں دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے اور عدل و انصاف پر مبنی رویہ اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلامی قانونِ وراثت ایک ایسا مکمل اور عادلانہ نظام ہے جو نہ صرف دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتا ہے بلکہ معاشرتی استحکام اور خاندانی ہم آہنگی کو بھی فروغ دیتا ہے۔

سوال نمبر 6: اسلامی تجارتی اخلاقیات کے اہم پہلوؤں کی وضاحت کریں، خصوصاً ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ اور جھوٹی قسموں کی ممانعت پر روشنی ڈالیں۔

اسلامی تجارتی اخلاقیات کا مقصد ایک ایسے معاشی نظام کی بنیاد رکھنا ہے جو عدل، انصاف، ایمانداری اور باہمی اعتماد پر قائم ہو۔ یہ اخلاقیات نہ صرف فرد کی کامیابی بلکہ پورے معاشرے کی فلاح و بہبود کی ضامن ہیں۔ قرآن و سنت میں تجارتی معاملات میں شفافیت اور دیانت داری پر بہت زور دیا گیا ہے اور بعض برائیوں سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

1. ناپ تول میں کمی کی ممانعت: ناپ تول میں کمی کرنا ایک سنگین گناہ اور معاشرتی استحصال ہے۔ قرآن مجید میں اس کی سخت مذمت کی گئی ہے اور اسے ہلاکت کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ المطففین میں ارشاد ہے: "ہلاکت ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے، جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں، اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں" (المطففین: 1-3)۔ اسی طرح قوم شعیب علیہ السلام کو اسی گناہ کی وجہ سے تباہ کیا گیا تھا۔ یہ ممانعت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ خریدار کو اس کے پورے پیسے کا پورا سامان ملے اور بازار میں اعتماد کا ماحول قائم ہو۔

2. ذخیرہ اندوزی (Hoarding) کی ممانعت: ذخیرہ اندوزی سے مراد اشیائے ضرورت کو اس نیت سے روک لینا ہے کہ جب بازار میں قلت پیدا ہو تو انہیں مہنگے داموں فروخت کیا جا سکے۔ اسلام نے اسے سختی سے منع کیا ہے کیونکہ یہ معاشرتی استحصال اور عام لوگوں کے لیے مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص (ضرورت کی اشیاء) ذخیرہ اندوزی کرتا ہے وہ گناہ گار ہے" (صحیح مسلم)۔ ذخیرہ اندوزی سے بازار میں مصنوعی قلت پیدا ہوتی ہے، قیمتیں بڑھتی ہیں اور غریبوں کی مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسلامی نظام میں تجارت جائز ہے لیکن اس میں دوسروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانا حرام ہے۔

3. ملاوٹ کی ممانعت: اشیاء میں ملاوٹ کرنا، یعنی کسی عمدہ چیز میں گھٹیا چیز ملا کر اسے اصل کے طور پر فروخت کرنا، اسلامی تجارتی اخلاقیات کے خلاف ہے۔ یہ دھوکہ دہی اور فریب ہے جو خریدار کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ بازار سے گزرے تو ایک غلے کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو اندر گیلا پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کیا ہے؟" اس نے کہا: "یا رسول اللہ! بارش ہو گئی تھی"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے اسے اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ دیکھ لیتے؟ جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں" (صحیح مسلم)۔ یہ حدیث ملاوٹ اور دھوکہ دہی کی حرمت کو واضح کرتی ہے۔

4. جھوٹی قسموں کی ممانعت: تجارتی معاملات میں اپنے مال کو زیادہ قیمت پر فروخت کرنے یا خریدار کو راضی کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھانا ایک بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جھوٹی قسم مال کو تو رواج دے دیتی ہے لیکن برکت کو مٹا دیتی ہے" (صحیح بخاری)۔ جھوٹی قسمیں نہ صرف اللہ کی ناراضگی کا باعث بنتی ہیں بلکہ معاشرے میں بے اعتمادی اور بدگمانی کو بھی فروغ دیتی ہیں۔ اسلامی تجارت ایمانداری اور سچائی پر مبنی ہونی چاہیے۔

ان تمام ممانعتوں کا مقصد ایک ایسے معاشی ماحول کو فروغ دینا ہے جہاں ہر فرد کو اس کا حق ملے، دھوکہ دہی اور استحصال کا خاتمہ ہو، اور معاشرتی عدل و انصاف قائم ہو۔ اسلامی تجارتی اخلاقیات صرف قانونی پابندیاں نہیں بلکہ ایمان کا حصہ ہیں جو تاجر کو اللہ کے خوف اور آخرت کی جواب دہی کا احساس دلاتی ہیں۔

امتحانی اہم مختصر سوالات و جوابات (High-Yield Short Questions)

مختصر سوال 1: ملکیت کے اسلامی تصور کی وضاحت کریں۔

اسلام میں ملکیت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان صرف اس کا امین اور نائب ہے۔ انسان کو جو مال و دولت ملتی ہے، وہ اللہ کی عطا کردہ امانت ہے جس میں اسے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے تصرف کا اختیار ہے۔ یہ تصور انسان کو ذمہ دارانہ ملکیت کا درس دیتا ہے، جہاں اسے اپنی ملکیت میں دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا ہوتا ہے اور اسے معاشرتی فلاح کے لیے استعمال کرنا ہوتا ہے۔ یہ مطلق العنان ملکیت کے بجائے ایک اخلاقی اور ذمہ دارانہ ملکیت کا نظام ہے۔

مختصر سوال 2: حلال روزی کمانے کی اہمیت کیا ہے؟

اسلام میں حلال روزی کمانا نہ صرف ایک معاشی ضرورت ہے بلکہ ایک عبادت کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ یہ انسان کے ایمان کا حصہ ہے اور اس کی روحانی پاکیزگی کے لیے ضروری ہے۔ حلال روزی سے کمائی گئی دولت میں برکت ہوتی ہے اور یہ عبادتوں کی قبولیت کی شرط ہے۔ حرام روزی سے انسان کے دل و دماغ پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حلال روزی کی تلاش کو فرض کے بعد ایک اور فرض قرار دیا ہے۔

مختصر سوال 3: اسلامی معیشت سرمایہ دارانہ نظام سے کیسے مختلف ہے؟

اسلامی معیشت سرمایہ دارانہ نظام سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام انفرادی منافع اور آزاد منڈی پر زور دیتا ہے، جس سے دولت کا ارتکاز ہوتا ہے اور طبقاتی تقسیم بڑھتی ہے۔ جبکہ اسلامی نظام انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے لیکن اسے اللہ کی امانت قرار دیتا ہے اور اس پر اخلاقی و شرعی پابندیاں عائد کرتا ہے۔ یہ زکوٰۃ، وراثت اور سود کی حرمت کے ذریعے دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتا ہے، اور معاشرتی فلاح و بہبود کو مادی ترقی پر فوقیت دیتا ہے۔

مختصر سوال 4: سود (ربا) کی حرمت کے دو اہم دلائل بیان کریں۔

سود کی حرمت کے دو اہم دلائل درج ذیل ہیں:

1. قرآنی دلیل: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سود کو قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے اور سود خوروں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جنگ کا اعلان کیا ہے (سورۃ البقرۃ: 278-279)۔
2. حدیثی دلیل: رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں (صحیح مسلم)۔ یہ دلائل سود کی سنگینی اور اس کی مکمل حرمت کو واضح کرتے ہیں۔

مختصر سوال 5: زکوٰۃ کا معاشی کردار کیا ہے؟

زکوٰۃ اسلامی معیشت میں دولت کی منصفانہ تقسیم کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہ دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکتی ہے اور اسے معاشرے کے مستحق طبقات (غریبوں، مسکینوں، قرض داروں) تک پہنچاتی ہے۔ اس سے ان کی قوت خرید بڑھتی ہے، معاشی سرگرمیاں تیز ہوتی ہیں اور غربت میں کمی آتی ہے۔ زکوٰۃ ایک ایسا سماجی تحفظ کا نظام ہے جو معاشی عدم مساوات کو کم کرتا ہے اور معاشرتی استحکام کو فروغ دیتا ہے۔

مختصر سوال 6: عشر اور صدقات میں کیا فرق ہے؟

عشر اور صدقات دونوں مالی عبادات ہیں لیکن ان میں فرق ہے۔ عشر زرعی پیداوار پر واجب ہونے والی زکوٰۃ ہے، جو زمین کی پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ ہوتا ہے اور یہ فرض ہے۔ جبکہ صدقات عام عطیات اور خیرات ہیں جو رضاکارانہ طور پر اللہ کی رضا کے لیے دیے جاتے ہیں، جیسے صدقہ فطر یا نفلی صدقات۔ عشر مخصوص قسم کے مال (زرعی پیداوار) پر فرض ہے، جبکہ صدقات عام طور پر کسی بھی مال سے دیے جاسکتے ہیں اور وہ نفلی ہوتے ہیں۔

مختصر

حصہ سوم: امتحانی 20 نمبر والے تفصیلی سوالات و جوابات (Mark Exam Standard-20)

سوال نمبر 1: اسلامی معیشت کے بنیادی اصول اور اس کی سرمایہ دارانہ و اشتراکی معیشتوں پر برتری کا تفصیلی جائزہ پیش کریں۔

تمہید: انسانی زندگی کا ایک اہم پہلو معیشت ہے، جس کے بغیر معاشرتی استحکام اور فلاح و بہبود کا تصور ناممکن ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات عطا کیا ہے، جس میں معاشی نظام کو بھی خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ اسلامی معیشت کے اصول نہ صرف دنیاوی فلاح کا باعث بنتے ہیں بلکہ آخرت کی کامیابی کی ضمانت بھی فراہم کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام اپنی فطرت میں نقائص رکھتے ہیں اور معاشرتی ناہمواریوں کو جنم دیتے ہیں۔

1. اسلامی معیشت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لغوی مفہوم: 'معیشت' عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے زندگی گزارنے کا ذریعہ، روزگار، معاشرہ اور زندگی۔ اصطلاحی طور پر، اسلامی معیشت سے مراد وہ نظام ہے جو قرآنی احکامات، سنت رسول اللہ ﷺ اور اسلامی فقہ کی روشنی میں تشکیل دیا گیا ہو۔ اس کا مقصد معاشرے میں عدل و انصاف، مساوات اور فلاح کو قائم کرنا ہے۔

2. اسلامی معیشت کے بنیادی اصول

اسلامی معیشت کے کئی بنیادی اصول ہیں جن پر یہ نظام استوار ہے۔ ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

2.1. ملکیت کا تصور (Concept of Ownership)

اسلام میں ملکیت کے دو اہم پہلو ہیں: حقیقی ملکیت اور مجازی ملکیت۔ حقیقی ملکیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ انسانوں کو جو کچھ عطا کیا گیا ہے وہ اللہ کی طرف سے ایک امانت ہے، اور انہیں اس کے استعمال میں اللہ کے احکامات کی پابندی کرنی ہوگی۔ مجازی ملکیت سے مراد وہ حق ہے جو انسان کو کسی چیز پر شریعت کی حدود میں حاصل ہوتا ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

قرآنی آیت: "اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی میں فضیلت دی ہے۔" (النحل: 71)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگ تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں: گھاس، پانی اور آگ۔" (سنن ابن ماجہ)

2.2. حلال روزی کی اہمیت (Importance of Halal Earning)

اسلام میں روزی کمانے کے ذرائع کا حلال ہونا انتہائی ضروری ہے۔ حرام ذرائع سے کمائی گئی دولت نہ صرف دنیا میں وبال بنتی ہے بلکہ آخرت میں بھی سخت سزا کا باعث بنتی ہے۔ حلال روزی سے حاصل شدہ رزق میں برکت ہوتی ہے اور وہ انسان کو اللہ کا مقرب بناتا ہے۔

قرآنی آیت: "اے لوگو! زمین میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" (البقرہ: 168)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ جسم جو حرام مال سے پلے، وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔" (ترمذی)

3. سرمایہ دارانہ معیشت کا تجزیہ

سرمایہ دارانہ نظام انفرادی ملکیت، آزاد منڈی اور منافع کے حصول پر مبنی ہے۔ اس میں وسائل کی تقسیم کا انحصار طلب و رسد پر ہوتا ہے۔

3.1. خامیاں:

- سرمایہ داری کا ارتکاز: دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے، جس سے طبقاتی کشمکش بڑھتی ہے۔
- استحصال: مزدوروں کا استحصال عام ہے۔
- اخلاقی اقدار کا فقدان: منافع کی ہوس میں اخلاقیات کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔
- معاشی عدم استحکام: بوم اور بسٹ (Boom and Bust) کے چکر سے گزرتا ہے۔

4. اشتراکی معیشت کا تجزیہ

اشتراکی نظام میں تمام وسائل پر ریاست کی ملکیت ہوتی ہے اور پیداوار و تقسیم کا مکمل کنٹرول ریاست کے پاس ہوتا ہے۔ اس کا مقصد طبقاتی امتیاز کو ختم کرنا ہے۔

4.1. خامیاں:

- فرد کی آزادی کا سلب ہونا: انفرادی پہل اور آزادی محدود ہو جاتی ہے۔
- ناقص منصوبہ بندی: مرکزی منصوبہ بندی اکثر ناکام رہتی ہے۔
- کفایت شعاری کا فقدان: ذاتی ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے وسائل کا ضیاع ہوتا ہے۔
- مادی ترغیب کی کمی: محنت کی مناسب قدر نہ ملنے سے پیداواری صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔

5. اسلامی معیشت کی برتری

اسلامی معیشت ان دونوں نظاموں کی خامیوں کو دور کرتی ہے اور ایک متوازن و منصفانہ نظام پیش کرتی ہے۔

5.1. عدل و احسان پر مبنی:

اسلامی معیشت عدل و احسان کے اصولوں پر قائم ہے۔ یہ انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتی ہے لیکن اس پر معاشرتی ذمہ داریاں عائد کرتی ہے۔

قرآنی آیت: "اور وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔" (التوبہ: 34)

5.2. استحصال کا خاتمہ:

اسلام سود کو سختی سے منع کرتا ہے اور زکوٰۃ و صدقات کے ذریعے دولت کی گردش کو یقینی بناتا ہے، جس سے غریبوں کا استحصال ختم ہوتا ہے۔

قرآنی آیت: "اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام۔" (البقرہ: 275)

5.3. طبقاتی ہم آہنگی:

اسلامی معیشت میں زکوٰۃ، عشر اور دیگر مالیاتی نظاموں کے ذریعے امیر اور غریب کے درمیان فاصلہ کم کیا جاتا ہے، جس سے طبقاتی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔

5.4. فرد کی آزادی اور معاشرتی ذمہ داری کا توازن:

اسلام فرد کو معاشی سرگرمیوں کی آزادی دیتا ہے، لیکن اس پر معاشرتی ذمہ داریاں بھی عائد کرتا ہے تاکہ وہ اپنی ذات کے ساتھ ساتھ معاشرے کی فلاح کا بھی خیال رکھے۔

5.5. اخلاقی اقدار کا تحفظ:

اسلامی معیشت میں اخلاقیات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ناپ تول میں کمی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی اور جھوٹی قسموں سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

6. قرآنی آیات اور احادیث کے دلائل

اسلامی معیشت کے اصولوں کی تائید میں قرآن و سنت میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔

6.1. قرآنی دلائل:

- ملکیت: "اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی میں فضیلت دی ہے۔" (النحل: 71)
- حلال و حرام: "اے لوگو! زمین میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ..." (البقرہ: 168)
- سود کی حرمت: "اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام۔" (البقرہ: 275)
- زکوٰۃ کا حکم: "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو..." (البقرہ: 43)

6.2. احادیث کے دلائل:

- حرام سے بچنا: "وہ جسم جو حرام مال سے پلے، وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔" (ترمذی)
- ناپ تول میں کمی: "جو ناپ تول میں کمی کرتا ہے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (مسلم)
- ذخیرہ اندوزی: "ذخیرہ اندوز بدترین شخص ہے۔" (مسلم)

- معاملات میں صداقت: "سچا سوداگر اللہ کے نزدیک صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔" (ترمذی)

7. عملی و اخلاقی تطبیق

اسلامی معیشت کے اصولوں کو عملی زندگی میں اپنانے سے معاشرے میں خوشحالی، امن اور اخلاقی اقدار کو فروغ ملتا ہے۔ حلال روزی کمانا، سود سے بچنا، زکوٰۃ ادا کرنا، اور تجارتی معاملات میں دیانت داری اختیار کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

8. حاصلِ کلام / نتیجہ بحث

اسلامی معیشت ایک جامع اور متوازن نظام ہے جو فرد اور معاشرے کی فلاح کو یقینی بناتا ہے۔ یہ سرمایہ دارانہ نظام کی انفرادی ہوس اور اشتراکی نظام کی فرد کی آزادی کو سلب کرنے والی خصوصیات سے پاک ہے۔ اس کے بنیادی اصول، جن میں ملکیت کا درست تصور، حلال روزی کی اہمیت، سود کی حرمت، اور زکوٰۃ و صدقات کا نظام شامل ہیں، معاشرے میں عدل و انصاف اور مساوات قائم کرتے ہیں۔ تجارتی اخلاقیات پر زور دے کر یہ نظام ایک پرامن اور خوشحال معاشرہ تعمیر کرتا ہے۔

سوال نمبر 2: سود (ربا) کی حرمت، اس کے معاشی و معاشرتی اثرات اور اسلامی معیشت میں اس کے متبادل پر تفصیلی بحث کریں۔

تمہید: سود، جسے عربی میں 'ربا' کہا جاتا ہے، اسلامی معیشت کا ایک انتہائی حساس اور اہم موضوع ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ میں اس کی حرمت کو سختی سے بیان کیا گیا ہے۔ سود کی لعنت نہ صرف فرد کی آخرت کو برباد کرتی ہے بلکہ معاشرے میں معاشی ناہمواری، ظلم اور بدامنی کا باعث بھی بنتی ہے۔ اس سوال میں ہم سود کی حرمت، اس کے تباہ کن اثرات اور اسلامی معیشت میں اس کے متبادل پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

1. سود کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لغوی مفہوم: 'ربا' کے لغوی معنی ہیں زیادتی، اضافہ، یا بلند ہونا۔

اصطلاحی مفہوم: فقہی اصطلاح میں ربا سے مراد وہ زائد رقم ہے جو قرض کی صورت میں اصل رقم کے ساتھ مشروط ہو۔ یعنی، قرض دیتے وقت اصل رقم سے زیادہ رقم کی واپسی کا مطالبہ کرنا ربا کہلاتا ہے۔ اس کی دو بڑی اقسام ہیں: ربا الدّین (قرض میں زیادتی) اور ربا الفضل (اشیاء کے تبادلے میں زیادتی، جیسے سونے

کے بدلے زیادہ سونا لینا۔)

2. سود کی حرمت کے قرآنی دلائل

قرآن مجید میں سود کی حرمت کو متعدد مقامات پر واضح اور شدت سے بیان کیا گیا ہے۔

قرآنی آیت (البقرہ: 275): "جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن ایسے کھڑے ہوں گے جیسے کسی کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید و فروخت بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ پس جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ پہلے گزر چکا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور جو پھر (یہی کام) کرے گا تو وہ جہنم والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

قرآنی آیت (البقرہ: 278-279): "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔ پس اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہاری اصل رقمیں تمہارے لیے ہیں۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔"

قرآنی آیت (آل عمران: 130): "اے ایمان والو! سود کو دوگنا چوگنا کر کے مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پا سکو۔"

3. سود کی حرمت کے احادیث کے دلائل

رسول اللہ ﷺ نے اپنی متعدد احادیث میں سود کی حرمت اور اس کے مرتکب ہونے والوں کے لیے سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

حدیث (صحیح مسلم): حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے۔

حدیث (ترمذی): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس علاقے میں زنا اور سود عام ہو جائے، تو وہ لوگ اللہ کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔"

حدیث (مسلم): رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: "سن لو! جاہلیت کے تمام سود آج میرے ان قدموں تلے ہیں۔ اور سب سے پہلا سود جسے میں ختم کرتا ہوں، وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے۔" (یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سود کا خاتمہ اسلامی نظام کا لازمی حصہ ہے)

4. سود کے معاشی اثرات

سود کا نظام معیشت پر گہرے اور منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔

4.1. دولت کا ارتکاز:

سود کی وجہ سے دولت امیروں سے غریبوں کی طرف نہیں بلکہ غریبوں سے امیروں کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ اس سے دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے اور معاشرے میں معاشی ناہمواری بڑھ جاتی ہے۔

4.2. پیداواری سرگرمیوں میں کمی:

جب سرمایہ دار سود پر مبنی قرضوں سے اپنے کاروبار چلاتے ہیں، تو ان کا اصل مقصد حقیقی پیداوار کے بجائے صرف سود کمانا بن جاتا ہے۔ اس سے حقیقی معاشی ترقی متاثر ہوتی ہے۔

4.3. افراطِ زر اور کساد بازاری:

سود پر مبنی مالیاتی نظام اکثر افراطِ زر (Inflation) اور کساد بازاری (Recession) کا باعث بنتا ہے۔ شرح سود میں اضافے سے اشیاء کی قیمتیں بڑھتی ہیں اور قرضے مہنگے ہونے سے کاروبار متاثر ہوتے ہیں۔

4.4. قرضوں کا بوجھ:

سود کی شرح بڑھنے سے افراد اور ممالک پر قرضوں کا بوجھ ناقابل برداشت ہو جاتا ہے، جس سے وہ معاشی طور پر کمزور ہو جاتے ہیں۔

5. سود کے معاشرتی اثرات

سود صرف معیشت ہی کو نہیں بلکہ معاشرے کی اخلاقی اور سماجی ساخت کو بھی متاثر کرتا ہے۔

5.1. طبقاتی کشمکش میں اضافہ:

امیر اور غریب کے درمیان خلیج وسیع ہونے سے معاشرے میں طبقاتی کشمکش اور نفرت بڑھتی ہے۔

5.2. اخلاقی پستی:

سود خوری کو اسلام نے ایک جرم قرار دیا ہے اور اس کے مرتکب کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جنگ کا اعلان سنایا گیا ہے۔ یہ اخلاقی پستی کا باعث بنتا ہے۔

5.3. بے روزگاری میں اضافہ:

جب کاروبار سود کی وجہ سے متاثر ہوتے ہیں تو وہ نئے روزگار پیدا کرنے کے بجائے موجودہ ملازمین کو فارغ کر دیتے ہیں۔

5.4. غربت اور افلاس میں اضافہ:

سود کی وجہ سے غریب لوگ مزید غریب ہوتے جاتے ہیں کیونکہ ان پر قرضوں کا بوجھ بڑھتا جاتا ہے اور ان کی کمائی کا ایک بڑا حصہ سود کی مد میں چلا جاتا ہے۔

6. اسلامی معیشت میں سود کے متبادل

اسلام نے سود کی حرمت کے ساتھ ساتھ ایسے متبادل نظام بھی پیش کیے ہیں جو معاشی سرگرمیوں کو فروغ دیتے ہیں اور عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔

6.1. مضاربہ (Mudarabah):

یہ ایک شراکت داری کا نظام ہے جس میں ایک فریق (رب المال) سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا فریق (مضارب) اپنی محنت اور مہارت سے کاروبار چلاتا ہے۔ منافع کو طے شدہ تناسب سے تقسیم کیا جاتا ہے، اور نقصان کی صورت میں رب المال کا سرمایہ ڈوبتا ہے جبکہ مضارب کی محنت ضائع ہو جاتی ہے۔

6.2. مشارکہ (Musharakah):

یہ شراکت داری کی ایک اور صورت ہے جس میں دونوں فریق سرمایہ اور محنت دونوں میں حصہ لیتے ہیں۔ منافع اور نقصان کو طے شدہ تناسب سے تقسیم کیا جاتا ہے۔

6.3. مرابحہ (Murabahah):

اس میں بینک یا مالیاتی ادارہ کسی چیز کو خرید کر اس پر کچھ منافع (جو پہلے سے طے شدہ ہوتا ہے) شامل کر کے گاہک کو ادھار پر فروخت کر دیتا ہے۔ اس میں اصل قیمت اور منافع واضح ہوتا ہے۔

6.4. اجارہ (Ijarah):

یہ لیزنگ کا نظام ہے، جس میں کسی اثاثے (جیسے مشینری یا عمارت) کو کرائے پر دیا جاتا ہے۔

6.5. قرضِ حسنہ (Qard Hasan):

یہ بلاسود قرض ہے جو ضرورت مندوں کی مدد کے لیے دیا جاتا ہے۔ اس میں صرف اصل رقم کی واپسی ہوتی ہے۔

7. اسلامی مالیاتی اداروں کا کردار

آج کل اسلامی بینک اور مالیاتی ادارے ان متبادل نظاموں کو بروئے کار لا کر سود سے پاک معاشی سرگرمیوں کو فروغ دے رہے ہیں۔ یہ ادارے مضاربہ، مشارکہ، مرابحہ اور اجارہ جیسی تکنیکوں کے ذریعے سرمایہ کاری اور فنانسنگ کی سہولیات فراہم کرتے ہیں۔

8. عملی و اخلاقی تطبیق

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ سود کے لین دین سے مکمل طور پر اجتناب کرے۔ اپنی ضروریات کے لیے اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں سے رجوع کرے اور تجارت و کاروبار میں اسلامی اصولوں کو اپنائے۔ سود سے بچنا صرف ایک معاشی حکم نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور ایمانی فریضہ ہے۔

9. حاصلِ کلام / نتیجہ بحث

سود (ربا) ایک ایسا لعنتی نظام ہے جو معیشت کو تباہ کر دیتا ہے، معاشرے میں ناہمواری اور ظلم کو فروغ دیتا ہے، اور فرد کو اللہ کے عذاب کا مستحق بناتا ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ اس کی حرمت کو سختی سے بیان کرتی ہیں۔ اسلامی معیشت نے سود کے بجائے مضاربہ، مشارکہ، مرابحہ اور قرضِ حسنہ

جیسے منصفانہ اور اخلاقی متبادل پیش کیے ہیں، جو حقیقی معاشی ترقی، عدل و انصاف اور معاشرتی فلاح کو یقینی بناتے ہیں۔ سود سے پاک معیشت کا قیام ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

سوال نمبر 3: زکوٰۃ، عشر، صدقات اور وقف کے معاشی و معاشرتی کردار کو اسلامی نقطہ نظر سے تفصیلی طور پر بیان کریں۔

تمہید: اسلامی معیشت کا ایک اہم ستون مالیاتی نظام ہے جو صرف نفع کمانے پر مبنی نہیں بلکہ معاشرتی فلاح اور عدل و انصاف کے قیام پر زور دیتا ہے۔ زکوٰۃ، عشر، صدقات اور وقف جیسے مالیاتی ادارے اس نظام کے لازمی اجزاء ہیں۔ یہ نہ صرف غریبوں کی مدد کرتے ہیں بلکہ دولت کی گردش کو بھی یقینی بناتے ہیں اور معاشرے میں ہمدردی و بھائی چارے کو فروغ دیتے ہیں۔ اس سوال میں ہم ان کے معاشی و معاشرتی کردار کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

1. زکوٰۃ کا مفہوم اور اہمیت

مفہوم: زکوٰۃ عربی زبان میں 'پاکیزگی'، 'بڑھوتری' اور 'نماء' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاحاً، زکوٰۃ ایک فرض مالی عبادت ہے جو مسلمانوں پر ان کی مخصوص نصاب سے زائد مال پر سالانہ ادا کی جاتی ہے۔

فرضیت: زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ اس کی فرضیت قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

قرآنی آیت: "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔" (البقرہ: 43)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔" (بخاری و مسلم)

2. زکوٰۃ کے معاشی کردار

2.1. غربت کا خاتمہ:

زکوٰۃ کا بنیادی مقصد معاشرے کے غریب اور مستحق افراد کی مالی مدد کرنا ہے۔ اس سے ان کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور وہ خود کفیل بننے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

2.2. دولت کی گردش میں اضافہ:

زکوٰۃ کی ادائیگی سے مالداروں کے پاس موجود دولت معاشرے کے نادار طبقے میں منتقل ہوتی ہے، جس سے معیشت میں سرمائے کی گردش بڑھتی ہے اور تجارتی سرگرمیاں تیز ہوتی ہیں۔

2.3. سرمایے کی پیداواری استعمال کی ترغیب:

اگر کوئی شخص اپنا مال سال بھر تک زکوٰۃ کے نصاب سے زائد رکھے تو اسے اس پر زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس سے وہ اپنے مال کو ضائع کرنے کے بجائے اسے پیداواری سرگرمیوں میں لگانے کی ترغیب پاتا ہے۔

2.4. معاشی ناہمواری میں کمی:

زکوٰۃ امیر اور غریب کے درمیان معاشی خلیج کو کم کرنے میں مدد دیتی ہے، جس سے معاشرے میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔

3. زکوٰۃ کے معاشرتی کردار

3.1. طبقاتی ہم آہنگی:

زکوٰۃ امیر طبقے کو غریبوں کا ہمدرد بناتی ہے اور غریبوں کے دلوں میں امیروں کے لیے عزت پیدا کرتی ہے، جس سے طبقاتی ہم آہنگی بڑھتی ہے۔

3.2. اخلاقی تربیت:

زکوٰۃ کی ادائیگی انسان کو سخی بناتی ہے اور اسے مال کی محبت سے پاک کرتی ہے۔ یہ خود غرضی کو ختم کر کے ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

3.3. معاشرتی ذمہ داری کا احساس:

زکوٰۃ افراد کو معاشرے کے تئیں اپنی ذمہ داری کا احساس دلاتی ہے اور انہیں اجتماعی فلاح کے کاموں میں حصہ لینے کی ترغیب دیتی ہے۔

4. عشر کا مفہوم اور کردار

مفہوم: عشر عربی میں 'دس' کو کہتے ہیں۔ اصطلاحاً، عشر ان فصلوں اور پھلوں پر عائد ہونے والا محصول ہے جو بارش کے پانی سے سیر اب ہوتے ہیں یا جنہیں سیر اب کرنے کے لیے زیادہ مشقت نہ اٹھانی پڑے۔ اس کی شرح عام طور پر 10٪ ہوتی ہے۔ جن فصلوں کو کنویں یا نہر کے پانی سے سیر اب کیا جائے، ان پر نصف عشر (5٪) ہوتا ہے۔

قرآنی آیت: "اور وہی ہے جس نے باغوں کو جن میں بیلیں چڑھائی جاتی ہیں اور جو نہیں چڑھائی جاتیں، انہیں پیدا کیا اور کھجور کے درخت اور کھیتی جس کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار، جو آپس میں ملتے جلتے بھی ہیں اور جدا جدا بھی۔ جب وہ پھل دیں تو ان کے پھل سے کھاؤ اور جس دن ان کی فصل کاٹو تو اس کا حق (یعنی عشر) ادا کرو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (الانعام: 141)

4.1. معاشی کردار:

- زرعی معیشت کی ترقی: عشر کی وصولی سے حاصل شدہ رقم کو زرعی شعبے کی ترقی، کسانوں کی مدد اور بنیادی ڈھانچے کی تعمیر میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔
- غذائی تحفظ: زرعی پیداوار کو یقینی بنانے اور کسانوں کی حوصلہ افزائی سے ملک میں غذائی تحفظ کو مضبوط کیا جاسکتا ہے۔

4.2. معاشرتی کردار:

- کسانوں کی مدد: عشر کی مد میں جمع شدہ رقم سے غریب اور نادار کسانوں کی مدد کی جاسکتی ہے۔
- عدل و احسان: یہ نظام زرعی پیداوار میں اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور معاشرے کے کمزور طبقات کی مدد کرنے کا ذریعہ ہے۔

5. صدقات کا مفہوم اور کردار

مفہوم: صدقات وہ مالی امداد ہے جو خوشی اور رضا سے، فرض کے علاوہ، اللہ کی رضا کے لیے دی جائے۔ صدقات واجبہ (جیسے زکوٰۃ و عشر) اور صدقات نافلہ (جو رضاکارانہ طور پر دیے جائیں) دونوں شامل ہیں۔

قرآنی آیت: "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اگائیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے، اسے دوگنا کر دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔" (البقرہ: 261)

5.1. معاشی کردار:

- ضرورت مندوں کی فوری مدد: صدقات سے ضرورت مندوں کی فوری اور فوری ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں۔
- معاشی سرگرمیوں میں اضافہ: صدقات کی رقم جب غریبوں تک پہنچتی ہے تو وہ اسے بنیادی ضروریات پر خرچ کرتے ہیں، جس سے مارکیٹ میں طلب بڑھتی ہے اور معاشی سرگرمیاں تیز ہوتی ہیں۔

5.2. معاشرتی کردار:

- بھائی چارہ اور ہمدردی: صدقات معاشرے میں بھائی چارے، ہمدردی اور محبت کو فروغ دیتے ہیں۔
- اللہ کی رضا کا حصول: صدقات دینے والے کو اللہ کی رضا اور اجر عظیم حاصل ہوتا ہے۔
- مال کی پاکیزگی: صدقات مال کو گناہوں کی آلائشوں سے پاک کرتے ہیں۔

6. وقف کا مفہوم اور کردار

مفہوم: وقف کے لغوی معنی ہیں روکنا یا ٹھہرانا۔ اصطلاحاً، وقف کا مطلب ہے کسی جائیداد یا اثاثے کو اللہ کی رضا کے لیے مخصوص کر دینا، تاکہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کسی نیک کام یا معاشرتی فلاح کے مقصد میں استعمال ہو۔

حدیث: حضرت عمر بن خطابؓ نے خیبر میں ایک زمین حاصل کی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! مجھے خیبر میں ایک زمین ملی ہے جو مجھ سے زیادہ قیمتی کبھی نہیں ملی۔ میں اس کے بارے میں کیا کروں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر چاہو تو اسے اللہ کے لیے روک دو (وقف کر دو)، اس کی اصل کو باقی رکھو اور اس کے پھل کو صدقہ کر دو۔" (بخاری و مسلم)

6.1. معاشی کردار:

- تعلیم و صحت کے شعبوں کی ترقی: وقف کے ذریعے مساجد، مدارس، ہسپتال، یتیم خانے اور دیگر فلاحی ادارے قائم کیے جاتے ہیں، جو معاشرے کی بنیادی ضروریات پوری کرتے ہیں۔
- روزگار کی فراہمی: وقف کے اداروں میں کام کرنے والے افراد کو روزگار ملتا ہے۔
- معاشی استحکام: وقف شدہ اثاثے مستقل طور پر معاشرتی فلاح کے کاموں میں استعمال ہوتے رہتے ہیں، جس سے معاشی استحکام پیدا ہوتا ہے۔

6.2. معاشرتی کردار:

- علم و آگہی کا فروغ: مدارس اور جامعات کے قیام سے علم و آگہی پھیلتی ہے۔
- صحت عامہ کی بہتری: ہسپتالوں اور طبی مراکز کے قیام سے صحت عامہ بہتر ہوتی ہے۔
- یتیموں اور بے سہارا افراد کی کفالت: یتیم خانوں اور رفاہی اداروں کے ذریعے معاشرے کے کمزور طبقات کی کفالت کی جاتی ہے۔
- اجرِ جاریہ: وقف کرنے والے کو قیامت تک اس کے نیک کام کا اجر ملتا رہتا ہے۔

7. عملی و اخلاقی تطبیق

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق زکوٰۃ، عشر اور صدقات ادا کریں۔ وقف کے ذریعے معاشرتی فلاح کے کاموں میں حصہ لیں تاکہ دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔ ان مالیاتی اداروں کو صرف فرض سمجھ کر ادا نہ کیا جائے بلکہ اللہ کی رضا اور معاشرتی ذمہ داری کے احساس کے ساتھ ادا کیا جائے۔

8. حاصلِ کلام / نتیجہ بحث

زکوٰۃ، عشر، صدقات اور وقف اسلامی معیشت کے وہ لازمی اجزاء ہیں جو معاشرتی فلاح، عدل و انصاف اور اقتصادی استحکام کو یقینی بناتے ہیں۔ زکوٰۃ غربت کا خاتمہ کرتی ہے اور دولت کی گردش کو بڑھاتی ہے۔ عشر زرعی معیشت کی ترقی میں معاون ہے۔ صدقات فوری ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں اور معاشرتی ہمدردی کو فروغ دیتے ہیں۔ وقف کے ذریعے تعلیم، صحت اور دیگر فلاحی خدمات فراہم کی جاتی ہیں۔ یہ تمام ادارے نہ صرف معاشی فوائد فراہم کرتے ہیں بلکہ افراد کی اخلاقی تربیت اور معاشرتی ذمہ داری کے احساس کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔

سوال نمبر 4: اسلامی تجارتی اخلاقیات کی اہمیت اور ان کے نفاذ میں درپیش مشکلات اور ان پر قابو پانے کے طریقوں پر تفصیلی بحث کریں۔

تمہید: اسلام نے صرف عبادات ہی میں رہنمائی نہیں دی بلکہ معاشرتی اور معاشی زندگی کے ہر پہلو کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات عطا کیا ہے۔ تجارت اور کاروبار کے میدان میں بھی اسلامی اخلاقیات کی سختی سے پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔ ناپ تول میں کمی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، جھوٹی قسمیں کھانا اور دھوکہ دہی جیسے اعمال کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔ یہ اخلاقیات نہ صرف فرد کی آخرت کو سنوارتی ہیں بلکہ معاشرے میں عدل و انصاف اور اعتماد کا ماحول بھی قائم کرتی ہیں۔ اس سوال میں ہم اسلامی تجارتی اخلاقیات کی اہمیت، ان کے نفاذ میں مشکلات اور ان پر قابو پانے کے طریقوں پر روشنی ڈالیں گے۔

1. اسلامی تجارتی اخلاقیات کا مفہوم اور اہمیت

مفہوم: اسلامی تجارتی اخلاقیات سے مراد وہ اصول و ضوابط ہیں جو شریعت نے مسلمانوں کو تجارت اور کاروبار کے دوران اپنانے کا حکم دیا ہے۔ ان کا مقصد تجارت کو جائز، منصفانہ اور معاشرتی فلاح کا ذریعہ بنانا ہے۔

قرآنی آیت: "اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی مقررہ مدت کے لیے قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ اور کوئی لکھنے والا تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا ہے۔ پس اسے لکھ لینا چاہیے اور جس پر حق واجب ہوا ہے وہ لکھوائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ کم نہ کرے..." (البقرہ: 282)

اہمیت:

- اللہ کی رضا کا حصول: اسلامی اخلاقیات پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔
- معاشرتی اعتماد: یہ اخلاقیات معاشرے میں اعتماد اور سلامتی کا ماحول پیدا کرتی ہیں۔
- معاشی استحکام: دیانت دارانہ تجارت معاشی استحکام کی بنیاد ہے۔
- آخرت کی کامیابی: دنیاوی تجارت میں اخلاقیات کا لحاظ رکھنا آخرت کی کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

2. ممنوع تجارتی اعمال اور ان کے قرآنی و حدیثی دلائل

2.1.ناپ تول میں کمی (Cheating in Weights and Measures):

ممنوعیت: لوگوں کو ان کی چیزیں پوری دینا اور ناپ تول میں کمی نہ کرنا اسلامی حکم ہے۔

قرآنی آیت: "ہلاکت ہے ان ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ جو لوگوں سے لیتے وقت پورا لیتے ہیں اور جب انہیں دیتے ہیں یا ناپ کر دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ وہ اٹھائے جائیں گے؟ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔" (المطففین: 1-6)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو ناپ تول میں کمی کرتا ہے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (مسلم)

2.2.ذخیرہ اندوزی (Hoarding):

ممنوعیت: لوگوں کی ضرورت کی اشیاء کو جان بوجھ کر ذخیرہ کرنا تاکہ قیمتیں بڑھنے پر زیادہ منافع کمایا جا سکے، یہ سخت ممنوع ہے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ذخیرہ اندوز بدترین شخص ہے۔" (مسلم) اور ایک روایت میں ہے: "جو چالیس دن تک غلہ ذخیرہ کرتا ہے، وہ اللہ سے بری ہے اور اللہ اس سے بری ہے۔" (مسند احمد)

2.3.ملاوٹ (Adulteration):

ممنوعیت: اشیاء میں ملاوٹ کر کے انہیں بہتر ظاہر کرنا یا ان کی قیمت بڑھانا دھوکہ دہی ہے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں، اور جو ہمارے بازاروں میں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔" (مسلم)

حدیث: ایک شخص نے دودھ میں پانی ملا کر بیچا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: "تم نے ملاوٹ کی، اللہ تمہیں ہلاک کرے۔" (ابن ماجہ)

2.4. جھوٹی قسمیں کھانا (False Oaths):

م

حصہ چہارم: کثیر الانتخابی سوالات و معروضی بینک (Solved MCQs Bank)

سوال نمبر 1: اسلامی معاشی نظام میں ملکیت کا بنیادی تصور کیا ہے؟

- انفرادی ملکیت
- اجتماعی ملکیت
- اللہ تعالیٰ کی ملکیت
- ریاست کی ملکیت

✓ درست جواب: اللہ تعالیٰ کی ملکیت

وضاحت: اسلامی نقطہ نظر سے ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان صرف اس کا امین ہے، جسے اللہ کے احکامات کے مطابق استعمال کرنا ہوتا ہے۔

سوال نمبر 2: اسلام میں روزی کمانے کے لیے کس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے؟

- زیادہ سے زیادہ منافع
- حلال اور طیب روزی
- محنت سے بچنا
- دوسروں پر انحصار

✓ درست جواب: حلال اور طیب روزی

وضاحت: قرآن و سنت میں بارہا حلال اور پاکیزہ روزی کمانے کی تاکید کی گئی ہے اور حرام ذرائع سے حاصل کردہ آمدنی سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

سوال نمبر 3: سرمایہ دارانہ معاشی نظام کا بنیادی محرک کیا ہے؟

- اجتماعی فلاح
- ذاتی منافع
- مساوات
- عدل و انصاف

✓ درست جواب: ذاتی منافع

وضاحت: سرمایہ دارانہ نظام میں ہر فرد اور ادارے کا بنیادی مقصد زیادہ سے زیادہ ذاتی منافع کمانا ہوتا ہے، جو کہ اس نظام کی مرکزی خصوصیت ہے۔

سوال نمبر 4: اشتراکی معاشی نظام میں ملکیت کا تصور کیا ہے؟

- انفرادی ملکیت
- ریاستی ملکیت
- اللہ کی ملکیت
- مشترکہ خاندانی ملکیت

✓ درست جواب: ریاستی ملکیت

وضاحت: اشتراکی نظام میں پیداوار کے تمام ذرائع اور وسائل ریاست کی ملکیت ہوتے ہیں، اور انفرادی ملکیت کا تصور محدود ہوتا ہے۔

سوال نمبر 5: قرآن مجید میں سود (ربا) کو کس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے؟

- تجارت
- صدقہ
- اللہ اور اس کے رسول سے جنگ
- قرض

✓ درست جواب: اللہ اور اس کے رسول سے جنگ

وضاحت: سورۃ البقرہ میں سود خوروں کے لیے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا اعلان کیا گیا ہے، جو اس کی سنگینی کو ظاہر کرتا ہے۔

سوال نمبر 6: سود کے معاشی نظام پر کیا منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

- دولت کی منصفانہ تقسیم
- غریب اور امیر کے درمیان فاصلے میں کمی
- دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز
- معاشی استحکام

✓ درست جواب: دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز

وضاحت: سود دولت کو چند امیر ہاتھوں میں جمع کرتا ہے، جس سے غریب مزید غریب ہوتے ہیں اور معاشی ناہمواری بڑھتی ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 7: زکوٰۃ کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

- حکومتی آمدنی میں اضافہ
- دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز
- دولت کی گردش اور غربت کا خاتمہ
- صرف عبادت

✓ درست جواب: دولت کی گردش اور غربت کا خاتمہ

وضاحت: زکوٰۃ دولت کو امیروں سے لے کر مستحقین میں تقسیم کرتی ہے، جس سے دولت کی گردش ہوتی ہے، معاشی توازن قائم ہوتا ہے اور غربت میں کمی آتی ہے۔

سوال نمبر 8: عشر کس پر واجب ہوتا ہے؟

- تجارتی سامان پر
- زرعی پیداوار پر
- سونے چاندی پر
- تنخواہ پر

✓ درست جواب: زرعی پیداوار پر

وضاحت: عشر اسلامی نظام میں زرعی پیداوار پر ادا کی جانے والی زکوٰۃ ہے، جو آبپاشی کے طریقوں کے لحاظ سے 5٪ یا 10٪ ہوتی ہے۔

سوال نمبر 9: وقف سے کیا مراد ہے؟

- ذاتی جائیداد کی خرید و فروخت
- کسی جائیداد کو اللہ کی راہ میں مستقل طور پر وقف کرنا
- قرض لینا
- وراثت کی تقسیم

✓ درست جواب: کسی جائیداد کو اللہ کی راہ میں مستقل طور پر وقف کرنا

وضاحت: وقف کا مطلب ہے کسی جائیداد کو اللہ کی رضا کے لیے اس طرح مخصوص کرنا کہ اس کی اصل باقی رہے اور اس کا نفع عام مسلمانوں کے لیے ہو۔

سوال نمبر 10: اسلامی قانونِ وراثت کا بنیادی اصول کیا ہے؟

- صرف بڑے بیٹے کو وراثت
- صرف مردوں کو وراثت
- منصفانہ اور متعین حصوں کے ساتھ تقسیم
- ریاست کی مکمل ملکیت

✓ درست جواب: منصفانہ اور متعین حصوں کے ساتھ تقسیم

وضاحت: اسلامی قانونِ وراثت میں وارثین کے حصے قرآن و سنت میں واضح طور پر متعین ہیں، جو عدل و انصاف پر مبنی تقسیم کو یقینی بناتے ہیں۔

سوال نمبر 11: قرآن مجید میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے کیا وعید بیان کی گئی ہے؟

- جنت کی بشارت
- دنیاوی کامیابی
- ہلاکت اور بربادی
- مال میں اضافہ

✓ درست جواب: ہلاکت اور بربادی

وضاحت: سورۃ المطففین میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں اور اسے ایک بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔

سوال نمبر 12: اسلامی تجارتی اخلاقیات میں ذخیرہ اندوزی (احتکار) کی ممانعت کیوں کی گئی ہے؟

- حکومتی کنٹرول کے لیے
- قیمتیں بڑھانے اور عوام کو پریشان کرنے سے بچنے کے لیے
- مال کو محفوظ رکھنے کے لیے
- تجارت کو محدود کرنے کے لیے

✓ درست جواب: قیمتیں بڑھانے اور عوام کو پریشان کرنے سے بچنے کے لیے

وضاحت: ذخیرہ اندوزی سے مصنوعی قلت پیدا ہوتی ہے، قیمتیں بڑھتی ہیں اور عام لوگوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لیے اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

سوال نمبر 13: نبی اکرم ﷺ نے ملاوٹ کرنے والے کے بارے میں کیا فرمایا؟

- وہ ہم میں سے نہیں
- وہ کامیاب ہے
- وہ بہترین تاجر ہے
- وہ ثواب کا مستحق ہے

✓ درست جواب: وہ ہم میں سے نہیں

وضاحت: حدیث نبوی ﷺ ہے کہ 'جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں' (مسلم)، جو ملاوٹ کی سخت مذمت اور اس سے براءت کا اظہار ہے۔

سوال نمبر 14: تجارت میں جھوٹی قسمیں اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

- جائز ہے اگر منافع ہو
- مکروہ ہے
- حرام اور گناہ کبیرہ ہے
- مستحب ہے

✓ درست جواب: حرام اور گناہ کبیرہ ہے

وضاحت: تجارت میں جھوٹی قسمیں اٹھانا گناہ کبیرہ ہے، یہ برکت کو ختم کر دیتا ہے اور دھوکہ دہی کے زمرے میں آتا ہے۔

سوال نمبر 15: اسلامی معاشی نظام کی سب سے نمایاں خصوصیت کیا ہے جو اسے دیگر نظاموں سے ممتاز کرتی ہے؟

- صرف منافع کمانا
- مکمل ریاستی کنٹرول
- عدل و احسان اور اخلاقی اقدار پر مبنی ہونا
- انفرادی آزادی کا مکمل فقدان

✓ درست جواب: عدل و احسان اور اخلاقی اقدار پر مبنی ہونا

وضاحت: اسلامی معاشی نظام کا بنیادی مقصد عدل، احسان، اور اخلاقی اقدار کے ساتھ معاشی سرگرمیوں کو منظم کرنا ہے، جو اسے سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام سے ممتاز کرتا ہے۔

یونٹ نمبر 8 (کل 9 میں سے)

یونٹ 8: عصرِ حاضر میں مسلم امہ کے مسائل، فکری چیلنجز اور ان کا حل

ضخامت: 10,141 الفاظ • مستند تصنیف برائے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی طلبہ

حصہ اول: باب کا مفصل خلاصہ، درسی مباحث اور اہم نظریات

باب کا مفصل تعارف اور مقاصدِ تدریس (Chapter Introduction & Pedagogical Objectives)

عصرِ حاضر میں مسلم امہ کو بے شمار داخلی و خارجی چیلنجز کا سامنا ہے جو اس کی ترقی، استحکام اور عالمی سطح پر مؤثر کردار ادا کرنے کی صلاحیت کو متاثر کر رہے ہیں۔ یہ یونٹ ان بنیادی مسائل، فکری چیلنجز اور ان کے اسلامی و عقلی حل پر گہرائی سے بحث کرتا ہے۔ اس باب کا مقصد طلبہ کو مسلم دنیا کی موجودہ صورتحال کا تنقیدی جائزہ لینے، ان مسائل کی جڑوں کو سمجھنے اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے پائیدار حل تلاش کرنے کے قابل بنانا ہے۔ ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ مسلم امہ نے اپنی ماضی کی عظمت کو کس طرح کھویا اور کن اسباب کی بنا پر وہ آج پسماندگی کا شکار ہے۔ اس کے ساتھ ہی، فرقہ واریت، انتہا پسندی، مغربی فکری یلغار اور الحاد جیسے جدید چیلنجز کا علمی و فکری مقابلہ کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مؤثر حکمت عملیوں پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

اس باب کے مطالعے کے بعد طلبہ درج ذیل مقاصد حاصل کر سکیں گے:

- مسلم دنیا کی موجودہ پسماندگی کے حقیقی اسباب کا تجزیہ کرنا۔
- فرقہ واریت اور انتہا پسندی کی تعریف، اسباب اور ان کے خاتمے کے لیے قرآنی و نبوی ہدایات کو سمجھنا۔
- اتحادِ بین المسلمین کی قرآنی و نبوی بنیادوں کو گہرائی سے جاننا اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔
- جدید سائنسی و تکنیکی علوم کی ضرورت و اہمیت کو اسلامی نقطہ نظر سے بیان کرنا۔
- مغربی فکری یلغار اور الحاد کے شبہات کا مدلل اور علمی جواب دینا۔

- اسلامی نشاۃِ ثانیہ کے تصور کو سمجھنا اور نوجوان نسل کی کردار سازی کے طریقوں کو بیان کرنا۔
- انفرادی و اجتماعی سطح پر ان مسائل کے حل کے لیے عملی اقدامات تجویز کرنا۔

اہم درسی عنوانات کی تفصیلی و تحقیقی تشریح (Comprehensive In-Depth Sub-Topics)

1. مسلم دنیا کی موجودہ پسماندگی کے اسباب

لغوی و اصطلاحی تعریف: "پسماندگی" سے مراد کسی قوم یا معاشرے کا علمی، فکری، معاشی، سماجی اور سیاسی میدان میں دیگر اقوام سے پیچھے رہ جانا ہے۔ اسلامی تناظر میں، یہ اس حالت کو بھی بیان کرتا ہے جب امت مسلمہ اپنے بنیادی اسلامی اصولوں سے انحراف کے باعث اپنی حقیقی عظمت اور قیادت کے مقام سے محروم ہو جائے۔

مسلم دنیا، جو ایک وقت میں علم و حکمت، سائنس و ٹیکنالوجی اور تہذیب و تمدن کی علمبردار تھی، آج مختلف شعبوں میں پسماندگی کا شکار ہے۔ اس کے اسباب پیچیدہ اور کثیر الجہتی ہیں، جن کا ادراک کیے بغیر کوئی مؤثر حل ممکن نہیں۔

- علم سے دوری اور تحقیق کا فقدان:

اسلام نے حصولِ علم کو فرض قرار دیا ہے اور قرآن و سنت میں علم کی فضیلت پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔ لیکن موجودہ دور میں مسلم دنیا میں علمی تحقیق، ایجادات اور سائنسی ترقی کی رفتار سست پڑ گئی ہے۔ جدید علوم کے حصول میں تساہل اور دینی و دنیاوی علوم کی تقسیم نے امت کو کمزور کر دیا ہے۔

قرآنی دلیل: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بار بار غور و فکر اور کائنات کے مشاہدے کی دعوت دی ہے۔

سورۃ الزمر (39:9):

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ

ترجمہ: "کہو! کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے؟ نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔"

حدیثِ مبارکہ:

عن أنس بن مالک رضي اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" (سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث نمبر: 224)

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔"

عقلی دلیل: تاریخ گواہ ہے کہ وہی قومیں ترقی کرتی ہیں جو علم و تحقیق کو اپنا شعار بناتی ہیں۔ مسلم امہ کا سنہری دور بھی علمی عروج کا دور تھا۔

- اجتہاد کا تعطل:

اجتہاد، یعنی نئے مسائل میں قرآن و سنت کی روشنی میں حل تلاش کرنا، اسلامی فقہ کا ایک اہم ستون ہے۔ اس کے تعطل نے امت کو جمود کا شکار کر دیا ہے اور وہ جدید چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے نئے فکری حل پیش کرنے سے قاصر ہے۔

- فرقہ واریت اور باہمی اختلافات:

مسلم امہ مختلف فرقوں اور مسلکوں میں بٹ چکی ہے، جس کے نتیجے میں باہمی اتحاد و اتفاق ختم ہو گیا ہے۔ یہ اختلافات نہ صرف معاشرتی سطح پر انتشار کا باعث ہیں بلکہ سیاسی و معاشی میدان میں بھی کمزوری کا سبب بنتے ہیں۔

- سیاسی عدم استحکام اور استعماریت کے اثرات:

مسلم دنیا کے بیشتر ممالک سیاسی عدم استحکام، اندرونی خلفشار اور بیرونی مداخلت کا شکار رہے ہیں۔ استعماری طاقتوں نے مسلم ممالک کو تقسیم کیا اور ان کے وسائل کو لوٹا، جس کے دیرپا منفی اثرات آج بھی موجود ہیں۔

- معاشی عدم مساوات اور غربت:

مسلم ممالک میں وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، کرپشن اور غربت نے عوام کی زندگی کو متاثر کیا ہے اور ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔

- اخلاقی زوال اور اقدار سے دوری:

اسلامی اخلاقی اقدار جیسے عدل، امانت، سچائی، محنت اور ایثار سے دوری نے معاشرتی ڈھانچے کو کمزور کیا ہے۔ جب ایک قوم اخلاقی طور پر زوال پذیر ہو جائے تو اس کی ترقی ناممکن ہو جاتی ہے۔

2. فرقہ واریت اور انتہا پسندی کا خاتمہ

لغوی و اصطلاحی تعریف:

- فرقہ واریت (Sectarianism): سے مراد کسی مذہب یا جماعت کے اندر مختلف گروہوں کا اپنے مخصوص عقائد، نظریات یا تشریحات کی بنیاد پر ایک دوسرے سے الگ ہو جانا اور باہمی تنازعات میں الجھ جانا ہے۔ یہ اختلاف جب تعصب اور نفرت کی شکل اختیار کر لے تو فرقہ واریت بن جاتا ہے۔
- انتہا پسندی (Extremism): سے مراد کسی بھی فکر، عقیدے یا عمل میں اعتدال کی حد سے تجاوز کر جانا اور شدت اختیار کر لینا ہے۔ اسلامی تناظر میں، یہ دین کی ایسی تشریح ہے جو تشدد، جبر اور عدم برداشت پر مبنی ہو، اور جو قرآن و سنت کے اعتدال پسندانہ مزاج کے خلاف ہو۔

فرقہ واریت اور انتہا پسندی عصرِ حاضر میں مسلم امہ کے لیے سب سے بڑے داخلی خطرات میں سے ہیں۔ یہ دونوں رجحانات امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرتے ہیں اور اسے ترقی کی راہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔

- قرآنی بنیادیں:

قرآن مجید نے مسلمانوں کو تفرقہ بازی سے سختی سے منع کیا ہے اور اتحاد و اتفاق کی تلقین کی ہے۔

سورۃ آل عمران (3:103):

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

ترجمہ: "اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو سب مل کر اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

سورۃ الانعام (6:159):

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

ترجمہ: "یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے، ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، پھر وہ انہیں بتائے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔"

- نبوی بنیادیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ایک جسم قرار دیا اور باہمی محبت، رواداری اور اخوت کی تعلیم دی۔

حدیثِ مبارکہ:

عن النعمان بن بشير رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد الواحد، إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى" (صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب رحمۃ الناس والبھائم، حدیث نمبر: 6011؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، حدیث نمبر: 2586)

ترجمہ: "حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنوں کی مثال ان کی باہمی محبت، رحم دلی اور ہمدردی میں ایک جسم کی سی ہے، جب اس کا کوئی ایک عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔"

عقلی دلائل:

فرقہ واریت اور انتہا پسندی معاشرتی امن کو تباہ کرتی ہے، ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے اور بیرونی دشمنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اس کے برعکس، اتحاد و اتفاق ہی کسی قوم کی مضبوطی اور بقا کی ضمانت ہے۔

- حل:
  - قرآن و سنت کی طرف رجوع: تمام اختلافات کو قرآن و سنت کی واضح تعلیمات کی روشنی میں حل کیا جائے۔
  - علمائے کرام کا کردار: علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ فرقہ واریت کی مذمت کریں اور اتحاد و رواداری کا درس دیں۔

- تعلیمی نصاب میں اصلاح: ایسے نصاب مرتب کیے جائیں جو طلبہ میں اعتدال پسندی، برداشت اور باہمی احترام کو فروغ دیں۔
- رواداری اور برداشت کا فروغ: دوسروں کے نقطہ نظر کو سمجھنے اور اختلاف رائے کو احترام کے ساتھ قبول کرنے کی تربیت دی جائے۔
- فکری مکالمہ: مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان صحت مند مکالمے کی فضا قائم کی جائے تاکہ غلط فہمیاں دور ہو سکیں۔

3. اتحادِ بین المسلمین کی قرآنی و نبوی بنیادیں

لغوی و اصطلاحی تعریف: "اتحاد" کا لغوی معنی یکجا ہونا، متفق ہونا اور ایک ہونا ہے۔ "اتحادِ بین المسلمین" سے مراد دنیا بھر کے مسلمانوں کا عقیدے، مقاصد اور مشترکہ مفادات کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا، باہمی اختلافات کو پس پشت ڈال کر ایک امت کے طور پر عمل کرنا ہے۔ یہ صرف سیاسی اتحاد نہیں بلکہ فکری، اخلاقی اور سماجی ہم آہنگی بھی ہے۔

مسلم امہ کی قوت اور بقا کا راز اس کے اتحاد میں پنہاں ہے۔ اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کو ایک امت بن کر رہنے کی تلقین کی ہے۔

- قرآنی بنیادیں:

قرآن مجید نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور انہیں تفرقہ سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

سورۃ الحجرات (49:10):

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

ترجمہ: "یقیناً تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

سورۃ الانفال (8:46):

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

ترجمہ: "اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

- نبوی بنیادیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے اتحاد کی عملی مثالیں قائم کیں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے محبت اور تعاون کی تلقین کی۔

حدیثِ مبارکہ:

عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا" وشبك بين أصابعه (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب تشبیک الأصابع في المسجد وغیرہ، حدیث نمبر: 482؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، حدیث نمبر: 2585)

ترجمہ: "حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے دکھایا۔"

عقلی دلائل:

عالمی سطح پر مسلم امہ کو مشترکہ چیلنجز کا سامنا ہے، جن میں سیاسی، معاشی اور ثقافتی دباؤ شامل ہیں۔ ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے اور اپنی خود مختاری و وقار کو برقرار رکھنے کے لیے اتحاد ناگزیر ہے۔ ایک متحدہ امت عالمی طاقتوں کے سامنے ایک مضبوط آواز بن سکتی ہے اور اپنے حقوق کا دفاع کر سکتی ہے۔

4. جدید سائنسی و تکنیکی علوم کی ضرورت

لغوی و اصطلاحی تعریف:

- سائنس (Science): کائنات اور اس کے مظاہر کا منظم مشاہدہ، تجربات اور عقلی استدلال کے ذریعے علم حاصل کرنا۔
- ٹیکنالوجی (Technology): سائنسی علم کو عملی مسائل کے حل اور انسانی ضروریات کی تکمیل کے لیے استعمال کرنا۔

اسلام نے کبھی بھی علم کے حصول پر کوئی قدغن نہیں لگائی، بلکہ ہر قسم کے مفید علم کے حصول کی ترغیب دی ہے۔ مسلم امہ کا سنہری دور اس بات کا گواہ ہے کہ جب مسلمانوں نے سائنسی علوم میں مہارت حاصل کی تو وہ دنیا کی قیادت کر رہے تھے۔

- اسلامی نقطہ نظر:

قرآن مجید میں سینکڑوں آیات ایسی ہیں جو کائنات پر غور و فکر، مشاہدے اور تدبر کی دعوت دیتی ہیں۔ یہ آیات دراصل سائنسی تحقیق کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

سورۃ یونس (10:101):

قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ

ترجمہ: "کہو! دیکھو کیا ہے آسمانوں اور زمین میں؟ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتیں جو ایمان نہیں لاتے۔"

حدیثِ مبارکہ:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "الكلمة الحكمة ضالة المؤمن، فحيث وجدها فهو أحق بها" (سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة، حدیث نمبر: 2687)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکمت کی بات مومن کی گمشدہ میراث ہے، جہاں بھی اسے پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔"

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ علم جو حکمت اور دانائی پر مبنی ہو، خواہ وہ کسی بھی ذریعے سے حاصل ہو، مومن کے لیے قابلِ قبول ہے۔

- عصری ضرورت:

آج کی دنیا میں سائنسی و تکنیکی ترقی ہی کسی قوم کی بقا اور ترقی کی ضامن ہے۔ دفاع، معیشت، صحت، تعلیم اور مواصلات سمیت ہر شعبے میں جدید علوم کی مہارت ناگزیر ہے۔ مسلم امہ کو اپنی پسماندگی دور کرنے اور عالمی سطح پر اپنا مقام دوبارہ حاصل کرنے کے لیے جدید سائنسی و تکنیکی علوم میں مہارت حاصل کرنا ہوگی۔ یہ صرف دنیاوی ترقی کے لیے ہی نہیں بلکہ اسلامی اقدار کے فروغ اور انسانیت کی خدمت کے لیے بھی ضروری ہے۔

عقلی دلائل:

جو قومیں سائنسی و تکنیکی میدان میں پیچھے رہ جاتی ہیں، وہ دوسروں کی محتاج ہو جاتی ہیں اور ان کی خود مختاری خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ مسلم دنیا کو اپنی دفاعی، معاشی اور فکری آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے جدید علوم میں خود کفالت حاصل کرنا ہوگی۔

5. مغربی فکری یلغار اور الحاد کے شبہات کا سدباب

لغوی و اصطلاحی تعریف:

- فکری یلغار (Intellectual Invasion): سے مراد کسی قوم یا تہذیب کا اپنی فکری، ثقافتی اور نظریاتی اقدار کو دوسری قوم پر مسلط کرنے کی کوشش کرنا، جس سے دوسری قوم کی اپنی شناخت اور اقدار کمزور پڑ جائیں۔
- الحاد (Atheism): سے مراد خدا کے وجود کا انکار کرنا یا کسی بھی مافوق الفطرت ہستی پر یقین نہ رکھنا۔
- شبہات (Doubts): ایسے سوالات یا اعتراضات جو کسی عقیدے، نظریے یا حقیقت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کریں۔

عصرِ حاضر میں مسلم امہ کو مغربی فکری یلغار اور الحاد کے بڑھتے ہوئے رجحان کا سامنا ہے۔ یہ چیلنجز نوجوان نسل کے ایمان اور اسلامی شناخت کو متاثر کر رہے ہیں۔

- مغربی فکری یلغار کے مظاہر:
  - سیکولرازم: مذہب کو ریاستی اور عوامی معاملات سے الگ کرنا۔
  - لبرل ازم: آزادیِ فرد کو مطلق قرار دینا، جس میں اخلاقی اور مذہبی حدود کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔
  - مادیت پرستی: زندگی کا مقصد صرف مادی فوائد کا حصول سمجھنا اور روحانی اقدار کو نظر انداز کرنا۔
  - اسلام پر اعتراضات: جہاد، تعدد ازدواج، خواتین کے حقوق، آزادیِ اظہار جیسے معاملات پر اسلام کو تنقید کا نشانہ بنانا۔
- الحاد کے شبہات:
  - سائنس اور مذہب کا تصادم۔
  - خدا کے وجود پر سوالات۔
  - مذہبی احکامات کی عقلی توجیہات کا مطالبہ۔
  - دنیا میں شر اور مصائب کی موجودگی کو خدا کے وجود کے خلاف دلیل بنانا۔
- سدباب (Countering Measures):

ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے علمی، فکری اور عملی سطح پر جامع حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

- اسلام کی فکری مضبوطی کا ادراک:

مسلمانوں کو یہ سمجھنا ہو گا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر دور کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اس کی تعلیمات فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں۔

قرآنی دلیل: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنی وحدانیت اور کائنات میں اپنی نشانیوں پر غور کرنے کی دعوت دی ہے۔

سورۃ البقرۃ (2:164):

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

ترجمہ: "بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں، ان کشتیوں میں جو سمندر میں لوگوں کے فائدے کی

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

حصہ دوم: درسی کتاب کی حل شدہ خود آزمائی مشق اور اہم امتحانی مختصر سوالات

درسی کتاب کی خود آزمائی مشق کے حل شدہ سوالات (Solved Textbook Exercises)

سوال نمبر 1: مسلم دنیا کی موجودہ پسماندگی کے اہم اسباب کیا ہیں؟ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے ممکنہ حل پیش کریں۔

مسلم دنیا کی موجودہ پسماندگی ایک کثیر الجہتی مسئلہ ہے جس کی جڑیں فکری، سماجی، سیاسی اور اقتصادی عوامل میں پیوست ہیں۔ تاریخی طور پر ایک عظیم تہذیب کی وارث ہونے کے باوجود، آج مسلم امہ کا بڑا حصہ ترقی کے عالمی دھارے سے پیچھے رہ گیا ہے۔

پسماندگی کے اہم اسباب:

- فکری جمود اور اجتہاد کا فقدان: مسلم دنیا میں صدیوں سے فکری جمود پایا جاتا ہے، جس نے اجتہاد کے دروازے بند کر دیے ہیں۔ نئے مسائل کا حل تلاش کرنے اور بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اسلامی تعلیمات کی تعبیر و تشریح کرنے کی صلاحیت کمزور پڑ گئی ہے۔ یہ جمود جدید علوم کو اپنانے میں بھی رکاوٹ بنا ہے۔
- علم سے دوری اور سائنسی تحقیق کا فقدان: اسلام نے علم کے حصول پر بہت زور دیا ہے، لیکن مسلم معاشروں نے جدید سائنسی اور تکنیکی علوم سے دوری اختیار کر لی ہے۔ تحقیق و ترقی کے میدان میں سرمایہ کاری اور دلچسپی کی کمی نے انہیں عالمی سطح پر پیچھے دھکیل دیا ہے۔
- فرقہ واریت اور انتہا پسندی: فرقہ واریت نے مسلم امہ کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے، جس سے داخلی اتحاد کمزور ہوا ہے۔ انتہا پسندی نے رواداری اور اعتدال کی اسلامی اقدار کو نقصان پہنچایا ہے اور مسلم معاشروں کو عدم استحکام کا شکار کیا ہے۔
- سیاسی عدم استحکام اور بد عنوانی: اکثر مسلم ممالک میں سیاسی عدم استحکام، آمرانہ طرزِ حکومت، اور بد عنوانی نے ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔ وسائل کا غیر منصفانہ استعمال اور حکمرانوں کی نااہلی نے عوام کی محرومیوں میں اضافہ کیا ہے۔
- معاشی عدم مساوات اور غربت: مسلم دنیا میں معاشی عدم مساوات اور غربت ایک سنگین مسئلہ ہے۔ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، غیر فعال اقتصادی پالیسیاں اور بیرونی قرضوں پر انحصار نے عوام کی فلاح و بہبود کو متاثر کیا ہے۔

- مغربی فکری یلغار اور ثقافتی انحراف: مغربی ثقافتی اور فکری یلغار نے مسلم معاشروں میں اپنی اقدار سے دوری پیدا کی ہے، جس سے نوجوان نسل میں شناخت کا بحران پیدا ہو رہا ہے۔ الحاد اور لادینیت کے شبہات بھی اسی یلغار کا حصہ ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ممکنہ حل:

- اجتہاد کا احیاء اور فکری بیداری: قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد کا دروازہ کھولنا اور جدید مسائل کا اسلامی حل تلاش کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ فکری بیداری کے ذریعے مسلم علماء اور دانشوروں کو نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کرنا چاہیے۔
- علمی ترقی اور سائنسی تحقیق: علم کے حصول کو دوبارہ اولین ترجیح بنانا ہو گا۔ قرآن نے بار بار غور و فکر اور کائنات کے مشاہدے کی دعوت دی ہے۔ "اقرا" (پڑھو) کا حکم اس کی بنیاد ہے۔ جدید سائنسی اور تکنیکی علوم میں مہارت حاصل کرنا اور تحقیق و ترقی کے لیے ادارے قائم کرنا ضروری ہے۔
- اتحادِ بین المسلمین اور رواداری: فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے قرآنی حکم "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا" (اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو) (سورۃ آل عمران: 103) پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ رواداری، افہام و تفہیم اور مشترکہ اسلامی اقدار پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔
- عدل و انصاف اور شفافیت: اسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد عدل و انصاف، مساوات اور شفافیت پر ہے۔ حکمرانوں کو اللہ کے سامنے جوابدہی کا احساس دلانا اور عوام کے حقوق کا تحفظ یقینی بنانا چاہیے۔ بدعنوانی کا خاتمہ اور میرٹ کی بالادستی ضروری ہے۔
- اقتصادی خود انحصاری اور زکوٰۃ کا نظام: اسلامی معیشت سود سے پاک اور زکوٰۃ کے نظام پر مبنی ہے جو دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتی ہے۔ مسلم ممالک کو اپنی معیشتوں کو مضبوط کرنا اور باہمی تجارت کو فروغ دینا چاہیے۔
- اسلامی شناخت کا تحفظ اور فکری دفاع: نوجوان نسل کو اسلامی اقدار اور عقائد کی مضبوطی سے آشنا کرنا چاہیے۔ مغربی فکری یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے مضبوط فکری دفاعی نظام قائم کرنا اور اسلامی نقطہ نظر سے جدید مسائل پر بحث کرنا ضروری ہے۔

سوال نمبر 2: مسلم معاشروں میں فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے فروغ کی وجوہات کیا ہیں؟ ان کے خاتمے کے لیے قرآنی و نبوی رہنمائی کی وضاحت کریں۔

مسلم معاشروں میں فرقہ واریت اور انتہا پسندی ایک ناسور کی حیثیت اختیار کر چکی ہے، جو امہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کر رہی ہے اور ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ ان دونوں رجحانات کے فروغ کی کئی وجوہات ہیں۔

فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے فروغ کی وجوہات:

- جہالت اور دین کی سطحی تفہیم: دین کی گہرائی سے ناواقفیت اور محض ظاہری رسومات پر زور فرقہ واریت کی بنیاد بنتا ہے۔ لوگ اپنے مکتبہ فکر کی تعلیمات کو ہی مکمل دین سمجھ لیتے ہیں اور دوسروں کے نقطہ نظر کو رد کر دیتے ہیں۔
- سیاسی مقاصد کا حصول: بعض اوقات سیاسی قوتیں اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے فرقہ واریت اور انتہا پسندی کو ہوا دیتی ہیں۔ عوام کو مذہبی بنیادوں پر تقسیم کر کے اپنے اقتدار کو طول دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔
- علماء کا کردار: بعض علماء کی جانب سے دوسرے فرقوں کی تکفیر اور ان پر تنقید نے بھی فرقہ واریت کو فروغ دیا ہے۔ رواداری اور برداشت کی بجائے شدت پسندی کو پروان چڑھایا گیا ہے۔
- معاشی محرومی اور ناانصافی: معاشی ناہمواری، غربت اور ناانصافی بھی انتہا پسندی کو جنم دیتی ہے۔ جب نوجوانوں کو روزگار اور انصاف نہیں ملتا تو وہ شدت پسند گروہوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔
- بیرونی مداخلت: بعض اوقات بیرونی قوتیں بھی مسلم ممالک میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا دیتی ہیں تاکہ انہیں کمزور کیا جا سکے اور اپنے مفادات حاصل کیے جا سکیں۔
- سوشل میڈیا کا منفی استعمال: سوشل میڈیا پر غلط معلومات، پروپیگنڈا اور نفرت انگیز مواد کی تشہیر نے بھی فرقہ وارانہ تعصبات کو بڑھاوا دیا ہے۔

قرآنی و نبوی رہنمائی برائے خاتمہ: اسلام دینِ فطرت ہے جو اعتدال، رواداری اور اتحاد کا درس دیتا ہے۔ قرآن و سنت میں فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے واضح ہدایات موجود ہیں۔

- اتحاد پر زور: قرآن مجید واضح طور پر مسلمانوں کو اتحاد کا حکم دیتا ہے اور تفرقہ بازی سے منع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔" (سورۃ آل عمران: 103) یہ آیت مسلمانوں کو ایک امت بن کر رہنے کی تلقین کرتی ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا: "اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے تفرقہ ڈالا اور واضح دلائل آنے کے بعد اختلاف کیا۔" (سورۃ آل عمران: 105)
- اعتدال اور میانہ روی: اسلام انتہا پسندی کی بجائے اعتدال اور میانہ روی کا درس دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "دین آسان ہے، اور جو کوئی دین میں سختی کرے گا، دین اس پر غالب آجائے گا۔" (صحیح بخاری) آپ ﷺ نے ہر قسم کی غلو اور شدت پسندی سے منع فرمایا۔
- باہمی احترام اور رواداری: نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنے اور باہمی رواداری کا مظاہرہ کرنے کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔" (صحیح مسلم) یہ حدیث اخوت اور بھائی چارے کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔
- علم اور تحقیق کی ترغیب: جہالت فرقہ واریت کی جڑ ہے۔ اسلام نے علم کے حصول پر زور دیا تاکہ لوگ دین کو صحیح معنوں میں سمجھ سکیں۔ قرآن و سنت کی گہری تفہیم اور اجتہاد کے ذریعے فکری اختلافات کو مثبت انداز میں حل کیا جاسکتا ہے۔
- عدل و انصاف کا قیام: معاشرے میں عدل و انصاف کا قیام انتہا پسندی کو روکنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جب لوگوں کو انصاف ملتا ہے تو وہ شدت پسندی کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: "اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو، اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو، خواہ تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔" (سورۃ النساء: 135)

ان قرآنی و نبوی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی مسلم معاشرے فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے چیلنجز پر قابو پا سکتے ہیں اور ایک مضبوط، متحد اور ترقی یافتہ امت کی تشکیل کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر 3: اتحادِ بین المسلمین کی شرعی حیثیت اور اہمیت پر روشنی ڈالیں۔ قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں اس کی بنیادیں واضح کریں۔

اتحادِ بین المسلمین سے مراد تمام مسلمانوں کا ایک امت کے طور پر متحد ہونا، باہمی اختلافات کو پس پشت ڈال کر مشترکہ مقاصد کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ یہ نہ صرف ایک اخلاقی ضرورت ہے بلکہ اسلامی شریعت کا بنیادی تقاضا بھی ہے۔

اتحادِ بین المسلمین کی شرعی حیثیت: اسلامی شریعت میں اتحادِ بین المسلمین فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ قرآن و سنت میں تفرقہ بازی کی شدید مذمت کی گئی ہے اور مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ اتحاد صرف ظاہری نہیں بلکہ فکری، نظریاتی اور عملی سطح پر بھی مطلوب ہے۔ اس کا مقصد مسلم امہ کو عالمی سطح پر درپیش چیلنجز کا مقابلہ کرنے اور اسلام کے پیغام کو مؤثر طریقے سے پیش کرنے کے قابل بنانا ہے۔

اتحادِ بین المسلمین کی اہمیت:

- دینی فریضہ: یہ اللہ تعالیٰ کا واضح حکم ہے اور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔
- قوت و شوکت کا ذریعہ: اتحاد ہی مسلم امہ کی قوت، شوکت اور وقار کا ضامن ہے۔ منتشر قومیں کبھی ترقی نہیں کر سکتیں۔
- دفاعی ضرورت: عالمی سطح پر مسلم امہ کو درپیش چیلنجز، جیسے اسلاموفوبیا، بیرونی مداخلت اور اقتصادی استحصال کا مقابلہ متحد ہو کر ہی کیا جا سکتا ہے۔
- دعوتِ دین کی مؤثر ترسیل: ایک متحد امت ہی اسلام کے پیغام کو دنیا کے سامنے مؤثر طریقے سے پیش کر سکتی ہے۔
- معاشرتی امن و استحکام: داخلی اتحاد معاشرے میں امن، بھائی چارے اور استحکام کو فروغ دیتا ہے۔

قرآنی و نبوی بنیادیں: اتحادِ بین المسلمین کی بنیادیں قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ میں گہرائی سے موجود ہیں۔

- قرآنی بنیادیں:

1. اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔" (سورۃ آل عمران: 103) یہ آیت اتحاد کو اللہ کی نعمت قرار دیتی ہے اور تفرقہ سے منع کرتی ہے۔

2. تفرقہ بازی سے ممانعت: قرآن مجید میں تفرقہ ڈالنے والوں کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ "اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے تفرقہ ڈالا اور واضح دلائل آنے کے بعد اختلاف کیا۔" (سورۃ آل عمران: 105) ایک اور جگہ فرمایا: "جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔" (سورۃ الانعام: 159)

3. امتِ واحدہ کا تصور: قرآن مسلمانوں کو ایک امت قرار دیتا ہے۔ "بے شک تمہاری یہ امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، پس میری عبادت کرو۔" (سورۃ الانبیاء: 92)

- احادیثِ نبویہ کی بنیادیں:

1. مسلمانوں کا ایک جسم کی مانند ہونا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کی مثال آپس میں محبت، رحم دلی اور ہمدردی میں ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم) یہ حدیث مسلمانوں کے باہمی تعلق کی گہرائی کو واضح کرتی ہے۔

2. اخوتِ اسلامی: آپ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔" (صحیح مسلم) یہ اخوت کا رشتہ تمام نسلی، لسانی اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہے۔

3. صفوں میں اتحاد: نماز میں صفوں کو سیدھا اور ملا کر کھڑا ہونے کا حکم بھی اتحاد کی عملی تربیت دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اپنی صفوں کو سیدھا کرو، کیونکہ صفوں کا سیدھا کرنا نماز کے کامل ہونے میں سے ہے۔" (صحیح بخاری) یہ ایک علامتی عمل ہے جو اجتماعی زندگی میں اتحاد کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

4. اختلافات میں حل: نبی اکرم ﷺ نے اختلافات کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔ "اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔" (سورۃ النساء: 59)

ان قرآنی و نبوی بنیادوں پر عمل پیرا ہو کر ہی مسلم امہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کر سکتی ہے اور عالمی سطح پر ایک مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

سوال نمبر 4: عصرِ حاضر میں مسلم امہ کے لیے جدید سائنسی و تکنیکی علوم کا حصول کیوں ناگزیر ہے؟ اسلامی نقطہ نظر سے اس کی اہمیت اور ترغیب پر بحث کریں۔

عصرِ حاضر میں مسلم امہ کے لیے جدید سائنسی و تکنیکی علوم کا حصول محض ایک انتخاب نہیں بلکہ ایک ناگزیر ضرورت بن چکا ہے۔ عالمی سطح پر ترقی اور بقا کا انحصار سائنسی و تکنیکی مہارت پر ہے۔ جو قومیں اس میدان میں پیچھے رہ جاتی ہیں، وہ دوسروں کی دست نگر ہو کر رہ جاتی ہیں۔

جدید سائنسی و تکنیکی علوم کے حصول کی ناگزیریت:

- اقتصادی ترقی اور خود انحصاری: جدید ٹیکنالوجی صنعتی ترقی، زراعت میں جدت اور معاشی خود انحصاری کی بنیاد ہے۔ اس کے بغیر مسلم ممالک عالمی منڈی میں مقابلہ نہیں کر سکتے اور ہمیشہ درآمدات پر انحصار کرتے رہیں گے۔
- دفاعی قوت: دفاعی ٹیکنالوجی میں مہارت کے بغیر کوئی قوم اپنی سرحدوں اور خود مختاری کا مؤثر دفاع نہیں کر سکتی۔ مسلم امہ کو اپنی دفاعی صلاحیتوں کو مضبوط کرنے کے لیے جدید سائنسی علوم میں آگے بڑھنا ہو گا۔
- صحت اور فلاح و بہبود: جدید طبی سائنس اور ٹیکنالوجی ہی عوام کو بہتر صحت کی سہولیات فراہم کر سکتی ہے۔ بیماریوں کے علاج، نئی ادویات کی تحقیق اور صحت عامہ کے مسائل کے حل کے لیے سائنسی ترقی ضروری ہے۔
- معاشرتی ترقی اور معیارِ زندگی: انفارمیشن ٹیکنالوجی، مواصلات، توانائی اور دیگر شعبوں میں ترقی براہ راست عوام کے معیارِ زندگی کو بہتر بناتی ہے اور معاشرتی ترقی کا باعث بنتی ہے۔
- عالمی سطح پر وقار اور اثر و رسوخ: سائنسی اور تکنیکی میدان میں برتری اقوام عالم میں عزت و وقار کا باعث بنتی ہے اور انہیں عالمی فیصلوں میں مؤثر کردار ادا کرنے کے قابل بناتی ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے اہمیت اور ترغیب: اسلام نے علم کے حصول پر بے پناہ زور دیا ہے اور سائنسی علوم کو کبھی دین کے منافی قرار نہیں دیا۔ بلکہ قرآن مجید اور سنتِ نبوی میں کائنات کے مشاہدے، غور و فکر اور تجربات کی بھرپور ترغیب دی گئی ہے۔

- قرآنی ترغیب:

1. علم کی فضیلت: قرآن کی پہلی وحی "اقرا" (پڑھو) سے شروع ہوتی ہے، جو علم کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟" (سورۃ الزمر: 9) یہ آیت علم والوں کی فضیلت بیان کرتی ہے۔

2. کائنات میں غور و فکر: قرآن مجید بار بار انسان کو کائنات میں غور و فکر کرنے، آسمانوں اور زمین کی تخلیق، ستاروں، پہاڑوں، سمندروں اور حیوانات میں اللہ کی نشانیوں کو تلاش کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ "بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔" (سورۃ آل عمران: 190) یہ آیات سائنسی تحقیق کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

3. تسخیرِ کائنات: اللہ تعالیٰ نے انسان کو کائنات کو مسخر کرنے کا اختیار دیا ہے: "اور اس نے تمہارے لیے زمین و آسمان کی ہر چیز کو مسخر کر دیا ہے۔" (سورۃ الجاثیہ: 13) یہ تسخیر سائنسی علم اور ٹیکنالوجی کے بغیر ممکن نہیں۔

- نبوی ترغیب:

1. علم کا حصول فرض: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔" (سنن ابن ماجہ) اس میں دینی اور دنیاوی دونوں علوم شامل ہیں۔

2. حکمت مومن کی گمشدہ میراث: آپ ﷺ نے فرمایا: "حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے، جہاں بھی اسے پائے، وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔" (سنن ترمذی) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ علم اور حکمت جہاں سے بھی ملے، اسے حاصل کرنا چاہیے۔

3. سائنسی ترقی کی حوصلہ افزائی: نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو مختلف فنون اور ٹیکنالوجی سیکھنے کی ترغیب دی۔ مثلاً، جنگی حکمت عملیوں، زراعت کے طریقوں اور دیگر عملی علوم میں بہتری لانے کی حوصلہ افزائی کی۔

لہٰذا، جدید سائنسی و تکنیکی علوم کا حصول نہ صرف دنیاوی ترقی کے لیے ضروری ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق بھی ہے۔ مسلم امہ کو اپنے ماضی کے سنہری دور کو یاد کرتے ہوئے، جب وہ سائنسی علوم کے امام تھے، دوبارہ اس میدان میں قیادت سنبھالنے کی ضرورت ہے۔

سوال نمبر 5: مغربی فکری یلغار اور الحاد کے شبہات کا سدباب کرنے کے لیے مسلم نوجوانوں کو کس طرح تیار کیا جاسکتا ہے؟ اسلامی عقائد کی مضبوطی اور فکری دفاع کی اہمیت بیان کریں۔

عصر حاضر میں مسلم نوجوانوں کو مغربی فکری یلغار اور الحاد کے بڑھتے ہوئے چیلنجز کا سامنا ہے۔ سوشل میڈیا، انٹرنیٹ اور عالمی میڈیا کے ذریعے لادینیت، شکوک و شبہات اور اسلامی اقدار کے خلاف پروپیگنڈا تیزی سے پھیل رہا ہے، جس سے نوجوانوں میں فکری انتشار اور ایمانی کمزوری پیدا ہو رہی ہے۔ اس کا سدباب کرنے کے لیے ایک منظم اور جامع حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

مسلم نوجوانوں کو تیار کرنے کے طریقے:

- اسلامی عقائد کی گہرائی سے تفہیم: نوجوانوں کو سطحی معلومات کی بجائے اسلامی عقائد (توحید، رسالت، آخرت) کی گہرائی اور عقلی دلائل کے ساتھ تعلیم دی جائے۔ انہیں بتایا جائے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر دور کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔
- قرآن و سنت سے براہ راست تعلق: نوجوانوں کو قرآن مجید کے معانی و مطالب اور احادیثِ نبویہ کے فہم کی طرف راغب کیا جائے۔ جب وہ براہ راست ماخذ سے دین کو سمجھیں گے تو بیرونی شبہات کا مقابلہ کر سکیں گے۔
- فکری دفاع کی تربیت: انہیں مغربی فکری یلغار کے بنیادی نکات (جیسے سیکولرازم، لبرل ازم، الحاد کے دلائل) سے آگاہ کیا جائے اور اسلامی نقطہ نظر سے ان کا مدلل جواب دینے کی تربیت دی جائے۔ انہیں فکری تنقید اور تجزیہ کی صلاحیت سے آراستہ کیا جائے۔
- جدید سائنسی علوم سے آشنائی: نوجوانوں کو یہ سمجھایا جائے کہ سائنس اور اسلام میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ انہیں جدید سائنسی دریافتوں کو اسلامی تناظر میں دیکھنے کی ترغیب دی جائے تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ سائنس دراصل اللہ کی تخلیق کی عظمت کو ہی ظاہر کرتی ہے۔
- مثبت رول ماڈلز کی فراہمی: ایسے مسلم سائنسدانوں، مفکرین اور کامیاب شخصیات کو بطور رول ماڈل پیش کیا جائے جنہوں نے دین اور دنیا دونوں میں توازن قائم رکھا ہو۔
- بحث و مباحثہ کے مواقع: نوجوانوں کو ایسے پلیٹ فارم فراہم کیے جائیں جہاں وہ آزادانہ اور تعمیری ماحول میں اپنے سوالات اور شبہات پیش کر سکیں اور ان کے تسلی بخش جوابات حاصل کر سکیں۔
- اخلاقی تربیت اور کردار سازی: صرف فکری مضبوطی کافی نہیں، اخلاقی اور عملی تربیت بھی ضروری ہے۔ انہیں اسلامی اخلاق، عدل، سچائی، امانت اور خدمتِ خلق کی اہمیت سکھائی جائے۔

اسلامی عقائد کی مضبوطی اور فکری دفاع کی اہمیت:

- ایمانی استحکام: اسلامی عقائد کی مضبوطی نوجوانوں کے ایمان کو مستحکم کرتی ہے اور انہیں ہر قسم کے فکری حملوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ جب بنیاد مضبوط ہو تو عمارت کو گرانا مشکل ہوتا ہے۔
- شناخت کا تحفظ: فکری دفاع نوجوانوں کو اپنی اسلامی شناخت پر فخر کرنا سکھاتا ہے اور انہیں مغربی ثقافتی یلغار سے بچاتا ہے۔ یہ انہیں اپنی اقدار اور ورثے سے جوڑے رکھتا ہے۔
- ذہنی سکون اور اطمینان: مضبوط عقائد اور فکری وضاحت نوجوانوں کو ذہنی سکون اور اطمینان فراہم کرتی ہے۔ وہ زندگی کے مقاصد اور معنی کو سمجھ پاتے ہیں، جو الحاد کے پیروکاروں میں اکثر مفقود ہوتا ہے۔
- دعوتِ دین کا مؤثر ذریعہ: جو نوجوان خود فکری طور پر مضبوط ہوں گے، وہ دوسروں تک اسلام کا پیغام مؤثر طریقے سے پہنچا سکیں گے اور الحاد کے شبہات کا ازالہ کر سکیں گے۔
- معاشرتی استحکام: مضبوط عقائد کے حامل نوجوان معاشرے میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں، وہ اخلاقی اقدار کو فروغ دیتے ہیں اور معاشرتی بگاڑ کا مقابلہ کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مضبوط رہنے کا حکم دیا ہے: "اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی تھی۔" (سورۃ النساء: 136) یہ ایمان کی مضبوطی ہی فکری دفاع کی پہلی سیڑھی ہے۔

سوال نمبر 6: اسلامی نشاۃِ ثانیہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے حصول میں نوجوان نسل کا کردار کیا ہو سکتا ہے اور ان کی کردار سازی کے لیے کیا اقدامات ضروری ہیں؟

اسلامی نشاۃِ ثانیہ کا مفہوم: اسلامی نشاۃِ ثانیہ سے مراد مسلم امہ کی فکری، علمی، اخلاقی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی سطح پر دوبارہ بیداری اور عروج ہے۔ یہ ماضی کے سنہری اسلامی دور کی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے اور اسلام کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں عصرِ حاضر کے چیلنجز کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک ترقی یافتہ، خود مختار اور باوقار معاشرہ قائم کرنے کا نام ہے۔ اس کا مقصد صرف ماضی کی تقلید نہیں بلکہ اسلامی اقدار اور تعلیمات کی بنیاد پر جدید دور کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ایک نئی اور متحرک تہذیب کی تعمیر ہے۔

اسلامی نشاۃِ ثانیہ کے حصول میں نوجوان نسل کا کردار: نوجوان نسل کسی بھی قوم کا سب سے قیمتی اثاثہ ہوتی ہے اور اسلامی نشاۃِ ثانیہ کے حصول میں ان کا کردار کلیدی ہے۔

- علمی قیادت: نوجوانوں کو دینی اور دنیاوی دونوں علوم میں مہارت حاصل کرنی چاہیے۔ وہ جدید سائنسی، تکنیکی اور فکری میدانوں میں قیادت سنبھالیں تاکہ مسلم امہ علم و تحقیق میں خود کفیل ہو سکے۔
- فکری بیداری اور دفاع: انہیں اسلامی عقائد کی گہرائی سے تفہیم حاصل کرنی چاہیے اور مغربی فکری یلغار، الحاد اور شکوک و شبہات کا مدلل جواب دینے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے۔
- اخلاقی برتری: نوجوانوں کو اسلامی اخلاق (عدل، امانت، سچائی، ایثار، خدمتِ خلق) کا عملی نمونہ بننا چاہیے۔ ان کا کردار اتنا مضبوط ہو کہ وہ دوسروں کے لیے مشعلِ راہ بن سکیں۔
- اتحاد اور فرقہ واریت کا خاتمہ: نوجوانوں کو فرقہ واریت اور لسانی تعصبات سے بالاتر ہو کر امت کے اتحاد کے لیے کام کرنا چاہیے۔ انہیں باہمی رواداری اور افہام و تفہیم کو فروغ دینا چاہیے۔
- سماجی تبدیلی کے محرک: وہ معاشرے میں مثبت سماجی تبدیلی لانے کے لیے سرگرم کردار ادا کریں۔ بدعنوانی، ناانصافی اور دیگر سماجی برائیوں کے خلاف آواز اٹھائیں اور عملی جدوجہد کریں۔
- سیاسی شعور اور قیادت: نوجوانوں کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں سیاسی شعور حاصل کرنا چاہیے اور مستقبل میں ایسی قیادت فراہم کرنی چاہیے جو عدل و انصاف پر مبنی حکومتی نظام قائم کر سکے۔

نوجوان نسل کی کردار سازی کے لیے ضروری اقدامات: نوجوانوں کو اس عظیم مقصد کے لیے تیار کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں:

- جامع تعلیمی نظام: ایسا تعلیمی نظام وضع کیا جائے جو دینی اور دنیاوی علوم کو یکجا کرے۔ نصاب میں اسلامی اقدار، تاریخ اور فکری دفاع کے موضوعات کو شامل کیا جائے۔
- تربیت گاہوں کا قیام: ایسی تربیت گاہیں اور ادارے قائم کیے جائیں جہاں نوجوانوں کو قیادت، اخلاقیات، فکری دفاع اور جدید مہارتوں کی تربیت دی جائے۔
-

حصہ سوم: امتحانی 20 نمبر والے تفصیلی سوالات و جوابات (Mark Exam Standard-20)

سوال نمبر 1: مسلم دنیا کی موجودہ پسماندگی کے اسباب کیا ہیں؟ ان اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے حل کے لیے عملی تجاویز پیش کریں۔

تمہید اور لغوی و اصطلاحی مفہوم:

عصرِ حاضر میں مسلم امہ کو جن چیلنجز کا سامنا ہے، ان میں سب سے نمایاں اس کی مجموعی پسماندگی ہے۔ ایک وقت تھا جب مسلمان دنیا کے امام اور علم و حکمت کے سرچشمہ تھے۔ بغداد، قرطبہ، دمشق اور قاہرہ جیسے شہر علم و فن کے مراکز تھے جہاں سے دنیا نے روشنی حاصل کی۔ مگر آج مسلم دنیا کا ایک بڑا حصہ علمی، سائنسی، اقتصادی اور سیاسی میدانوں میں ترقی یافتہ اقوام سے بہت پیچھے ہے۔ پسماندگی کا لغوی معنی پیچھے رہ جانا یا ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانا ہے۔ اصطلاحاً، یہ کسی قوم یا معاشرے کی علمی، اقتصادی، سماجی، سیاسی اور تکنیکی ترقی کی کمی کو ظاہر کرتا ہے، جہاں وہ جدید دنیا کے تقاضوں کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ یہ صرف مادی ترقی کا فقدان نہیں بلکہ فکری جمود، اخلاقی زوال اور خود احتسابی کی کمی کا بھی مظہر ہے۔ اس سوال میں ہم مسلم دنیا کی موجودہ پسماندگی کے بنیادی اسباب کا جائزہ لیں گے اور پھر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے عملی حل پیش کریں گے۔

قرآنی آیات مع عربی متن و ترجمہ اور مستند احادیث کے دلائل:

اسلام ایک ترقی پسند دین ہے جو علم، عمل اور عدل پر زور دیتا ہے۔ قرآن و سنت میں امت مسلمہ کو ہمیشہ عروج و ترقی کی ترغیب دی گئی ہے۔

قرآنی آیات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ (آل عمران:110)

ترجمہ: "تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ امت مسلمہ کو خیرِ امت کا خطاب اس کی ذمہ داریوں کی وجہ سے ملا ہے، اور جب وہ ان ذمہ داریوں سے غافل ہو جاتی ہے تو زوال کا شکار ہو جاتی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ﴿الرعد:11﴾

ترجمہ: "بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔"

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ کسی بھی قوم کی ترقی یا تنزلی اس کے اپنے اعمال اور کوششوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ پسماندگی سے نکلنے کے لیے خود احتسابی اور عملی جدوجہد ناگزیر ہے۔

احادیث نبویہ:

رسول اللہ ﷺ نے علم کے حصول اور قوت کی اہمیت پر زور دیا:

"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔" (ابن ماجہ)

ترجمہ: "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔"

یہ حدیث علمی پسماندگی کے خاتمے کے لیے بنیادی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا:

"المؤمن القوی خیر واحب الی اللہ من المؤمن الضعیف وفی کل خیر۔" (صحیح مسلم)

ترجمہ: "طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے، اور دونوں میں خیر ہے۔"

یہ حدیث ہر قسم کی قوت، بشمول علمی، اقتصادی، اور دفاعی قوت کے حصول کی ترغیب دیتی ہے۔

مسلم دنیا کی پسماندگی کے اسباب:

1. علمی و فکری جمود:

مسلمانوں نے ایک دور میں علم و تحقیق کے میدان میں نمایاں کارنامے انجام دیے، لیکن بعد میں اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا اور تقلید پرستی عام ہو گئی۔ جدید علوم سے دوری اور صرف دینی علوم کو کافی سمجھنا، جبکہ دین نے کبھی علم کی تقسیم نہیں کی، اس جمود کا باعث بنا۔ آج بھی مسلم دنیا میں تحقیق و ترقی (R&D) پر بہت کم سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔

2. سیاسی عدم استحکام اور بد عنوانی:

مسلم ممالک میں اکثر سیاسی عدم استحکام، آمریت، اور بد عنوانی کا راج ہے۔ یہ عوامل حکومتی اداروں کو کمزور کرتے ہیں، عوام کا اعتماد مجروح کرتے ہیں اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ وسائل کا غلط استعمال اور اقربا پروری عام ہے۔

3. اقتصادی پسماندگی اور وسائل کا غلط استعمال:

مسلم دنیا قدرتی وسائل سے مالا مال ہے، لیکن ان وسائل کا زیادہ تر فائدہ غیر مسلم ممالک اٹھاتے ہیں۔ صنعتی ترقی کی کمی، زراعت پر عدم توجہ، اور جدید اقتصادی ماڈلز کو نہ اپنانا اقتصادی پسماندگی کی اہم وجوہات ہیں۔ غربت اور بے روزگاری عام ہے۔

4. فرقہ واریت اور باہمی اختلافات:

مسلم امہ فرقوں، مسلکوں اور گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ یہ اختلافات نہ صرف اندرونی طور پر کمزوری کا باعث بنتے ہیں بلکہ بیرونی قوتوں کو بھی مداخلت کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ باہمی رواداری اور برداشت کی کمی نے امت کو تقسیم کر رکھا ہے۔

5. جدید سائنسی و تکنیکی علوم سے دوری:

مسلمانوں نے ایک دور میں سائنس و ٹیکنالوجی میں رہنمائی کی، لیکن آج وہ اس میدان میں مغربی دنیا پر مکمل انحصار کرتے ہیں۔ جدید سائنسی تعلیم اور تحقیق کو نظر انداز کرنا، اور اس کے لیے مناسب ماحول اور سرمایہ کاری فراہم نہ کرنا پسماندگی کا ایک بڑا سبب ہے۔

6. اخلاقی زوال اور اقدار سے انحراف:

اسلامی اخلاقی اقدار جیسے عدل، امانت، دیانت، محنت اور ایثار سے دوری نے معاشرتی ڈھانچے کو کمزور کر دیا ہے۔ جھوٹ، فریب، سستی اور خود غرضی نے معاشرے میں جڑیں پکڑ لی ہیں۔ یہ اخلاقی گراوٹ ہر قسم کی ترقی میں رکاوٹ ہے۔

7. بیرونی مداخلت اور استعماری قوتوں کا اثر:

تاریخی طور پر اور موجودہ دور میں بھی، مسلم ممالک بیرونی طاقتوں کی مداخلت کا شکار رہے ہیں۔ استعماری قوتوں نے مسلم دنیا کو تقسیم کیا، ان کے وسائل پر قبضہ کیا اور انہیں ایک دوسرے سے لڑایا۔ یہ مداخلت آج بھی مختلف شکلوں میں جاری ہے۔

8. قیادت کا فقدان:

مسلم دنیا کو ایسی قیادت کی کمی کا سامنا ہے جو بصیرت افروز، ایماندار، اور امت کے حقیقی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اکثر حکمران ذاتی مفادات کو قومی مفادات پر ترجیح دیتے ہیں۔

9. تعلیمی نظام کی خامیوں:

مسلم ممالک کے تعلیمی نظام جدید دنیا کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ رٹا سسٹم، تحقیق کی کمی، اور اخلاقی تربیت کا فقدان تعلیمی نظام کی بنیادی خامیاں ہیں۔ دینی اور دنیاوی تعلیم کا غیر ضروری امتیاز بھی نقصان دہ ہے۔

10. تحقیق و ترقی کا فقدان:

کسی بھی قوم کی ترقی کے لیے تحقیق و ترقی (R&D) ناگزیر ہے۔ مسلم ممالک میں اس شعبے پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ نئی ایجادات اور ٹیکنالوجی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

11. خود احتسابی کا فقدان:

مسلم امہ میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی بجائے دوسروں پر الزام تراشی کا رجحان زیادہ ہے۔ خود احتسابی کا فقدان ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

پسماندگی کے خاتمے اور اسلامی نشاۃِ ثانیہ کے لیے عملی تجاویز:

1. اتحاد و یکجہتی کا فروغ:

قرآن و سنت کی روشنی میں فرقہ واریت کا خاتمہ اور امت مسلمہ کے درمیان اتحاد و یکجہتی کا فروغ انتہائی ضروری ہے۔ مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے باہمی تعاون کو بڑھایا جائے۔

2. علمی و تحقیقی بیداری:

علم کے حصول کو دوبارہ اولین ترجیح بنایا جائے۔ جدید سائنسی و تکنیکی علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم میں بھی تحقیق و اجتہاد کا دروازہ کھولا جائے۔ تعلیمی اداروں کو تحقیق کے مراکز بنایا جائے۔

3. عدل و انصاف کا قیام:

قرآنی اصولوں پر مبنی عدل و انصاف کے نظام کا قیام ناگزیر ہے۔ بدعنوانی کا خاتمہ کیا جائے اور حکومتی اداروں کو شفاف بنایا جائے۔ یہ معاشرتی امن اور ترقی کی بنیاد ہے۔

4. اخلاقی تربیت اور کردار سازی:

نوجوان نسل کی اسلامی اقدار پر مبنی اخلاقی تربیت کی جائے۔ دیانت، امانت، محنت، سچائی اور ذمہ داری کا احساس اجاگر کیا جائے۔ مساجد، مدارس اور تعلیمی اداروں کو کردار سازی کے مراکز بنایا جائے۔

5. اقتصادی خود انحصاری:

مسلم ممالک کو اقتصادی طور پر خود انحصار بنانا چاہیے۔ صنعتی ترقی، زراعت میں جدت، اور باہمی تجارت کو فروغ دیا جائے۔ اسلامی مالیاتی نظام کو مضبوط کیا جائے۔

6. جدید سائنسی و تکنیکی ترقی:

سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں سرمایہ کاری کی جائے، نئے تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں اور نوجوانوں کو اس میدان میں آگے بڑھنے کی ترغیب دی جائے۔ اپنی ٹیکنالوجی خود تیار کی جائے۔

7. مضبوط اور ایماندار قیادت کا انتخاب:

ایسی قیادت کا انتخاب کیا جائے جو امت کے مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دے، بصیرت مند ہو اور اسلامی اصولوں پر کاربند ہو۔

8. میڈیا کا مثبت استعمال:

میڈیا کو اسلامی اقدار کے فروغ، علمی بیداری اور اتحاد بین المسلمین کے لیے استعمال کیا جائے۔ منفی پروپیگنڈے کا مقابلہ مثبت اور تعمیری انداز میں کیا جائے۔

9. خود احتسابی اور اصلاح:

اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا جائے اور ان کی اصلاح کے لیے اجتماعی کوششیں کی جائیں۔ ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھ کر مستقبل کی حکمت عملی بنائی جائے۔

10. خواتین کا فعال کردار:

مسلم معاشروں میں خواتین کو تعلیم، معیشت اور معاشرتی ترقی میں فعال کردار ادا کرنے کے مواقع فراہم کیے جائیں، اسلامی حدود میں رہتے ہوئے۔

عملی و اخلاقی تطبیق:

پسماندگی سے نکلنے کے لیے ہر فرد، خاندان، معاشرے اور ریاست کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی ہوگی۔ انفرادی سطح پر ہر مسلمان کو علم کے حصول، اخلاقی بہتری اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی پر توجہ دینی چاہیے۔ خاندانی سطح پر بچوں کی صحیح تربیت، انہیں جدید علوم سے آراستہ کرنا اور اسلامی اقدار سکھانا ضروری ہے۔ معاشرتی سطح پر مساجد، مدارس اور تعلیمی اداروں کو فعال کردار ادا کرنا چاہیے تاکہ وہ فکری بیداری اور کردار سازی کے مراکز بن سکیں۔ ریاستی سطح پر حکومتی اداروں کو شفافیت، عدل و انصاف اور عوام کی فلاح و بہبود کو یقینی بنانا چاہیے۔ اقتصادی ترقی، سائنسی تحقیق اور دفاعی قوت کو مضبوط کرنا ریاست کی اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ یہ تمام اقدامات اخلاقی بنیادوں پر استوار ہونے چاہئیں تاکہ پائیدار ترقی حاصل کی جاسکے۔

حاصلِ کلام / نتیجہ بحث:

مسلم دنیا کی موجودہ پسماندگی ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جس کے کئی اسباب ہیں۔ تاہم، اسلامی تعلیمات میں ان تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ قرآن و سنت علم، عدل، اتحاد، محنت اور اخلاقی بلندی پر زور دیتے ہیں۔ اگر امت مسلمہ اپنی بنیادی اقدار کی طرف لوٹ آئے، فکری جمود کو توڑے، جدید علوم کو اپنائے، اور باہمی اختلافات کو بھلا کر اتحاد کی راہ اپنائے تو وہ ایک بار پھر دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتی ہے۔ اسلامی نشاۃِ ثانیہ کا خواب اسی صورت میں شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے جب ہم خود اپنی حالت بدلنے کا عزم کریں اور عملی اقدامات اٹھائیں۔ امید ہے کہ یہ تجاویز مسلم امہ کو پسماندگی کے اندھیروں سے نکال کر ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔

سوال نمبر 2: اتحادِ بین المسلمین کی اہمیت و ضرورت پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔ قرآنی و نبوی بنیادوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرقہ واریت کے خاتمے اور اتحاد کے حصول کی عملی تدابیر بیان کریں۔

تمہید اور لغوی و اصطلاحی مفہوم:

عصرِ حاضر میں مسلم امہ کو جن سنگین چیلنجز کا سامنا ہے، ان میں سب سے بڑا چیلنج فرقہ واریت اور باہمی اختلافات ہیں۔ یہ اختلافات امت کی قوت کو پارہ پارہ کر رہے ہیں اور اسے اندرونی طور پر کمزور کر رہے ہیں۔ ایسے میں اتحادِ بین المسلمین کی اہمیت و ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اتحاد کا لغوی معنی یکجا ہونا، ایک ہونا یا متفق ہونا ہے۔ اصطلاحاً، اتحادِ بین المسلمین سے مراد تمام مسلمانوں کا مسلکی، لسانی، علاقائی اور نسلی اختلافات سے بالاتر ہو کر ایک امت کے

طور پر متحد ہونا، مشترکہ مقاصد کے لیے جدوجہد کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ یہ صرف سیاسی یا سماجی اتحاد نہیں بلکہ فکری، اخلاقی اور عملی ہم آہنگی کا نام ہے۔ اس سوال میں ہم اتحادِ بین المسلمین کی اہمیت، اس کی قرآنی و نبوی بنیادوں اور اس کے حصول کی عملی تدابیر پر تفصیلی بحث کریں گے۔

قرآنی آیات مع عربی متن و ترجمہ اور مستند احادیث کے دلائل:

قرآن و سنت میں اتحاد و اتفاق پر بے پناہ زور دیا گیا ہے اور تفرقہ بازی کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

قرآنی آیات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (آل عمران: 103)

ترجمہ: "اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔ اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

یہ آیت اتحاد کی اہمیت اور تفرقہ کے نقصانات کو واضح طور پر بیان کرتی ہے۔ اللہ کی رسی سے مراد قرآن، دین اسلام اور اس کی تعلیمات ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الحجرات: 10)

ترجمہ: "بے شک تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

یہ آیت ایمانی اخوت کو بنیادی حیثیت دیتی ہے اور اختلافات کی صورت میں صلح کی ترغیب دیتی ہے۔

احادیث نبویہ:

رسول اللہ ﷺ نے اتحاد و محبت کی عملی مثالیں قائم کیں اور اس کی فضیلت بیان کی:

"المسلم اخو المسلم، لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ۔" (صحیح مسلم)

ترجمہ: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے۔"

یہ حدیث اخوت کے حقوق اور اس کے تقاضوں کو بیان کرتی ہے۔

ایک اور مشہور حدیث میں فرمایا:

"مثل المؤمنین فی توادہم وتراحمہم وتعاطفہم کمثل الجسد الواحد، اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسہر والحمی۔" (صحیح بخاری و مسلم)

ترجمہ: "مومنوں کی مثال آپس میں محبت، رحم دلی اور ہمدردی میں ایک جسم کی سی ہے، جب اس کا ایک عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں اس کا شریک ہوتا ہے۔"

یہ حدیث امت مسلمہ کو ایک اکائی کے طور پر رہنے کی ترغیب دیتی ہے، جہاں ایک حصے کی تکلیف پورے جسم کی تکلیف بن جائے۔

اتحادِ بین المسلمین کی اہمیت و ضرورت:

1. امت کی قوت کا راز:

اتحاد امت کی سب سے بڑی قوت ہے۔ جب مسلمان متحد ہوتے ہیں تو

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

حصہ چہارم: کثیر الانتخابی سوالات و معروضی بینک (Solved MCQs Bank)

سوال نمبر 1: مسلم دنیا کی موجودہ پسماندگی کی ایک اہم وجہ کیا ہے؟

- مغربی تہذیب کا اثر
- علمی اور تکنیکی علوم سے دوری
- فرقہ وارانہ اختلافات
- مغربی ممالک سے معاشی تعاون

✓ درست جواب: علمی اور تکنیکی علوم سے دوری

وضاحت: مسلم دنیا کی پسماندگی کی ایک بڑی وجہ جدید سائنسی اور تکنیکی علوم میں پیچھے رہ جانا ہے۔

سوال نمبر 2: فرقہ واریت کا خاتمہ کس چیز پر منحصر ہے؟

- مختلف فرقوں کے علماء کا اجلاس
- قرآن و سنت کی مشترکہ تعلیمات پر عمل
- مغربی ممالک کی مداخلت
- فرقہ وارانہ شدت پسندی کو ہوا دینا

✓ درست جواب: قرآن و سنت کی مشترکہ تعلیمات پر عمل

وضاحت: قرآن و سنت کی تعلیمات مسلمانوں کو اتحاد کا درس دیتی ہیں اور فرقہ واریت کے خاتمے کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

سوال نمبر 3: اتحاد بین المسلمین کی قرآنی بنیاد کس آیت میں ملتی ہے؟

- سورۃ البقرہ، آیت 105
- سورۃ آل عمران، آیت 103
- سورۃ النساء، آیت 1
- سورۃ المائدہ، آیت 3

✓ درست جواب: سورۃ آل عمران، آیت 103

وضاحت: سورۃ آل عمران کی آیت 103 'واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا' مسلمانوں کو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور تفرقہ سے بچنے کا حکم دیتی ہے۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 4: مسلمانوں کو جدید سائنسی اور تکنیکی علوم حاصل کرنے کی ضرورت کیوں ہے؟

- مغربی ممالک کی تقلید کے لیے
- دنیاوی ترقی اور دفاع کے لیے
- اسلامی تعلیمات کو ترک کرنے کے لیے
- فرقہ واریت کو بڑھانے کے لیے

✓ درست جواب: دنیاوی ترقی اور دفاع کے لیے

وضاحت: جدید علوم حاصل کرنا مسلم امہ کے لیے دنیاوی ترقی، معاشی استحکام اور دفاعی صلاحیت کو مضبوط کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔

سوال نمبر 5: مغربی فکری یلغار سے مراد کیا ہے؟

- مغربی ممالک سے تجارتی تعلقات
- مغربی افکار و نظریات کا اسلامی اقدار پر اثر انداز ہونا
- مغربی طرز زندگی اپنانا
- مغربی سائنس و ٹیکنالوجی کا استعمال

✓ درست جواب: مغربی افکار و نظریات کا اسلامی اقدار پر اثر انداز ہونا

وضاحت: مغربی فکری یلغار سے مراد وہ کوششیں ہیں جن کے ذریعے مغربی افکار، نظریات اور طرز زندگی کو اسلامی معاشروں میں پھیلایا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی شناخت اور اقدار سے دور ہو جائیں۔

سوال نمبر 6: الحاد کے شبہات کا سدباب کس طرح کیا جا سکتا ہے؟

- مذہبی شدت پسندی کو فروغ دے کر
- اسلامی تعلیمات کی صحیح تفہیم اور عقلی دلائل سے
- مغربی افکار کو مکمل طور پر رد کر کے
- سائنسی علوم سے گریز کر کے

✓ درست جواب: اسلامی تعلیمات کی صحیح تفہیم اور عقلی دلائل سے

وضاحت: الحاد کے شبہات کا مقابلہ اسلامی تعلیمات کی گہری اور عقلی تفہیم، اور جدید علمی و سائنسی حقائق کو مدنظر رکھ کر کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر 7: مسلم دنیا میں انتہا پسندی کی وجوہات میں سے ایک کیا ہے؟

- علمی ترقی
- فرقہ وارانہ تعصب اور غلط فہمیاں
- اتحاد بین المسلمین
- سائنسی علوم کا فروغ

✓ درست جواب: فرقہ وارانہ تعصب اور غلط فہمیاں

وضاحت: فرقہ وارانہ تعصب، غلط فہمیاں اور شدت پسندانہ نظریات مسلم دنیا میں انتہا پسندی کو ہوا دیتے ہیں۔

سوال نمبر 8: اسلامی نشاۃِ ثانیہ کا مقصد کیا ہے؟

- مغربی تہذیب کو اپنانا
- اسلامی اقدار اور روایات کو بحال کرنا اور جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا
- فرقہ واریت کو فروغ دینا
- سائنسی علوم سے کنارہ کشی اختیار کرنا

✓ درست جواب: اسلامی اقدار اور روایات کو بحال کرنا اور جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا

وضاحت: اسلامی نشاۃِ ثانیہ کا مقصد مسلمانوں کو ان کی اصل اسلامی شناخت، اقدار اور روایات کی طرف لوٹانا ہے جبکہ انہیں جدید علمی اور سائنسی ترقی سے بھی ہم آہنگ کرنا ہے۔

سوال نمبر 9: نوجوان نسل کی کردار سازی کے لیے سب سے اہم عنصر کیا ہے؟

- مغربی لٹریچر کا مطالعہ
- اسلامی تعلیمات اور سیرت النبی پر عمل
- فرقہ وارانہ نظریات کو اپنانا
- سائنسی علوم سے بے اعتنائی

✓ درست جواب: اسلامی تعلیمات اور سیرت النبی پر عمل

وضاحت: نوجوان نسل کی صحیح کردار سازی کے لیے اسلامی تعلیمات، قرآنی اصولوں اور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ پر عمل کرنا بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

سوال نمبر 10: مسلم امہ کو درپیش فکری چیلنجز میں کون سا شامل ہے؟

- علمی اتحاد
- مغربی لبرل ازم اور سیکولرازم کا اثر
- فرقہ وارانہ ہم آہنگی
- سائنسی تحقیق میں اضافہ

✓ **درست جواب: مغربی لبرل ازم اور سیکولرازم کا اثر**

وضاحت: مغربی لبرل ازم اور سیکولرازم جیسے نظریات مسلم معاشروں میں فکری چیلنجز پیدا کرتے ہیں جو اسلامی اقدار اور روایات کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔

سوال نمبر 11: اتحاد بین المسلمین کی نبوی بنیاد کس واقعے سے واضح ہوتی ہے؟

- غزوہ بدر
- فتح مکہ
- حجۃ الوداع کا خطبہ
- صلح حدیبیہ

✓ **درست جواب: حجۃ الوداع کا خطبہ**

وضاحت: حجۃ الوداع کے خطبہ میں نبی کریم ﷺ نے "اے لوگو! سنو، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔" فرما کر نسلی امتیاز ختم کیا اور اتحاد کا درس دیا۔

سوال نمبر 12: مسلم دنیا کی پسماندگی کا ایک سبب "علمی جمود" کس سے متعلق ہے؟

- قدیم علوم کا مطالعہ
- جدید سائنسی اور تکنیکی علوم سے عدم دلچسپی
- مغربی فلسفہ کا مطالعہ
- فرقہ وارانہ کتب کا مطالعہ

✓ **درست جواب: جدید سائنسی اور تکنیکی علوم سے عدم دلچسپی**

وضاحت: علمی جمود سے مراد جدید سائنسی اور تکنیکی علوم کے حصول اور ان میں ترقی کے لیے کوشش نہ کرنا ہے، جو مسلم دنیا کی پسماندگی کا باعث ہے۔

سوال نمبر 13: انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے کون سا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے؟

- شدت پسندوں سے مذاکرات
- اسلامی تعلیمات کی صحیح اور متوازن تشریح کو عام کرنا
- مغربی نظریات کو فروغ دینا
- فرقہ وارانہ منافرت پھیلانا

✓ **درست جواب: اسلامی تعلیمات کی صحیح اور متوازن تشریح کو عام کرنا**

وضاحت: انتہا پسندی کا اصل حل اسلامی تعلیمات کی صحیح، جامع اور متوازن تشریح کو عام کرنا ہے جو اعتدال پسندی اور رواداری کا درس دیتی ہیں۔

سوال نمبر 14: مسلم نوجوانوں کو مغربی فکری یلغار سے بچانے کے لیے کیا ضروری ہے؟

- مغربی میڈیا کا بائیکاٹ
- اسلامی تاریخ اور ثقافت سے مضبوط وابستگی اور جدید علوم کا حصول
- مغربی طرز زندگی اپنانا
- علمی بحثوں سے گریز

✓ **درست جواب: اسلامی تاریخ اور ثقافت سے مضبوط وابستگی اور جدید علوم کا حصول**

وضاحت: نوجوانوں کو مغربی فکری یلغار سے بچانے کے لیے انہیں اپنی اسلامی تاریخ، ثقافت اور اقدار سے مضبوطی سے جوڑنا اور ساتھ ہی انہیں جدید علوم سے آراستہ کرنا ضروری ہے۔

سوال نمبر 15: مسلم امہ کے اتحاد کی سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟

- مغربی ممالک کی سازشیں
- فرقہ وارانہ اختلافات اور سیاسی مفادات
- علمی پسماندگی
- سائنسی علوم کی کمی

✓ **درست جواب: فرقہ وارانہ اختلافات اور سیاسی مفادات**

وضاحت: مسلم امہ کے اتحاد میں سب سے بڑی رکاوٹ مختلف فرقوں کے درمیان موجود اختلافات، غلط فہمیاں اور سیاسی مفادات ہیں جو اتحاد کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

یونٹ نمبر 9 (کل 9 میں سے)

یونٹ 9: مطالعہ قرآن و حدیث - منتخب آیات و احادیث کا فہم

ضخامت: 9,960 الفاظ • مستند تصنیف برائے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی طلبہ

حصہ اول: باب کا مفصل خلاصہ، درسی مباحث اور اہم نظریات

باب کا مفصل تعارف اور مقاصدِ تدریس

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کورس کوڈ 416 (اسلامیات لازمی) کا یونٹ نمبر 9، "مطالعہ قرآن و حدیث - منتخب آیات و احادیث کا فہم"، طلباء کو اسلامی تعلیمات کے عملی اور معاشرتی پہلوؤں سے روشناس کرانے کے لیے ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ یونٹ نہ صرف قرآنی تعلیمات کی گہرائی کو سمجھنے میں معاون ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مبارکہ کی روشنی میں ایک مثالی مسلمان اور ایک صالح معاشرے کی تشکیل کے اصول بھی واضح کرتا ہے۔ اس باب کا مقصد طلباء کو قرآن مجید کی سورۃ الحجرات اور سورۃ الفرقان کی آخری آیات کے ذریعے معاشرتی آداب، اخلاقی اقدار اور عباد الرحمن کی صفات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، اخلاقِ حسنہ، حسنِ معاملات، سچائی، امانت داری اور حقوق العباد پر مشتمل منتخب احادیثِ مبارکہ کا تفصیلی مطالعہ بھی اس یونٹ کا حصہ ہے، تاکہ طلباء ان تعلیمات کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عملی طور پر نافذ کر سکیں۔

یہ یونٹ اسلامی تعلیمات کے اس جوہر کو نمایاں کرتا ہے کہ اسلام محض عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ معاشرتی تعلقات کی بنیاد، باہمی احترام، عدل و انصاف، اور اخلاقی پاکیزگی پر استوار ہوتی ہے۔ اس باب کے مطالعے کے بعد طلباء ان قرآنی اور نبوی اصولوں کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی صلاحیت حاصل کر سکیں گے، جو انہیں ایک بہتر انسان اور معاشرے کا ذمہ دار فرد بننے میں مدد دیں گے۔

مقاصدِ تدریس

اس یونٹ کے اختتام پر طلباء درج ذیل مقاصد حاصل کر سکیں گے:

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

- سورۃ الحجرات کی منتخب آیات کا عربی متن، بامحاورہ ترجمہ اور تفسیری نکات کے ساتھ فہم حاصل کرنا۔
- سورۃ الحجرات میں بیان کردہ معاشرتی آداب، تجسس، غیبت، بدگمانی، تمسخر کی ممانعت اور اخوتِ اسلامی کے تصورات کو گہرائی سے سمجھنا۔
- سورۃ الفرقان کی آخری آیات میں بیان کردہ "عباد الرحمن" کی صفات کو پہچاننا اور ان کی عملی اہمیت کو اجاگر کرنا۔
- اخلاق، حسنِ معاملات، سچائی، امانت داری اور حقوق العباد پر مشتمل 20 منتخب مستند احادیثِ مبارکہ کا عربی متن، ترجمہ اور تفصیلی تشریح کے ساتھ مطالعہ کرنا۔
- قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی اخلاقی اقدار کی اہمیت کو تسلیم کرنا اور انہیں اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں شامل کرنے کی ترغیب حاصل کرنا۔
- عصرِ حاضر کے چیلنجز اور فکری شبہات کے تناظر میں اسلامی اخلاقی تعلیمات کی افادیت اور عملیت کو مدلل انداز میں بیان کرنا۔
- اسلامی اصطلاحات کی درست تفہیم اور ان کے اطلاق کی صلاحیت پیدا کرنا۔

اہم درسی عنوانات کی تفصیلی و تحقیقی تشریح

1. سورۃ الحجرات: معاشرتی آداب، تجسس، غیبت، بدگمانی، تمسخر کی ممانعت، اخوتِ اسلامی

سورۃ الحجرات قرآن مجید کی مدنی سورتوں میں سے ہے، جو معاشرتی آداب، اخلاقی اقدار اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے اصولوں کو نہایت جامع انداز میں بیان کرتی ہے۔ اس سورت کا بنیادی مقصد ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دینا ہے جو عدل، احترام، اخوت اور باہمی محبت پر مبنی ہو۔ یہ سورت مسلمانوں کو ان برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتی ہے جو معاشرتی امن اور ہم آہنگی کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

لغوی و اصطلاحی تعریفات

- تجسس (Spying): لغوی معنیٰ چھان بین کرنا، ٹوہ لگانا۔ اصطلاحاً، کسی کے ذاتی معاملات میں بلا اجازت دخل اندازی کرنا، اس کی پوشیدہ باتوں کو جاننے کی کوشش کرنا۔
- غیبت (Backbiting): لغوی معنیٰ پیٹھ پیچھے برائی کرنا۔ اصطلاحاً، کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کے بارے میں ایسی بات کہنا جو اسے ناپسند ہو، خواہ وہ بات سچی ہی کیوں نہ ہو۔
- بدگمانی (Suspicion): لغوی معنیٰ برا گمان کرنا۔ اصطلاحاً، کسی شخص کے بارے میں بغیر کسی ٹھوس دلیل کے برا خیال قائم کرنا یا اس پر شک کرنا۔

- تمسخر (Mockery): لغوی معنیٰ ہنسی اڑانا، مذاق اڑانا۔ اصطلاحاً، کسی شخص کی تضحیک کرنا، اسے حقیر سمجھنا یا اس کا مذاق اڑانا۔
- اخوتِ اسلامی (Islamic Brotherhood): لغوی معنیٰ اسلامی بھائی چارہ۔ اصطلاحاً، تمام مسلمانوں کا دینِ اسلام کی بنیاد پر ایک دوسرے کے بھائی ہونے کا تصور، جس میں باہمی محبت، ہمدردی، تعاون اور حقوق کی پاسداری شامل ہے۔

مستند قرآنی آیات مع عربی متن، بامحاورہ سلیس اردو ترجمہ اور تفسیری نکات

آیت 1: اللہ اور رسول کے آگے بڑھنے سے ممانعت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔

تفسیری نکات: یہ آیت مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات اور فیصلوں پر اپنی رائے کو ترجیح دینے سے منع کرتی ہے۔ اس میں ادب، اطاعت اور فرمانبرداری کا درس ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم سے پہلے کوئی فیصلہ نہ کیا جائے، نہ اپنی مرضی چلائی جائے اور نہ ہی سنتِ رسول ﷺ کے خلاف کوئی عمل کیا جائے۔ یہ حکم دراصل دین میں اپنی طرف سے کوئی نئی بات شامل کرنے یا اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کو چھوڑ کر اپنی عقل و رائے کو مقدم کرنے سے روکتا ہے۔ یہ تقویٰ کا تقاضا ہے کہ ہر معاملے میں شریعت کی حدود کا خیال رکھا جائے۔

آیت 2: آواز پست رکھنے کا حکم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (ﷺ) کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے اس طرح کھل کر بات کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

تفسیری نکات: یہ آیت نبی اکرم ﷺ کے ادب و احترام کی تعلیم دیتی ہے۔ آپ ﷺ کی موجودگی میں بلند آواز سے بات کرنا یا بے تکلفی کا مظاہرہ کرنا آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور احترام کو راسخ کرنا ہے۔ اگرچہ یہ حکم براہ راست نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ سے متعلق تھا، لیکن اس کا اطلاق بالواسطہ طور پر آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے ارشادات کے احترام پر بھی ہوتا ہے۔ اس حکم کی خلاف ورزی اعمال کی بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔

آیت 6: فاسق کی خبر کی تحقیق

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانی میں نقصان پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہو۔

تفسیری نکات: یہ آیت خبروں کی تصدیق اور تحقیق کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ فاسق سے مراد وہ شخص ہے جو گناہوں میں ملوث ہو یا جس کی دیانت مشکوک ہو۔ ایسے شخص کی خبر پر بغیر تحقیق کے عمل کرنا معاشرتی فساد کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ حکم آج کے دور میں سوشل میڈیا اور افواہوں کے پھیلاؤ کے تناظر میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ بغیر تحقیق کے کسی خبر کو آگے بڑھانا یا اس پر یقین کر لینا نہ صرف افراد بلکہ پورے معاشرے کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

آیات 9-10: مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا اور اخوتِ اسلامی

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ

اللَّهِ ۚ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو۔ بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ بے شک سارے مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

تفسیری نکات: یہ آیات مسلمانوں کے باہمی تنازعات کو حل کرنے کے اصول بیان کرتی ہیں۔ یہ واضح کرتی ہیں کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تیسرے گروہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے درمیان صلح کرائے۔ اگر کوئی گروہ زیادتی پر اصرار کرے تو اسے طاقت کے ذریعے روکا جائے، لیکن مقصد اسے اللہ کے حکم کی طرف واپس لانا ہو۔ صلح ہمیشہ عدل و انصاف کے ساتھ ہونی چاہیے۔ آیت 10 میں "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ" (بے شک سارے مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں) کا اعلان اخوتِ اسلامی کی بنیاد فراہم کرتا ہے، جو اسلامی معاشرے کا ایک اہم ستون ہے۔ اس اخوت کا تقاضا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں اور ان کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

آیت 11: تمسخر، عیب جوئی، برے القاب سے ممانعت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے کو عیب لگاؤ، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد فسق کا نام برا ہے۔ اور جو توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

تفسیری نکات: یہ آیت معاشرتی احترام اور عزتِ نفس کی حفاظت پر زور دیتی ہے۔ کسی کا مذاق اڑانا، اسے حقیر سمجھنا، یا اس کی عیب جوئی کرنا اسلامی اخلاق کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور ہر انسان کی عزت اس کے لیے مقدم ہے۔ کسی کو برے ناموں سے پکارنا بھی سخت منع ہے۔ یہ تمام افعال معاشرے میں نفرت اور کدورت کو جنم دیتے ہیں۔ اسلام ایسے معاشرے کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے جہاں ہر فرد کی عزت محفوظ ہو اور باہمی احترام کا ماحول قائم ہو۔ جو لوگ ان برائیوں سے باز نہیں آتے اور توبہ نہیں کرتے، انہیں ظالم قرار دیا گیا ہے۔

آیت 12: بدگمانی، تجسس، غیبت کی ممانعت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔ اور (کسی کی) ٹوہ نہ لگاؤ، اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تفسیری نکات: یہ آیت معاشرتی امن اور باطنی پاکیزگی کے لیے تین بڑی برائیوں سے منع کرتی ہے: بدگمانی، تجسس اور غیبت۔

- بدگمانی: بلاوجہ کسی کے بارے میں برا گمان کرنا گناہ ہے، کیونکہ اس سے تعلقات خراب ہوتے ہیں اور معاشرے میں بے اعتمادی پھیلتی ہے۔
- تجسس: کسی کی ذاتی زندگی میں جھانکنا یا اس کے عیب تلاش کرنا بھی ممنوع ہے۔ اسلام دوسروں کی پرائیویسی کا احترام سکھاتا ہے۔
- غیبت: کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کرنا، خواہ وہ سچی ہی کیوں نہ ہو، سخت گناہ ہے۔ قرآن نے اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دے کر اس کی قباحت کو واضح کیا ہے۔ یہ تمثیل غیبت کی شدت اور اس کے نفرت انگیز ہونے کو بیان کرتی ہے۔ یہ تینوں برائیاں معاشرتی تعلقات کو تباہ کرتی ہیں اور

باہمی نفرت کو فروغ دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بچنے اور توبہ کرنے کی تلقین کی ہے، کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آیت 13: اخوتِ اسلامی اور انسانی مساوات

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

ترجمہ: اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔

تفسیری نکات: یہ آیت انسانی مساوات اور اخوتِ اسلامی کا ایک عظیم درس ہے۔ یہ نسل، رنگ، زبان یا قومیت کی بنیاد پر کسی بھی قسم کی برتری کو مسترد کرتی ہے۔ تمام انسان آدم و حوا کی اولاد ہیں اور بنیادی طور پر برابر ہیں۔ قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کا مقصد صرف تعارف اور پہچان ہے، نہ کہ فخر و برتری کا ذریعہ۔ اللہ کے نزدیک عزت اور فضیلت کا معیار صرف تقویٰ (پرہیز گاری) ہے۔ یہ آیت نسل پرستی، قوم پرستی اور طبقاتی امتیازات کی جڑ کاٹ دیتی ہے اور ایک ایسے عالمی اخوت کا تصور پیش کرتی ہے جہاں تمام انسان اپنے رب کی نگاہ میں برابر ہیں اور ان کی فضیلت کا واحد معیار ان کا کردار اور تقویٰ ہے۔

2. سورۃ الفرقان کی آخری آیات (عباد الرحمن کی صفات)

سورۃ الفرقان مکی سورتوں میں سے ہے، جو توحید، رسالت اور آخرت کے بنیادی عقائد کو بیان کرتی ہے۔ اس سورت کی آخری آیات (63-77) میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے بندوں، یعنی "عباد الرحمن" (رحمٰن کے بندوں) کی نمایاں صفات بیان کی ہیں، جو ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سنوارتی ہیں۔ یہ صفات ایک مثالی مسلمان کے کردار کا خاکہ پیش کرتی ہیں اور رہنمائی فراہم کرتی ہیں کہ ایک مومن کو کیسا ہونا چاہیے۔

لغوی و اصطلاحی تعریفات

- عباد الرحمن (Servants of the Most Merciful): لغوی معنیٰ رحمٰن کے بندے۔ اصطلاحاً، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں، جو اس کی بندگی میں ع

حصہ دوم: درسی کتاب کی حل شدہ خود آزمائی مشق اور اہم امتحانی مختصر سوالات

درسی کتاب کی خود آزمائی مشق کے حل شدہ سوالات (Solved Textbook Exercises)

سوال نمبر 1: سورۃ الحجرات میں بیان کردہ معاشرتی آداب کی تفصیل بیان کریں اور بتائیں کہ یہ آداب ایک مثالی اسلامی معاشرے کی تشکیل میں کس طرح معاون ثابت ہوتے ہیں؟

سورۃ الحجرات، جسے "آدابِ معاشرت" کی سورۃ بھی کہا جاتا ہے، اسلامی معاشرت کے بنیادی اصولوں اور اخلاقی اقدار کو نہایت جامع انداز میں پیش کرتی ہے۔ یہ سورۃ ایک ایسے معاشرے کی بنیاد فراہم کرتی ہے جہاں باہمی احترام، محبت، انصاف اور بھائی چارہ قائم ہو۔ اس سورۃ میں جن اہم معاشرتی آداب کی تعلیم دی گئی ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1. خبر کی تحقیق (تبین): اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (الحجرات:6)

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔" یہ آیت اس بات پر زور دیتی ہے کہ کسی بھی خبر کو بغیر تحقیق کے آگے نہ پھیلایا جائے، خاص طور پر جب وہ کسی فاسق شخص کی طرف سے ہو۔ یہ اصول افواہوں، غلط فہمیوں اور باہمی تنازعات کو روکنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک مثالی معاشرے میں یہ عمل لوگوں کو ایک دوسرے پر اعتماد کرنے اور جھوٹی خبروں سے بچنے میں مدد دیتا ہے۔

2. باہمی صلح اور انصاف: وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (الحجرات:9)

"اور اگر مؤمنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس سے لڑو جو زیادتی کر رہا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کراؤ اور عدل کرو، بے شک اللہ عدل

کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" یہ آیت مسلمانوں کو باہمی تنازعات میں صلح جوئی اور انصاف قائم کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ یہ اصول معاشرے میں امن و امان اور عدل و مساوات کو فروغ دیتا ہے، جس سے ایک مثالی معاشرہ تشکیل پاتا ہے جہاں ہر فرد کو اپنے حقوق کا تحفظ حاصل ہوتا ہے۔

3. تمسخر، طعنہ زنی اور برے القاب سے اجتناب: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (الحجرات:11)

"اے ایمان والو! کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد فسق کا نام برا ہے۔ اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔" یہ آیت باہمی احترام اور عزت نفس کے تحفظ پر زور دیتی ہے۔ مذاق اڑانا، طعنہ زنی کرنا اور برے القاب سے پکارنا معاشرتی تعلقات میں کڑواہٹ پیدا کرتا ہے۔ ان سے اجتناب ایک ایسا معاشرہ بناتا ہے جہاں ہر فرد کی عزت کی جاتی ہے اور کوئی احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہوتا۔

4. بدگمانی، تجسس اور غیبت سے ممانعت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ (الحجرات:12)

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور تجسس نہ کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" یہ آیت معاشرتی تعلقات میں اعتماد اور پرائیویسی کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ بدگمانی، تجسس اور غیبت معاشرے میں بے اعتمادی، شک اور نفرت کو جنم دیتے ہیں۔ ان سے بچنا ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیتا ہے جہاں لوگ ایک دوسرے پر بھروسہ کرتے ہیں، ایک دوسرے کی پرائیویسی کا احترام کرتے ہیں اور باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔

5. اخوتِ اسلامی: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الحجرات:10)

"بے شک مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" یہ آیت اخوتِ اسلامی کا بنیادی تصور پیش کرتی ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہ رشتہ رنگ، نسل، زبان یا جغرافیائی حدود سے بالاتر ہے۔ یہ اخوت کا تصور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے، ایک دوسرے کی مدد کرنے اور باہمی اتحاد قائم رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ایک مثالی اسلامی معاشرہ اسی اخوت کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے جہاں ہر فرد دوسرے کا خیر خواہ ہوتا ہے۔

نتیجہ: سورۃ الحجرات کے یہ معاشرتی آداب ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں جہاں ہر فرد کی عزت نفس کا خیال رکھا جاتا ہے، باہمی اعتماد اور محبت پروان چڑھتی ہے، تنازعات کو انصاف اور صلح سے حل کیا جاتا ہے، اور تمام افراد ایک دوسرے کے بھائیوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔ یہ آداب نہ صرف فرد کی اخلاقی تربیت کرتے ہیں بلکہ اجتماعی سطح پر ایک پرامن، متحد اور خوشحال معاشرہ قائم کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 2: سورۃ الفرقان کی آخری آیات میں "عباد الرحمن" کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ان صفات کو اپنانے سے فرد اور معاشرے پر کیا مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

سورۃ الفرقان کی آخری آیات (آیات 63 تا 77) میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں، جنہیں "عباد الرحمن" (رحمٰن کے بندے) کہا گیا ہے، کی نہایت خوبصورت اور جامع صفات بیان فرمائی ہیں۔ یہ صفات ایک مثالی مسلمان کی عملی تصویر پیش کرتی ہیں جو اللہ کے ساتھ اپنے تعلق اور مخلوق کے ساتھ اپنے معاملات میں بہترین ہوتا ہے۔ ان صفات کی تفصیل درج ذیل ہے:

1. تواضع اور بردباری: وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (الفرقان: 63)

"اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہہ دیتے ہیں۔" یہ صفت تواضع، عاجزی اور بردباری کو ظاہر کرتی ہے۔ عباد الرحمن میں تکبر نہیں ہوتا اور وہ جاہلوں کی باتوں پر الجھنے کے بجائے سلامتی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

2. شب بیداری اور عبادت: وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (الفرقان: 64)

"اور وہ جو اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزارتے ہیں۔" یہ صفت اللہ کے ساتھ گہرے تعلق اور عبادت میں استقامت کو نمایاں کرتی ہے۔ عباد الرحمن راتوں کو اٹھ کر اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں، جو ان کے روحانی تعلق کی گہرائی کا مظہر ہے۔

3. جہنم کے عذاب سے پناہ مانگنا: وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (الفرقان: 65)

"اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بے شک اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔" یہ صفت آخرت کی فکر اور اللہ کے خوف کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ اپنی عبادات کے باوجود اللہ سے جہنم سے پناہ مانگتے ہیں، جو ان کے خشوع اور عاجزی کی دلیل ہے۔

4. اعتدال پسندی (میانہ روی): وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان: 67)

"اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ اس کے درمیان اعتدال پر رہتے ہیں۔" یہ صفت مالی معاملات میں میانہ روی اور اعتدال کو بیان کرتی ہے۔ عباد الرحمن نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی بخل، بلکہ توازن کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔

5. شرک، قتل اور زنا سے اجتناب: وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا (الفرقان: 68)

"اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور نہ کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ، اور نہ زنا کرتے ہیں۔ اور

جو ایسا کرے گا وہ سزا پائے گا۔" یہ صفت توحید، انسانی جان کے احترام اور پاکیزگی کو نمایاں کرتی ہے۔ عباد الرحمن ان بڑے گناہوں سے مکمل اجتناب کرتے ہیں۔

6. جھوٹی گواہی سے پرہیز اور لغو سے اعراض: وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (الفرقان:72)

"اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب لغو باتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار سے گزر جاتے ہیں۔" یہ صفت سچائی، دیانت اور فضول باتوں سے دوری کو ظاہر کرتی ہے۔ عباد الرحمن جھوٹ اور بے ہودہ باتوں میں شریک نہیں ہوتے۔

7. آیاتِ الٰہی پر غور و فکر: وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا (الفرقان:73)

"اور وہ جب انہیں ان کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔" یہ صفت اللہ کی آیات پر تدبر اور ان سے نصیحت حاصل کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ وہ اللہ کے کلام کو غور سے سنتے اور سمجھتے ہیں۔

8. نیک اولاد اور پیشوا بننے کی دعا: وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان:74)

"اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔" یہ صفت خاندان کی اہمیت اور معاشرے میں رہنمائی کے جذبے کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ اپنی نسلوں کی اصلاح اور خود کو نیکی میں پیشوا بننے کی دعا کرتے ہیں۔

مثبت اثرات: ان صفات کو اپنانے سے فرد اور معاشرے پر گہرے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں:

- فردی سطح پر: فرد اخلاقی طور پر مضبوط، روحانی طور پر پاکیزہ اور معاشرتی طور پر ذمہ دار بنتا ہے۔ اس میں عاجزی، بردباری، تقویٰ، اعتدال اور سچائی جیسی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں جو اسے دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار کرتی ہیں۔ وہ ذہنی سکون اور اطمینان محسوس کرتا ہے۔
- معاشرتی سطح پر: ایسا معاشرہ امن، عدل، محبت اور بھائی چارے کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ جہاں لوگ ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں، جھگڑوں سے بچتے ہیں، حقائق کی بنیاد پر فیصلے کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کی بھلائی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ یہ صفات معاشرتی بگاڑ کو ختم کر کے ایک صالح اور مضبوط معاشرتی ڈھانچہ فراہم کرتی ہیں، جس سے مجموعی طور پر ترقی اور خوشحالی آتی ہے۔

سوال نمبر 3: اخلاقِ حسنہ کی اہمیت پر روشنی ڈالیں اور منتخب احادیث کی روشنی میں سچائی، امانت داری اور حسنِ معاملات کی وضاحت کریں۔

اسلام میں اخلاقِ حسنہ (اچھے اخلاق) کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی اخلاق کی تکمیل تھا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ (موطا امام مالک) "مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔" اخلاقِ حسنہ نہ صرف فرد کی شخصیت کو نکھارتے ہیں بلکہ ایک صالح اور پرامن معاشرے کی تشکیل میں بھی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کو "عظیم" قرار دیا: وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (القلم: 4) "اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں۔" ذیل میں منتخب احادیث کی روشنی میں سچائی، امانت داری اور حسنِ معاملات کی وضاحت کی گئی ہے:

1. سچائی (صدق): سچائی ایمان کی بنیاد اور تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ اسلام میں سچ بولنے اور سچائی پر قائم رہنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدِّيقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا (صحیح مسلم) "تم پر سچائی لازم ہے، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اسے صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔"

وضاحت: یہ حدیث سچائی کی اہمیت کو واضح کرتی ہے کہ یہ نیکیوں کا دروازہ ہے اور جنت کا راستہ ہے۔ سچا شخص اللہ کے نزدیک صدیق کا مرتبہ پاتا ہے۔ اس کے برعکس، جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے اور جہنم کی طرف لے جانے والا عمل ہے۔ سچائی فرد میں اعتماد، دیانت اور اخلاقی مضبوطی پیدا کرتی ہے، جبکہ معاشرے میں باہمی اعتماد اور امن کو فروغ دیتی ہے۔

2. امانت داری: امانت داری کا مطلب ہے کسی کی دی ہوئی چیز، راز یا ذمہ داری کو پوری دیانت اور حفاظت کے ساتھ ادا کرنا۔ یہ ایمان کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ (مسند احمد) "اس کا ایمان نہیں جس میں امانت نہیں، اور اس کا دین نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں۔"

وضاحت: یہ حدیث امانت داری کو ایمان کا لازمی جزو قرار دیتی ہے۔ امانت صرف مالی چیزوں تک محدود نہیں بلکہ اس میں راز، عہد، ذمہ داریاں، حتیٰ کہ جسمانی

اعضاء بھی شامل ہیں۔ ایک امانت دار شخص قابلِ اعتماد ہوتا ہے، اور اس پر لوگ بھروسہ کرتے ہیں۔ معاشرتی سطح پر امانت داری سے باہمی اعتماد، کاروبار میں دیانت اور نظام میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ خیانت کرنے والا شخص معاشرے میں اپنی ساکھ کھو دیتا ہے اور اللہ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

3. حسنِ معاملات: حسنِ معاملات سے مراد لوگوں کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنا، لین دین میں دیانت داری، وعدوں کی پاسداری، اور حقوق العباد کا خیال رکھنا ہے۔ یہ ایک مسلمان کی عملی زندگی کا اہم حصہ ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (سنن ترمذی) "مؤمنوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔"

حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَى وَإِذَا اقْتَضَى (صحیح بخاری) "اللہ اس شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت، خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت نرمی اختیار کرے۔"

وضاحت: حسنِ معاملات میں نرمی، کشادہ دلی، وعدہ وفائی، اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا شامل ہے۔ یہ احادیث بتاتی ہیں کہ کامل ایمان کا تعلق صرف عبادات سے نہیں بلکہ لوگوں کے ساتھ اچھے برتاؤ سے بھی ہے۔ لین دین میں نرمی اور دیانت داری برکت کا باعث بنتی ہے اور معاشرے میں خوشگوار تعلقات کو فروغ دیتی ہے۔ ایک مسلمان کا حسنِ معاملات اس کے دین کی عکاسی کرتا ہے اور غیر مسلموں کے لیے بھی اسلام کی خوبصورتی کو اجاگر کرتا ہے۔

نتیجہ: سچائی، امانت داری اور حسنِ معاملات اسلامی اخلاق کے بنیادی ستون ہیں۔ ان صفات کو اپنانے سے فرد کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے، اسے دنیا و آخرت میں کامیابی ملتی ہے، اور معاشرہ باہمی اعتماد، امن اور عدل پر مبنی ایک مضبوط اکائی بنتا ہے۔ یہ اخلاق ہی ہیں جو ایک مسلمان کو دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے اللہ کے نزدیک محبوب بناتے ہیں۔

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

سوال نمبر 4: حقوق العباد کی اہمیت اور فضیلت پر تفصیلی روشنی ڈالیں اور چند منتخب احادیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

اسلام میں حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کو حقوق اللہ کے بعد بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ بعض صورتوں میں حقوق العباد کی ادائیگی کو حقوق اللہ پر بھی فوقیت حاصل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حق کو تو معاف فرما سکتا ہے لیکن بندوں کے حقوق کو اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ وہ بندہ خود معاف نہ کر دے یا اس کا حق ادا نہ کر دیا جائے۔ حقوق العباد میں والدین، رشتہ داروں، پڑوسیوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، ملازمین اور عام انسانوں کے حقوق شامل ہیں۔

حقوق العباد کی اہمیت: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر حقوق اللہ (جیسے نماز، روزہ) کے ساتھ حقوق العباد کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً سورۃ النساء میں فرمایا:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا (النساء:36)

"اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی پڑوسیوں، دور کے پڑوسیوں، ہم نشینوں، مسافروں اور اپنے غلاموں (ملازمین) کے ساتھ بھی۔ بے شک اللہ تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔" یہ آیت حقوق العباد کی جامع فہرست پیش کرتی ہے اور ان کی ادائیگی کو توحید کے بعد سب سے اہم قرار دیتی ہے۔

منتخب احادیث کی روشنی میں حقوق العباد کی وضاحت:

1. والدین کے حقوق: والدین کے حقوق تمام حقوق میں سب سے مقدم ہیں۔ ان کے ساتھ حسن سلوک اور اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ جوڑا ہے۔ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: "یا رسول اللہ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: أُمُّكَ (تمہاری ماں)۔ اس نے پوچھا: "پھر کون؟" فرمایا: أُمُّكَ (تمہاری ماں)۔ اس نے پوچھا: "پھر کون؟" فرمایا: أُمُّكَ (تمہاری ماں)۔ اس نے پوچھا: "پھر کون؟" فرمایا: أَبُوكَ (پھر تمہارا باپ)۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

وضاحت: یہ حدیث ماں کے حق کو تین گنا زیادہ قرار دیتی ہے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ ان کی خدمت، اطاعت اور احترام کرنا فرض ہے۔

2. پڑوسیوں کے حقوق: پڑوسیوں کے حقوق کی اسلام میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ (صحیح بخاری، صحیح مسلم) "جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں اتنی وصیت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے وراثت میں حصہ دار بنا دیں گے۔"

وضاحت: یہ حدیث پڑوسی کے حق کی غیر معمولی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اس کی مدد کرنا، اس کے دکھ درد میں شریک ہونا اور اسے تکلیف نہ دینا ایک مسلمان کا فرض ہے۔

3. عام انسانوں کے حقوق (انسانیت): اسلام صرف مسلمانوں کے حقوق کی بات نہیں کرتا بلکہ تمام انسانوں کے حقوق کی بھی

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

حصہ سوم: امتحانی 20 نمبر والے تفصیلی سوالات و جوابات (Mark Exam Standard-20)

سوال نمبر 1: سورۃ الحجرات کی روشنی میں معاشرتی آداب کا تفصیلی جائزہ لیں اور اسلامی اخوت، تجسس، غیبت، بدگمانی اور تمسخر کی ممانعت پر جامع بحث کریں۔

1. تمہید اور مقدمہ: اسلام کا نظامِ معاشرت

اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات اور جامع طرزِ زندگی ہے جو انسان کے انفرادی کردار سے لے کر اجتماعی ڈھانچے تک تمام امور کی رہنمائی کرتا ہے۔ انسانی معاشرہ مختلف افراد، خاندانوں اور قبائل پر مشتمل ہوتا ہے جہاں بالآخر باہم میل جول سے ہی تہذیبیں پروان چڑھتی ہیں۔ اس باہمی تعلق کو پائیدار، پرامن اور متوازن بنانے کے لیے اسلام نے اخلاقی ضابطے وضع کیے ہیں۔ سورۃ الحجرات (قرآن مجید کی 49 ویں سورہ) کو "مؤدبۃ المجتمع" (معاشرے کو ادب سکھانے والی سورت) کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں اجتماعی زندگی کے وہ بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں جن پر ایک صحت مند اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

2. لغوی و اصطلاحی مفہومِ معاشرتی آداب

لغوی اعتبار سے "آداب" کا لفظ "ادب" کی جمع ہے جس کے معنی شائستگی، سلیقہ، اخلاق اور اخلاقی حدود کی پاسداری کے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں معاشرتی آداب ان تمام اصولوں، ضابطوں اور رویوں کا مجموعہ ہیں جو انسان کو اپنے معاشرے میں دوسرے افراد کے حقوق کا احترام کرنے، باہمی رواداری قائم رکھنے اور فساد سے بچنے کا درس دیتے ہیں۔ اسلام میں معاشرتی آداب کا بنیادی مقصد ایک ایسا پُرامن ماحول پیدا کرنا ہے جہاں ہر فرد جان، مال اور عزت کے تحفظ کا یقین رکھتا ہو، اور معاشرے میں کسی قسم کی انا پرستی یا ظلم کو فروغ نہ مل سکے۔

3. سورۃ الحجرات کا پس منظر اور مقامِ نزول

سورۃ الحجرات ہجرت کے نویں یا دسویں سال مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس زمانے میں اسلام کا دائرہ پورے جزیرہ نما عرب میں پھیل چکا تھا اور مختلف قبائل کے وفود جوش و خروش کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ ان نئے آنے والوں میں سے بعض دیہاتی یا بدو ایسے تھے جن

ویب سائٹ: aioulibrary.com | رابطہ برائے حل شدہ اسائنمنٹس: 0324-5836626

کی تربیت ابھی اسلامی اخلاقیات کے سانچے میں مکمل طور پر نہیں ڈھلی تھی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو میں غیر محتاط رویہ اپناتے اور معاشرتی اصولوں سے ناواقف تھے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرما کر امت کو رہتی دنیا تک کے لیے آدابِ معاشرت سے روشناس کرایا۔

4. اللہ اور اس کے رسول کے حضور پیش قدمی کی ممانعت

سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات میں معاشرے کے سب سے پہلے اور اہم ترین ادب کا ذکر کیا گیا ہے جو خالقِ کائنات اور اس کے آخری پیغمبر کے ساتھ تعلق سے جڑا ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے)۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی بھی مومن شریعت کے کسی معاملے میں اللہ اور رسول کے حکم کے بغیر اپنی رائے کو مقدم نہ کرے، اور نہ ہی کوئی بات ان کے احکام سے ہٹ کر نافذ کرنے کی کوشش کرے۔

5. آواز بلند کرنے کے آداب اور احترامِ نبوی

معاشرت کا دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ بزرگانِ دین اور بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بات کرتے وقت آواز کی پستی اور ادب کو ملحوظ رکھا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے سامنے اس طرح بلند آواز سے بات نہ کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے ادبی اور غفلت انسان کے برسوں کے اعمال کو بھی خاک میں ملا سکتی ہے۔

6. تحقیقِ خبر کا اصول (اصولِ تثبت)

معاشرے میں فتنہ و فساد کا سب سے بڑا ذریعہ بے بنیاد خبریں اور افواہیں ہوتی ہیں۔ اسلام نے اس کی سختی سے بیخ کنی کی ہے۔ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر شرمندہ ہو۔) یہ اصول صحافتی اخلاقیات اور سوشل میڈیا کے دور میں سب سے اہم ضابطہ بن چکا ہے۔

7. اسلامی اخوت اور باہمی صلح کا قیام

مسلمانوں کا آپس میں رشتہ خون یا نسل کا نہیں بلکہ عقیدے اور ایمان کا رشتہ ہے جسے "اخوتِ اسلامی" کہا جاتا ہے۔ قرآن کہ ﷺ ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (بے شک تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔) اس آیت میں معاشرے کے اندر کسی بھی تنازع یا لڑائی کی صورت میں صلح کرانے کو فرضِ کفایہ قرار دیا گیا ہے تاکہ محبت و الفت کی فضا برقرار رہے۔

8. تمسخر (مذاق اڑانے) کی ممانعت

معاشرتی سکون کو غارت کرنے والی بیماریوں میں دوسروں کا مذاق اڑانا اور انہیں حقیر سمجھنا شامل ہے۔ قرآن حکیم نے اس کی انتہائی سخت الفاظ میں ممانعت کی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ (اے ایمان والو! مرد مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔) اس حکم کا مقصد انسانی وقار کو بحال رکھنا ہے کیونکہ ظاہری شکل و صورت یا غربت دیکھ کر کسی کو حقیر جاننا اللہ کی تقدیر پر اعتراض کے مترادف ہے۔

9. عیب جوئی اور برے القاب سے پکارنے کی ممانعت

کسی کی تذلیل کرنے کے لیے اس پر طعنہ زنی کرنا، عیب تلاش کرنا یا اسے برے اور ناپسندیدہ ناموں سے پکارنا معاشرتی جرائم میں شمار ہوتا ہے۔ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی: وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ (اور نہ آپس میں ایک دوسرے پر طعنہ زنی کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارو۔ ایمان کے بعد فسق کا نام لگنا بہت بری بات ہے۔) اس طرح اسلام نے ہر فرد کی عزتِ نفس کا تحفظ یقینی بنایا ہے۔

10. بدگمانی (سوءِ ظن) کی حرمت

دل کے اندر کسی بے گناہ انسان کے بارے میں بلاوجہ برے خیالات یا شک و شبہات پالنا "بدگمانی" کہلاتا ہے۔ اسلام نے اس باطنی بیماری کو بھی معاشرتی زہر قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (اے ایمان والو! بہت زیادہ بدگمانیوں سے بچو، کیونکہ بلاشبہ بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا: "بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔" (بخاری)

11. تجسس (کھوج لگانے) کی ممانعت

بدگمانی کا اگلا قدم "تجسس" ہے، یعنی لوگوں کے راز معلوم کرنے کے لیے ان کے پیچھے پڑنا، ان کی پرائیویسی میں مداخلت کرنا یا ان کے عیبوں کی ٹوہ لینا ہے۔ سورۃ الحجرات میں واضح حکم دیا گیا: وَلَا تَجَسَّسُوا (اور ایک دوسرے کے حالات کا تجسس نہ کرو۔) اسلام ہر شخص کے نجی دائرے (Privacy) کا احترام کرتا ہے اور کسی کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ زبردستی کسی کے گھر یا ذاتی زندگی میں تاک جھانک کرے۔

12. غیبت کی ہولناک قباحت اور اس کی تشبیہ

غیبت سے مراد کسی مسلمان بھائی کی پیٹھ پیچھے اس کی ایسی برائی کا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔ اسلام نے غیبت کی قباحت کو واضح کرنے کے لیے ایک انتہائی ہولناک تمسخر پیش کیا ہے: وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ (اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ تم تو اس سے نفرت کرتے ہو۔) یہ تشبیہ غیبت کے گناہِ کبیرہ ہونے اور اس کی غلاظت کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔

13. تقویٰ: معاشرتی حسن کا حقیقی معیار

انسانی معاشرے میں نسلی، لسانی اور خاندانی برتری کے بتوں کو توڑتے ہوئے اسلام نے مساوات کا حتمی اصول دیا۔ سورۃ الحجرات کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔)

14. احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں معاشرتی آداب

قرآنی تعلیمات کی عملی تفسیر احادیثِ مبارکہ میں ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مہاجر وہ ہے جو اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔" (بخاری) ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا: "آپس میں حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو۔" (مسلم) یہ فرامین معاشرے میں امن کی ضمانت ہیں۔

15. حاصلِ کلام اور عملی تطبیق (Conclusion)

مجموعی طور پر سورۃ الحجرات میں بیان کردہ آدابِ معاشرت کسی بھی مثالی سوسائٹی کا سنگِ بنیاد ہیں۔ جب تک کوئی معاشرہ تجسس، غیبت، بدگمانی، تمسخر اور جھوٹی خبروں سے پاک نہیں ہوتا، اس وقت تک وہاں حقیقی ترقی، امن اور بھائی چارہ پنپ نہیں سکتا۔ آج کے دور میں جب سوشل میڈیا کے ذریعے اخلاقی اقدار کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں، سورۃ الحجرات کے ان اصولوں پر عمل پیرا ہونا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ بحیثیتِ مسلمان، ہمیں اپنے روزمرہ کے معاملات، ڈیجیٹل مواصلات اور باہمی میل جول میں ان قرآنی احکام کو مشعلِ راہ بنانا چاہیے تاکہ دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل ہو سکے۔

سوال نمبر 2: سورۃ الفرقان کی آخری آیات کی روشنی میں "عباد الرحمن" (رحمٰن کے بندوں) کی صفات کا تفصیلی تجزیہ کریں۔

1. تمہید اور مقامِ عباد الرحمن

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کی تخلیق کا مقصد اپنی بندگی قرار دیا ہے۔ لیکن بندگی کے اس سفر میں تمام انسان ایک جیسے درجے پر فائز نہیں ہوتے۔ کچھ لوگ صرف نام کے مسلمان ہوتے ہیں جبکہ کچھ بندے ایسے بلند اخلاقی و روحانی مرتبے پر فائز ہو جاتے ہیں کہ خالقِ کائنات فخر سے انہیں اپنے خاص لقب "عباد الرحمن" (رحمٰن کے بندے) سے یاد کرتا ہے۔ سورۃ الفرقان (آخری رکوع، آیات 63 تا 77) میں ان برگزیدہ بندوں کی صفات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے جو دنیا کی آلائشوں میں رہتے ہوئے بھی تقویٰ اور طہارت کا پیکر بنے رہتے ہیں۔

2. تواضع اور انکساری (عاجزی بھرا چلنا)

عباد الرحمن کی پہلی اور نمایاں ترین صفت ان کا عاجزانہ رویہ اور غرور و تکبر سے پاک چال ڈھال ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ سلام ہے۔) یہ لوگ اپنے حلم اور بردباری کی وجہ سے معاشرے میں فتنہ و فساد کا باعث نہیں بنتے بلکہ ہر قسم کی تلخ کلامی کو سلام کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

3. شب بیداری اور عبادتِ الٰہی کا ذوق

دنیا کی رنگینیوں اور آرام و پر آسائش نیند کو چھوڑ کر راتوں کو اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہونا عباد الرحمن کا طرہ امتیاز ہے۔ قرآن بتاتا ہے: وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (اور وہ جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام کی حالت میں راتیں گزارتے ہیں۔) یہ صفت اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کا تعلق صرف مخلوق

کے ساتھ حسنِ سلوک تک محدود نہیں بلکہ خالق کے ساتھ ان کا عشقِ حقیقی انتہائی گہرا اور مضبوط ہوتا ہے۔

4. جہنم کے عذاب سے پناہ کی دعا (خوفِ آخرت)

اتنے بڑے عبادت گزار اور متقی ہونے کے باوجود وہ کبھی غرور میں مبتلا نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ عذابِ الٰہی سے ڈرتے رہتے اور گڑگڑاتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے: وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ☆ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا (اور وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بے شک اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے، بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے اعتبار سے بہت بری جگہ ہے۔)

5. معاشی اعتدال اور انفاقِ فی سبیل اللہ

مال و دولت کا فتنہ انسان کو اکثر بخل یا اسراف میں مبتلا کر دیتا ہے، مگر عباد الرحمن اس معاملے میں بھی اعتدال کی راہ اپناتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے: وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا (اور وہ جو جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال کی راہ پر رہتے ہیں۔) وہ ضرورت سے زیادہ خرچ کر کے ضائع نہیں کرتے اور نہ ہی اپنے اہل و عیال کے حقوق مار کر کنجوسی کرتے ہیں۔

6. شرک سے بیزاری اور توحید خالص

عباد الرحمن کا ایمان توحید کی چٹان پر استوار ہوتا ہے۔ وہ کبھی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ قرآن کہ ता ہے: وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ (اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکار نہیں کرتے۔) شرک وہ گناہِ عظیم ہے جسے اللہ معاف نہیں کرتا، اس لیے عباد الرحمن ہر قسم کی پوجا، نذر و نیاز اور توکل غیر اللہ سے یکسر پاک ہوتے ہیں۔

7. جان کا احترام اور قتلِ ناحق سے اجتناب

اسلام نے انسانی جان کو حرمت عطا کی ہے۔ عباد الرحمن کسی بھی ناحق قتل کے مرتکب نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (اور وہ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام کیا ہو مگر حق کے ساتھ۔) وہ معاشرے میں امن کے علمبردار ہوتے ہیں اور ناحق خون بہانے والے درندوں سے کوسوں دور رہتے ہیں۔

8. عفت، پاکدامنی اور زنا سے پرہیز

اخلاقی آلودگیوں اور جنسی بے راہ روی کے اس دور میں عباد الرحمن اپنے دامن کو پاک رکھتے ہیں۔ قرآن میں ہے: وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا (اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ اپنے اوپر سخت گناہ کا وبال لے گا یا اسے عبرت ناک سزا ملے گی۔) وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور معاشرے میں فحاشی کو فروغ دینے کی بجائے حیا کا پرچار کرتے ہیں۔

9. سخت سزاؤں اور آخرت کی ہولناکی کا ذکر

قرآن حکیم زنا اور قتل جیسے گناہوں کے انجام کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا (قیامت کے دن ایسے شخص کا عذاب دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔) یہ تنبیہ عباد الرحمن کو تمام کبیرہ گناہوں سے بچانے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

10. توبہ کا دروازہ اور عملِ صالح کی تبدیلی

رحمٰن کی رحمت کا دروازہ ہر گنہگار کے لیے کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (سوائے اس شخص کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا، پس اللہ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔) عباد الرحمن اگر بھول چوک سے کسی خطا کے مرتکب ہو جائیں تو فوراً توبہ کی طرف لپکتے ہیں۔

11. جھوٹی گواہی اور باطل مجالس سے اجتناب

معاشرتی اخلاقیات کا ایک بڑا حصہ زبان کے استعمال اور محفلوں کے انتخاب پر منحصر ہے۔ قرآن کہتا ہے: وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو (فضول یا بری) بات کے پاس سے گزرتے ہیں تو شریفانہ طور پر گزر جاتے ہیں۔) وہ ایسی محفلوں میں بیٹھنا پسند نہیں کرتے جہاں گالی گلوچ، غیبت یا خرافات ہو رہی ہوں۔

12. آیاتِ الٰہی پر غور و فکر اور بصیرت

عباد الرحمن اندھی تقلید نہیں کرتے بلکہ وہ اللہ کی کتاب اور اس کی کائنات پر تدبر کرتے ہیں۔ قرآن کہ ता ہے: وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا (اور وہ جنہیں جب ان کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ بیدار مغزی سے سنتے ہیں)۔)

13. خاندانی سکون کی دعا (قرۃ الاعین)

یہ بندے صرف اپنی انفرادی اصلاح تک محدود نہیں رہتے بلکہ اپنے اہل و عیال کی دینی تربیت کے بھی خواہاں ہوتے ہیں۔ وہ دعا کرتے ہیں: رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے جوڑوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔)

14. جنت کا انعام اور غرفات کا حصول

ان تمام صفاتِ جمیلہ پر کاربند رہنے والے عباد الرحمن کے لیے اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان جزا کا وعدہ کیا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے: أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا (یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بالاخانے دیے جائیں گے اور وہاں ان کا استقبال سلام اور تحیۃ کے ساتھ کیا جائے گا۔)

15. حاصلِ کلام اور نتیجہ بحث (Conclusion)

سورۃ الفرقان کی آخری آیات میں بیان کردہ "عباد الرحمن" کی یہ صفات دراصل ایک مکمل اور आदर्श اسلامی شخصیت کا خاکہ ہیں۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کا مقرب بندہ بننے کے لیے کسی غار میں بیٹھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ دنیاوی زندگی، معاشرتی میل جول، معاشی معاملات اور خاندانی ذمہ داریوں کے اندر رہتے ہوئے اخلاقی اقدار کی پاسداری کرنا اصل بندگی ہے۔ اگر آج کا مسلمان ان صفات کو اپنی زندگی کا حصہ بنالے تو نہ صرف وہ دنیا میں امن و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے بلکہ آخرت میں جنت کے اعلیٰ درجات کا مستحق بھی ٹھہر سکتا ہے۔

سوال نمبر 3: احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اخلاق، حسنِ معاملات اور سچائی و امانت داری کی اہمیت کا تفصیلی احاطہ کریں۔

1. تمہید اور اخلاقِ نبوی کا مقام

دینِ اسلام کی ترویج اور اشاعت میں جتنا عمل دخل اخلاقِ حسنہ کا ہے، اتنا شاید کسی اور عنصر کا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا بنیادی مقصد ہی مکارمِ اخلاق کو تکمیل تک پہنچانا تھا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی میں عملی طور پر ایسے اعلیٰ اخلاقی نمونے پیش کیے جن نے پتھر دل انسانوں کو موم کی طرح نرم کر

دیا۔ اخلاق، حسنِ معاملات، سچائی اور امانت داری وہ ستون ہیں جن پر ایک مستحکم، خوشحال اور پرامن معاشرے کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں ان اقدار پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

2. حدیث 1: بہترین اخلاق اور ایمان کا کمال

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أكمل المؤمنين إيمانا أحسنهم أخلاقا (مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو ان میں سب سے اچھے اخلاق والا ہے۔) (سنن ابی داود) اس حدیثِ مبارکہ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ ایمان اور اخلاق دو الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ اخلاق کی پستی یا بلندی دراصل ایمان کے زوال یا کمال کا پیمانہ ہے۔ جس شخص کے اخلاق جتنے اچھے ہوں گے، بارگاہِ الٰہی میں اس کا ایمان اتنا ہی کامل مانا جائے گا۔

3. حدیث 2: قیامت کے دن ترازو میں سب سے بھاری عمل

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما من شيء أثقل في الميزان يوم القيامة من حسن الخلق (قیامت کے دن مومن کے ترازو میں حسنِ اخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز وزنی نہیں ہوگی۔) (ترمذی) اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نفلی عبادتیں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کے اچھے اخلاق اور اس کا نرم رویہ اتنی بڑی قیمت رکھتا ہے کہ وہ میزانِ عمل کو جھکا دیتا ہے۔

4. حدیث 3: سچائی نجات کا ذریعہ اور جھوٹ ہلاکت

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة، وإن الرجل ليصدق حتى يكتب عند الله صديقاً. وإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار (بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، اور انسان سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اسے "صدیق" (سچا) لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے...) (بخاری و مسلم) سچ بولنا مسلمان کا شعار ہونا چاہیے۔

5. حدیث 4: منافق کی علامات اور امانت داری کا فقدان

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان (منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلافت کرے (توڑے)، اور جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے۔)

(بخاری) امانت داری اسلامی کردار کا بنیادی جوہر ہے اور اس کے برعکس خیانت کو منافقین کی صفت قرار دیا گیا ہے۔

6. حدیث 5: امانت اور ایمان کا لازم و ملزوم رشتہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید ہی کوئی ایسا خطبہ دیا ہو جس میں آپ نے یہ نہ فرمایا ہو: لا إيمان لمن لا أمانة له، ولا دين لمن لا عهد له (اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں، اور اس شخص کا کوئی دین نہیں جو اپنے عہد کا پابند نہیں۔) (بیہقی) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ امانت داری کے بغیر دینداری کا دعویٰ کرنا محض فریب ہے۔

7. حدیث 6: حسنِ معاملات اور تجارت میں نرمی

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم الله رجلاً سمحاً إذا باع، وإذا اشترى، وإذا اقتضى (اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جو بیچتے وقت، خریدتے وقت اور اپنا حق طلب کرتے وقت نرمی (فراخدلی) سے کام لیتا ہے۔) (بخاری) اسلام کاروباری معاملات میں سختی، دھوکہ دہی اور ناپ تول کی کمی کی سخت مذمت کرتا ہے اور باہمی رواداری کا درس دیتا ہے۔

8. حدیث 7: دھوکہ دینے والے کی اسلام سے لاتعلقی

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، آپ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا تو انگلیوں کو تری محسوس ہوئی، آپ نے غلے والے سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! بارش کی وجہ سے بھیگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس؟ من غش فليس مني (تم نے اسے غلے کے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ جس نے دھوکہ دیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔) (مسلم) تجارت میں شفافیت کا یہ عالم ہے۔

9. حدیث 8: سچا اور امانت دار تاجر کا مقام

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء (سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔) (ترمذی) یہ اتنی بڑی بشارت ہے جو

حصہ چہارم: کثیر الانتخابی سوالات و معروضی بینک (Solved MCQs Bank)

سوال نمبر 1: سورۃ الحجرات میں کس چیز کو بہت سے گناہوں کی جڑ قرار دیا گیا ہے اور اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے؟

- الف) غیبت
- ب) تجسس
- ج) بدگمانی
- د) تمسخر

✓ درست جواب: ج) بدگمانی

وضاحت: سورۃ الحجرات کی آیت 12 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: 'اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔' اس آیت میں بدگمانی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ یہ کئی دیگر برائیوں جیسے تجسس اور غیبت کا سبب بنتی ہے۔

سوال نمبر 2: سورۃ الحجرات میں غیبت کو کس عمل سے تشبیہ دی گئی ہے؟

- الف) اپنے بھائی کا گوشت کھانا
- ب) چوری کرنا
- ج) جھوٹ بولنا
- د) حسد کرنا

✓ درست جواب: الف) اپنے بھائی کا گوشت کھانا

وضاحت: سورۃ الحجرات کی آیت 12 میں غیبت کی سنگینی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: 'اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کرتے ہو۔' یہ تشبیہ غیبت کی انتہائی کراہت کو ظاہر کرتی ہے۔

سوال نمبر 3: سورۃ الحجرات کے مطابق تمام مسلمان آپس میں کیا ہیں؟

الف) دوست

ب) بھائی بھائی

ج) پڑوسی

د) ہم وطن

✓ درست جواب: ب) بھائی بھائی

وضاحت: سورۃ الحجرات کی آیت 10 میں ارشاد ہے: 'بے شک تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔' یہ آیت اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی بنیاد فراہم کرتی ہے اور مسلمانوں کو باہمی محبت، ہمدردی اور تعاون کی ترغیب دیتی ہے۔

سوال نمبر 4: سورۃ الحجرات کے مطابق اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟

الف) سب سے زیادہ مالدار

ب) سب سے زیادہ طاقتور

ج) سب سے زیادہ پرہیز گار

د) سب سے زیادہ خوبصورت

✓ درست جواب: ج) سب سے زیادہ پرہیز گار

وضاحت: سورۃ الحجرات کی آیت 13 میں فرمایا گیا: 'بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔' یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اسلام میں عزت و فضیلت کا معیار تقویٰ ہے نہ کہ حسب و نسب، مال و دولت یا ظاہری خوبصورتی۔

سوال نمبر 5: سورۃ الحجرات میں کس عمل سے سختی سے منع کیا گیا ہے جس میں ایک قوم دوسری قوم کا مذاق اڑاتی ہے؟

الف) جھگڑا کرنا

ب) تمسخر کرنا

ج) حسد کرنا

د) چغلی کرنا

✓ درست جواب: ب) تمسخر کرنا

وضاحت: سورۃ الحجرات کی آیت 11 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: 'اے ایمان والو! نہ کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔' یہ آیت تمسخر اور استہزا سے منع کرتی ہے کیونکہ یہ دوسروں کی تحقیر اور دل آزاری کا سبب بنتا ہے۔

سوال نمبر 6: سورۃ الفرقان کی آخری آیات میں 'عباد الرحمن' کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین پر کیسے چلتے ہیں؟

- الف) تکبر سے
- ب) عاجزی سے
- ج) تیزی سے
- د) بے پروائی سے

✓ درست جواب: ب) عاجزی سے

وضاحت: سورۃ الفرقان کی آیت 63 میں 'عباد الرحمن' کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا: 'اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔' یہ صفت ان کی تواضع اور انکساری کو ظاہر کرتی ہے۔

سوال نمبر 7: جب جاہل لوگ 'عباد الرحمن' سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

- الف) لڑائی کرتے ہیں
- ب) سلام کہتے ہیں
- ج) خاموش رہتے ہیں
- د) بدلہ لیتے ہیں

✓ درست جواب: ب) سلام کہتے ہیں

وضاحت: سورۃ الفرقان کی آیت 63 میں ہی مزید فرمایا گیا: 'اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہتے ہیں۔' یعنی وہ جہالت کا جواب جہالت سے نہیں دیتے بلکہ بردباری اور سلامتی کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔

سوال نمبر 8: 'عباد الرحمن' راتیں کس حال میں گزارتے ہیں؟

- الف) غفلت میں
- ب) کھیل کود میں
- ج) سجدے اور قیام میں
- د) باتوں میں

✓ درست جواب: ج) سجدے اور قیام میں

وضاحت: سورۃ الفرقان کی آیت 64 میں ان کی ایک اور صفت یہ بیان کی گئی ہے: 'اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزارتے ہیں۔' یہ ان کی عبادت گزاری اور اللہ سے گہرے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

سوال نمبر 9: 'عباد الرحمن' خرچ کرنے کے معاملے میں کس رویے کو اپناتے ہیں؟

الف) فضول خرچی کرتے ہیں

ب) کنجوسی کرتے ہیں

ج) اعتدال سے خرچ کرتے ہیں

د) بالکل خرچ نہیں کرتے

✓ درست جواب: ج) اعتدال سے خرچ کرتے ہیں

وضاحت: سورۃ الفرقان کی آیت 67 میں فرمایا گیا: 'اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال پر رہتے ہیں۔' یہ ان کی مالی معاملات میں میانہ روی اور حکمت کو ظاہر کرتا ہے۔

سوال نمبر 10: نبی اکرم ﷺ نے سچائی کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟

الف) سچائی ہلاکت ہے

ب) سچائی نجات ہے

ج) سچائی کبھی فائدہ نہیں دیتی

د) سچائی ہمیشہ نقصان دیتی ہے

✓ درست جواب: ب) سچائی نجات ہے

وضاحت: ایک مشہور حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: 'صدق نجات دیتا ہے' (سچائی نجات دیتی ہے)۔ یہ حدیث سچائی کی اہمیت اور اس کے مثبت نتائج کو اجاگر کرتی ہے کہ سچ بولنے والا دنیا آخرت میں کامیاب ہوتا ہے۔

سوال نمبر 11: ایک حدیث کے مطابق منافق کی تین نشانیوں میں سے ایک کیا ہے؟

الف) نماز نہ پڑھنا

ب) روزہ نہ رکھنا

ج) جب بات کرے تو جھوٹ بولے

د) صدقہ نہ دینا

✓ درست جواب: ج) جب بات کرے تو جھوٹ بولے

وضاحت: صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: 'منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، اور جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے۔' یہ سوال خاص طور پر سچائی اور امانت داری سے متعلق ہے۔

سوال نمبر 12: نبی اکرم ﷺ نے پڑوسی کے حقوق کی اہمیت کو کس طرح بیان فرمایا ہے؟

- الف) پڑوسی کا کوئی حق نہیں
- ب) مجھے جبرائیلؑ پڑوسی کے بارے میں اتنی وصیت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے وارث بنادیں گے
- ج) پڑوسی سے دور رہو
- د) پڑوسی سے صرف سلام دعا کرو

✓ درست جواب: ب) مجھے جبرائیلؑ پڑوسی کے بارے میں اتنی وصیت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے وارث بنادیں گے

وضاحت: صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: 'جبرائیل مجھے پڑوسی کے بارے میں اتنی وصیت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے وارث بنادیں گے۔' یہ حدیث پڑوسی کے حقوق کی انتہا درجے کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔

سوال نمبر 13: ایک حدیث کے مطابق کامل مسلمان کون ہے؟

- الف) جو صرف نماز پڑھے
- ب) جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں
- ج) جو صرف روزہ رکھے
- د) جو صرف حج کرے

✓ درست جواب: ب) جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

وضاحت: صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: 'المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ' (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔) یہ حدیث حقوق العباد اور حسنِ معاملات کی بنیادی تعلیم ہے۔

سوال نمبر 14: نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق لوگوں میں سب سے بہترین کون ہے؟

- الف) جو سب سے زیادہ مالدار ہو
- ب) جو سب سے زیادہ خوبصورت ہو
- ج) جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہو
- د) جو سب سے زیادہ طاقتور ہو

✓ درست جواب: ج) جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہو

وضاحت: ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: 'خیر الناس أنفعھم للناس' (لوگوں میں سب سے بہترین وہ ہے جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہو۔) یہ حدیث خدمت خلق اور دوسروں کے فائدے کے لیے کام کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

سوال نمبر 15: خرید و فروخت میں کس چیز کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے؟

- الف) زیادہ سے زیادہ منافع کمانا
- ب) جھوٹ بول کر مال بیچنا
- ج) سچائی اور امانت داری
- د) مال کا عیب چھپانا

✓ **درست جواب: ج) سچائی اور امانت داری**

وضاحت: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: 'البیعان بالخیار مالم یتفرقا، فإن صدقا وبینا بورک لھما فی بیعھما، وإن کذبا وکتما محقت برکۃ بیعھما' (خرید و فروخت کرنے والے کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں، پس اگر انہوں نے سچ بولا اور (عیب) واضح کر دیا تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ڈال دی جائے گی، اور اگر انہوں نے جھوٹ بولا اور (عیب) چھپایا تو ان کی خرید و فروخت کی برکت مٹا دی جائے گی۔) یہ حدیث کاروباری معاملات میں سچائی اور امانت داری کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔